

وَمَا أَلَيْكُمُ الرَّشَاقُ فُحْشُهُ وَمَا أَلَيْكُمُ عَفْوَ قُتُوبُهُ
 (موطا امام احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۰۰)

اظہار الطیب و الخبیث ، بتقابل الفقہ والحديث
 المعروف به

شمع محمدی

WWW.IRCPK.COM

جس کے ملاحظہ کے بعد ہر شخص یقین کر لیتا ہے کہ فقہ اور چیز،
 حدیث اور چیز ہے، تقلید شخصی اور چیز ہے، اتباع سنت اور چیز
 ہے۔ محمدی جماعت الگ ہے اور حنفی گروہ الگ ہے

تالیف

امام الہند مولانا محمد بن عبد اللہ جو نا گڑھی

ناشر

ادارہ اشاعت قرآن و حدیث

کراچی پاکستان فون : 021-2214799

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اظہار الطیب والخبیث بتقابل الفقہ والحديث
المعروف به

شمع محمدی

جس کے ملاحظہ کے بعد ہر شخص یقین کر لیتا ہے کہ فقہ اور چیز ہے، حدیث اور چیز ہے، تقلید شخصی اور چیز ہے اور اتباع سنت اور چیز ہے۔ محمدی جماعت الگ ہے اور حنفی گروہ الگ ہے۔ تقلید شخصی اور پابندی فقہ کا بسن پیاز اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کتاب و سنت کے من و سلوی سے دستبرداری کر لی جائے۔

تالیف:

عالم شہیر، محقق و نقاد مولانا محمد جونا گڑھی رحمہ اللہ

ناشر: ادارہ اشاعت قرآن و حدیث پاکستان

فون: 021-2214799

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

نام کتاب شمع محمدی ﷺ

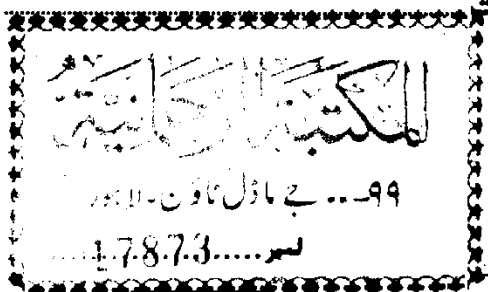
مؤلف مولانا محمد رشاد، جو ناگزہی

مکتبہ ادارہ اشاعت قرآن و حدیث، کراچی، پاکستان

بار اول 251، 151 اپریل 2008ء

مطبع مہرجم - سش عرفان افضل پرنٹرز، لاہور

قیمت روپے



① فیض اللہ اکیڈمی، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

② اسلامی اکیڈمی، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

③ نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

④ مکتبہ قدوسیہ، رحمن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

⑤ مکتبہ اسلامیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اظہار الطیب والخبیث بتقابل الفقہ والحديث

المعروف به

شمع محمدی

عالم شہیر مصنف کتب کثیرہ مولانا محمد جونا گڑھی (رحمہ اللہ) کی اہم تصانیف میں سے ایک تصنیف ہے۔ کافی عرصے کے بعد اسے از سر نو جدید کمپوزنگ اور نظر ثانی اور چند ایک عبارتوں کی تصحیح کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے یہ کتاب تقابل الفقہ والحدیث پر بہت عمدہ ہے۔ ہر اہل خرد و دانش کو گہرائی سے اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ بحمد اللہ اس ایڈیشن میں کوشش کی گئی ہے کہ کتابت کی غلطیوں کی تصحیح کر دی جائے۔ اس میں ہم کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں یہ فیصلہ تو قارئین ہی کریں گے اور ہمیں بھی (لوجہ اللہ) اپنے فیصلے سے آگاہ کریں گے۔ مبارک باد کا مستحق ہے ”ادارہ اشاعت قرآن وحدیث پاکستان“ کہ جس نے مختصر اصلاحی کتب کے ساتھ ہی قدرے ضخیم کتب (خصوصاً مولانا محمد جونا گڑھی رحمہ اللہ کی کتب) کو منظر عام پر لانے کی سعادت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنف، صاحب نظر ثانی اور ادارہ کے منتظمین و معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس عمل حسنة کو قبول فرما کر میزان حسنات کا ذخیرہ بنائے۔ آمین۔

الفہرست

۲۶	رائے قیاس دین نہیں	۸	مقلدین کا خیال
۲۷	تقلید اپنی اصلی صورت میں	۸	مقصود کتاب
۲۷	مدنی اور کوئی راستہ	۹	فرق فقہ و حدیث
۲۸	رائے اور روایت	۱۰	حنفی محمدی اختلاف
۲۸	مقلد اور انکار ائمہ	۱۱	فقہ مطابق حدیث نہیں
۲۹	ترک تقلید دشمنی امام نہیں	۱۱	اماموں کی شان میں افراط
۳۰	- تاریخ تقلید	۱۲	امام امتی ہیں نبی نہیں
۳۱	محمدی جعظا	۱۳	اہل حدیث کی منشا
۳۱	ہمارے سلف اور ہم	۱۴	امام ابو حنیفہؒ کی نصیحت
۳۲	اسلام صرف قرآن و حدیث میں	۱۵	رد رائے کے دلائل
۳۳	عمل بالحدیث کی تاکید	۱۷	امام جعفرؒ کی نصیحت
۳۴	ایجاد تقلید کی تاریخ	۱۸	چاروں مذہب برحق نہیں
۳۵	تقلید کے بعد قرآن و حدیث کی بیکاری	۱۹	اہل حدیث کی حقانیت
۳۸	اصول مذہب حنفی	۱۹	حنفی مذہب کی مثال
۳۸	بھلے کے بدلے برا	۲۰	تقلید اور عمل بالحدیث
۳۹	نصیحت	۲۱	روایت اور درایت کا فرق
۴۰	اتفاق و اختلاف	۲۲	درایت فاروقی
۴۱	ختم مقدمہ	۲۲	درایت صحابہؓ
	وہ حدیث جنہیں حنفی مذہب نہیں مانتا	۲۳	مقلدین کی خطرناک غلطی
۴۲	عورتوں کی باریاں	۲۳	کتب فقہ کا حال
۴۳	خطا و نسیان	۲۴	مذہب مانع عمل بالحدیث ہے
۴۴	میت کی طرف کا روزہ	۲۵	مقلد حدیث پر براہ راست عامل نہیں
۴۵	جانور کے پیٹ کا بچہ	۲۵	اہل حدیث اور ائمہ کرام

۷۴	سحری کی اذان	۴۶	گھوڑے کا حلال ہونا
۷۵	غلاموں پر کاظم	۴۷	چوری کی مقدار
۷۶	خون مسلم کی ارزانی	۴۸	رضاعت کا مسئلہ
۷۶	قصاص کا مسئلہ	۴۹	ہبہ کا مسئلہ
۷۷	کتوں کی تجارت	۵۰	باپ کا ہبہ
۷۸	مسجد میں نماز جنازہ	۵۱	مہر کا مسئلہ
۷۹	حرام عورت کی جنت	۵۳	پانی ہوئی چیز
۸۰	مطلقہ کا نان نفقہ	۵۴	گم شدہ اونٹ
۸۱	عورتوں کا عید گاہ آنا	۵۶	غسل میت
۸۲	عید کی تکبیریں	۵۷	خطبے کے وقت دو رکعت
۸۳	ان تکبیروں کا موقعہ	۵۸	ایک وتر
۸۴	قربانی کے دن	۵۹	استسقاء کی نماز
۸۴	پیشاب کی گندگی	۶۰	نصاب زکوٰۃ
۸۶	ناینا کی امامت	۶۱	ہری ترکاریوں کی زکوٰۃ
۸۶	کتوں کی کھال	۶۲	سورج گہن کی نماز
۸۷	مزارعت کا مسئلہ	۶۳	جلسہ استراحت
۸۸	فقہ کی حلال کردہ شراہیں	۶۴	پگڑی پر مسح
۹۱	نشہ ہوا پھر بھی حد نہیں	۶۴	تیمم میں ایک ضرب
۹۱	تھوڑی شراب کی حلت	۶۶	دوہری اذان کا مسئلہ
۹۲	حصول قوت کے لئے شراب	۶۷	تیمم میں ہاتھ کی حد
	نوشتی	۶۸	آخری وقت کی نماز
۹۳	مردہ مچھلی	۶۹	قبل از مغرب دو رکعت
۹۴	کتے کا جھوٹا برتن	۷۰	جنازہ غائبانہ
۹۴	نیت تیمم	۷۱	اکہری تکبیر
		۷۳	عورتوں کا مسجد میں آنا

۱۱۸	عید کی تکبیر	۹۵	بے ولی کا نکاح
۱۱۹	اعتکاف	۹۵	قوم مومن کی دل آزاری
۱۱۹	وقت قربانی	۹۷	راگ اور کھیل
۱۲۰	ردّ حدیث کا حیلہ	۹۷	حدیث کے مقابل حیلہ
۱۲۱	فعل رسول ﷺ بھی مکروہ ہے	۹۸	کعبۃ اللہ کی بے حرمتی
۱۲۲	جنازہ میں فاتحہ	۹۹	بے قبلہ نماز
۱۲۳	تکبیرات جنازہ	۱۰۰	عورتوں کی جماعت
۱۲۳	عورت کے جنازہ کی نماز	۱۰۱	نا بالغ کی امامت
۱۲۴	مرد کے جنازہ کی نماز	۱۰۱	نماز میں کتر بیونت
۱۲۵	نماز جنازہ سے محروم میت	۱۰۲	تجارت کا مسئلہ
۱۲۵	توہین رسول ﷺ	۱۰۳	قانون شہادت
۱۲۶	خون مسلم کی ارزانی	۱۰۴	وتر کا مسئلہ
۱۲۷	غلاموں سے نا انصافی	۱۰۵	انکار فاتحہ
۱۲۸	اسلامی مساوات پر ضرب	۱۰۶	قرأت کا واجب نہ ہونا
۱۲۹	غلاموں پر ظلم	۱۰۷	فرضوں میں سنتیں
۱۲۹	اسلام و کفر ایک قیمت پر	۱۰۸	صبح کی سنتیں
۱۳۰	مسافر کی نماز	۱۰۹	ان سنتوں کی قضا
۱۳۱	مدّت اقامت	۱۰۹	سورج نکلنے کے بعد یہ سنتیں
۱۳۲	مسافرت کی حد	۱۱۰	مطلق سنتوں کی قضا
۱۳۳	ایک خفی مولوی کے اعتراض	۱۱۱	فقہ کا روزہ
۱۳۵	ناف تلے کی حدیثوں کا ضعف	۱۱۲	سود خوری
۱۳۶	سینے پر ہاتھ	۱۱۳	حلالہ کی لعنت
۱۳۷	آہستہ آہستہ کی حدیثوں کا ضعف	۱۱۴	تین طلاقیں
۱۳۸	بلند آواز کی آمین	۱۱۵	رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو ٹھکرا دیا
۱۳۸	سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے کی روایت کا ضعف	۱۱۶	باواز بلند بسم اللہ

۱۵۸	کفن چور کی طرف داری	۱۳۹	سورۃ فاتحہ خلف امام
۱۵۹	چوروں کی ہمدردی	۱۴۰	خطبہ کے وقت کی دو رکعتوں کے خفی
۱۵۹	حدیث کی تبدیلی		دلائل
۱۶۰	حدیث کی چار سورتوں کی فقہ میں دس سورتیں	۱۴۱	خطبہ ہوتے ہوئے سنتیں پڑھنے کا حکم
۱۶۲	حدیث کی چار سورتوں کی اکیس سورتیں	۱۴۱	رفع الیدین نہ کرنے کا جواب
۱۶۲	رائے کی کچھڑ میں حدیث کا موتی دبا دیا گیا	۱۴۲	رفع الیدین کی حدیث
۱۶۳	کلی کا مسئلہ	۱۴۳	عدم جلسہ استراحت کی روایت کا ضعف
۱۶۵	حدیث کے دس کو فقہ نے سات کر دیا	۱۴۳	اس کا ثبوت
۱۶۵	وسعت قربانی میں تنگی	۱۴۳	ہمارا مذہب
۱۶۶	حدیث کے نقل کو فرض بنا دیا	۱۴۴	امام صاحب اور ہم
۱۶۷	سفر میں نمازوں کا جمع کرنا	۱۴۵	الزامی جواب
۱۶۸	موٹھوں تک رفع الیدین	۱۴۵	فقہ کے بے دلیل مسائل
۱۶۹	عورت مرد کی نماز میں تفریق	۱۴۶	نجاست سمیت نماز
۱۷۰	ہاتھ باندھنے کا زمانہ مردانہ فرق	۱۴۶	سلام کے بدلے گوز
۱۷۱	الحیان کی بیشک کا بھی فرق	۱۴۷	بے نکاح کی بیوی
۱۷۲	تکبیر بدل دی	۱۴۸	طلب دلیل
۱۷۳	سلام کے بدلے ہوا نکال دینا	۱۴۸	مقصود
۱۷۴	حج بدل کا مسئلہ	۱۴۰	چار سو روپے کا انعام
۱۷۵	جبریہ طلاق اور ازادگی	۱۵۰	ظہر عصر کا وقت
۱۷۶	فقہ میں ریشم کی حلت	۱۵۱	صحیح حدیثوں میں معارضہ نہیں ہوتا
۱۷۶	سجدہ سہو	۱۵۲	فقہ کا تناقض
۱۷۷	فقہ نے نماز نبیؐ باطل کر دی	۱۵۳	لڑکی لڑکے کے پیشاب کی تفریق
۱۷۸	حکم رسولؐ سے انکار	۱۵۵	جمعہ کی صبح کی معین سورتیں
۱۷۹	فطرے کا مسئلہ	۱۵۶	نماز جمعہ کی مخصوص سورتیں
		۱۵۷	سجدے سے انکار
		۱۵۷	سجدہ تلاوت کا حکم

۲۰۲	ایجاد تقلید کی تاریخی تحقیق	۱۸۰	کفار کو مسلمان کا حکم
۲۰۲	صحابہؓ کے اختلاف کا فیصلہ	۱۸۰	فطرے کی حدیثوں میں فقہ کی قلابازیاں
۲۰۳	حنفیہ کے نزدیک اور سب مسلمان	۱۸۱	صبح کی نماز کا وقت
	ملعون ہیں	۱۸۲	امام کے نفل اور مقتدی کے فرض
۲۰۶	تسلیم فاروقی	۱۸۳	آدھا سجدہ
۲۰۶	فرمان شاہی حدیث کے مقابل	۱۸۳	فقہ میں جواز سود
	کچھ نہیں	۱۸۵	بوٹی کے بدلے بکرا
۲۰۷	خلاف حدیث حج کا فیصلہ مردود ہے	۱۸۶	سودی تجارت
۲۰۸	امام شافعیؒ کے فرامین	۱۸۶	کھیت اور باغ کی شرکت کا مسئلہ
۲۰۸	حضرت ابن مسعودؓ کا رجوع	۱۸۸	دواؤ انوں کو ایک کر دیا
۲۰۹	مصنف کی ایک گزارش	۱۸۹	مسکینوں پر تنگی
۲۱۰	امام صاحب کا مذہب	۱۹۰	فقہ میں شراب اور سود کی تجارت
۲۱۱	حنفی محمدی انفاق	۱۹۱	وقف کا مسئلہ
۲۱۲	امام ابو حنیفہ کے فرامین	۱۹۲	مقلدین نے امام صاحب اور فقہ کو چھوڑ دیا
۲۱۳	امام ابو حنیفہ اور عمل بالحدیث	۱۹۳	امام صاحب کے متعلق غلط فہمی کا ازالہ
	امام صاحبؒ سچے پیر والہ حدیث ہیں	۱۹۳	حدیث کو ماننا ہی امام کا ماننا ہے
۲۱۵	امام صاحب کی والدہ صاحبہ کا واقعہ	۱۹۵	دورہ فاروقی
۲۱۶	پیران پیر کی وصیت	۱۹۵	تقلید شرک ہے
۲۱۷	موجود حنفی منکر حدیث اور منکر امام	۱۹۶	مذہب اہل حدیث
۲۱۸	ہیں	۱۹۷	خلاف فقہ احادیث کو چھوڑنا انفاق ہے
۲۱۹	فقہ کی کتابوں پر پیر مارک	۱۹۸	درخواست مصنف
۲۲۰	فقہ کا خلاف حدیث صحابہ و امام و	۱۹۸	تقلید کا اصلی معنی
	مسئلہ	۱۹۹	تحقیق و تقلید
۲۲۲	دعا	۲۰۰	مقلدین سے ایک سوال
		۲۰۱	توہین امام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لولیه والسلام علی نبیه اما بعد

حنفی مذہب حضرات کا خیال

دنیا میں شہرت کر رکھی ہے کہ فقہ حنفی کی کتابوں کا ایک مسئلہ بھی خلاف حدیث نہیں بلکہ یہ فقہ قرآن و حدیث کا مغز گودا اور عطر ہے بے کھٹکے اس پر عمل کرنا ہے نجات کا سبب ہے اس لئے میں اس کتاب میں اس بات کو غلط ثابت کرنے اور اس دعویٰ کی حقیقت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے اور یہ بتانے کے لئے کہ فقہ میں سینکڑوں مسائل احادیث صحیحہ کے صریح خلاف ہیں یہ مضمون معہ حوالوں اور عبارتوں کے بطور نمونہ لکھتا ہوں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ۔

الہی دے اثر ایسا میری بیتابی دل میں

چلے آئیں کلیجہ تھام کر وہ میری محفل میں

مقصود کتاب

میرا مقصود اس سے یہ ہے کہ ہمارے حنفی بھائی فقہ کے کسی مسئلے کو خلاف حدیث نہیں جانتے آج تقریباً ایک ہزار سال سے یہی سبق انہیں پڑھایا جاتا رہا اور اب وہ لوح دل پر جم چکا ہے اس لئے آنکھیں بند کر کے صرف فقہ پر ہی مدار دین رکھ دیا گیا ہے۔ میں ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ حقیقت اس کے خلاف ہے۔ فقہ کے سینکڑوں مسائل حدیث شریف کے خلاف ہیں۔ جب یہ کھلا اختلاف اپنے ان بھائیوں کے سامنے رکھ دیا جائے گا تو پھر کون سا مسلمان ہے جس کا دل چاہے کہ حدیث کے

خلاف وہ کسی کی بات مانے اور حدیث کو چھوڑ دے؟
اے تغافل پیشہ تجھ کو یاد وہ پیاں بھی ہے
جو نظام دہر میں پیدا بھی ہے پنہاں بھی ہے

حدیث و فقہ کا فرق:

فرمان قرآن ہے:

مرج البحرین يلتقيان، بینہما برزخ لا
یبغیان

ترجمہ: ”دو سمندر ہیں ایک کھاری ایک میٹھا گو بظاہر ملے جلے ہوئے
لیکن اللہ نے ان میں وہ حجاب اور آڑ رکھی ہے کہ نہ اس کا کھاری پانی اس
کے میٹھے پانی کو بگاڑ سکے، نہ اس کا میٹھا پانی اس کے کھاری پانی میں مل سکے۔“

میں نے مندرجہ بالا آیت اس لئے نقل کی ہے کہ قارئین سمجھ لیں کہ جیسے
دونوں سمندر کھاری اور میٹھا ہماری نگاہوں میں بہ ظاہر ملے جلے نظر آتے ہیں لیکن
در اصل اللہ نے ایک کو ایک سے بالکل ہی الگ رکھا ہے ادھر سے ایک چلو پانی اگر
آپ لیں تو میٹھا ہوگا اور ادھر سے لیں تو کڑوا ہوگا۔ اسی طرح گو موجودہ فقہ و
حدیث بظاہر غلط ملط نظر آتے ہیں لیکن فی الواقع اللہ نے ایک کو ایک سے بالکل
الگ رکھا ہے جو صرف ایک ہی مسئلہ پر غور کی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔

اداسے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا

بس اک نگاہ پر ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

الہمدیث اور حنفیوں کا اختلاف

حنفی اور الہمدیث قرآن و حدیث کے ماننے پر متفق ہیں اسی طرح امامان دین محدثین و مجتہدین کی عظمت و حرمت پر بھی ان کا اتفاق ہے۔ ذرا سا اختلاف پچھلے زمانوں میں اس بات پر ہو گیا ہے کہ آیا ائمہ دین میں سے چار اور ان چار میں سے ایک کی جملہ باتیں تمام مسائل تقلیدی طور پر ماننے چاہئے یا نہیں؟ حنفیوں کی طرف سے اس کا اقرار اور الہمدیثوں کی طرف سے اس کا انکار ہوا۔ اس اختلاف نے طول پکڑا اور حدیث کی کتابیں اور قرآن جو اس وقت تک دنیائے اسلام کے لئے کافی سمجھا جاتا رہا تھا ان کے علاوہ چاروں مذہب کی فقہ کی کتابیں جداگانہ مرتب ہوئیں۔ یہ ظاہر ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ غلطی سے، بھول سے پاک ہے، حدیث رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے اور آپ معصوم تھے۔ شرعی احکام میں غلطی آپ سے ناممکن تھی مجتہدان دین گواہ اپنے مراتب میں کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں لیکن وہ غلطی سے پاک اور معصوم نہیں۔ ورنہ رسول ﷺ اور غیر رسول میں فرق ہی کیا رہ جائے گا؟ اس لئے اصولاً حنفی اور محمدی میں یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ:

”المجتہد قد یخطئ وقد یصیب“

”یعنی کبھی مجتہد کا اجتہاد قرآن و حدیث کے مطابق ہوتا ہے کبھی خلاف۔“

اس اصول کے ماتحت لازمی چیز ہے کہ فقہ کے ائمہ کے مسائل کو قرآن و حدیث پر پیش کیا جائے جو موافق ہوں قبول کیئے جائیں جو خلاف ہوں رد کر دیئے جائیں۔ چنانچہ جناب شاہ ولی اللہ نے وصیت نامہ میں لکھا ہے کہ ”فقہاء کے اجتہادی مسائل کو قرآن و حدیث پر پیش کیا جائے جو مطابق ہو قبول کئے جائیں جو خلاف

ہوں وہ ناقابل عمل سمجھ کر چھوڑ دیئے جائیں۔“

فقہ کے تمام مسائل حدیث کے مطابق نہیں ہیں

اس چیز کو اصولاً حنفی ائمہ سب جانتے ہیں لیکن مغالطہ یہ لگا کہ فقہ کے تمام مسائل حدیث کے مطابق ہی ہیں کوئی مسئلہ خلاف نہیں۔ یہ بطور عقیدے کے خفیوں کے دل میں بٹھا دیا گیا۔ لہذا ضروری ہے کہ فقہ و حدیث کا مقابلہ کر کے ان کو مسائل بتلائے جائیں جو کھلم کھلا حدیث سے ٹکراتے ہیں تاکہ خفیت روشنی میں آجائے اور پردے ہٹ جائیں۔ یہ سلسلہ نہ کسی کی تردید کے لئے ہے نہ کسی کو برا کہنے کے لئے۔ بلکہ اس سے غرض صرف اتنی ہے کہ یہ واضح ہو جائے کہ فقہ کے مسائل حدیث کے خلاف بھی ہیں جب یہ معلوم ہو گیا تو اصول اسلام اور مسلمہ فریقین فیصلہ خود مجبور کر دے گا کہ خلاف احادیث مسائل ترک کر دیئے جائیں اور جب یہ ہو گیا تو یہی ائمہ حدیث کا مذہب ہے اور یہی ہمارا اصلی مقصود ہے کہ عمل قرآن و حدیث پر کیا جائے اور جہاں آیت دیکھی گردن خم۔ کہاں حدیث دیکھی کر دوتا۔

اماموں کو ان کی شان سے بڑھنا بھی ان کی بے

ادبی ہے

فرمان الہی ہے:

مرج البحرین يلتقیان بینہما برزخ لا

بیغیان

”شان اللہ ہے کہ دو دریا کھاری بیٹھے بظاہر ملے جلتے ہیں لیکن قدرتی

طور پر ان میں حجاب ہے۔' (سورۃ رحن)

ٹھیک اسی طرح یہی شان ربانی حدیث و فقہ میں نمایاں نظر آتی ہے۔ حدیث کی مٹاس اس تلخی سے بہت دور ہے جو قیاس میں ہے۔ انسان کو گرانے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ جس مرتبے کا وہ ہو اس سے کم مرتبہ اس کے لئے ہم ثابت کریں۔ مثلاً ایک بادشاہ کو وزیر کہہ دیں یا اس سے بھی کم۔ اسی طرح دوسری صورت اسے گرانے کی یہ بھی ہے کہ اس کے مرتبے سے اسے بڑھادیں مثلاً اس کسی پولیس والے کو ہم بادشاہ کہہ دیں بزرگوں کی دشمنی کے بھی یہ ددر ہے ہیں۔ کسی بزرگ کو ان کی حیثیت سے گرانے کا بھی ان کی بے ادبی اور خلاف شرع ہے۔ مثلاً ائمہ دین مجتہدین شرع متین کو گستاخانہ لفظوں سے برائی سے یاد کرنا۔ اسی طرح ان کی بے ادبی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انہیں ان کے مرتبے سے بڑھادیں مثلاً کسی ولی اللہ کو اللہ کہہ دیں۔ کسی امام کو رسول بنا دیں۔ جس طرح ان دونوں طریقوں سے بے ادبی ہوتی ہے اسی طرح دلی خیالات بھی انہیں دو طریق پر ہیں اور وہ بھی دونوں بے دینی کے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ان کے ساتھ معاملہ جو برتا جائے وہ بھی انہی دو طریق کا ہوتا ہے پس کسی امام دین کی جس طرح یہ توہین ہے کہ اسے سرے سے امام یا بزرگ ہی نہ مانا جائے اسی طرح ان کی یہ بھی توہین ہے کہ انہیں الوہیت کے درجے پر یا نبوت کی کرسی پر مان لیا جائے۔

تقلید شخصی میں امام کو گویا نبی ماننا ہے

ہم الحمد للہ جس طرح ائمہ کی جناب میں گستاخی کرنے والوں کو حد سے گزرا ہوا مانتے ہیں اسی طرح ان کے درجات کو اس بے طرح بلند کرنے والوں کو بھی کچھ

اچھی نظر سے نہیں دیکھتے ہمیں اپنے بعض بھائیوں سے یقیناً یہ شکایت ہے کہ انہوں نے اماموں سے جو برتاؤ رکھا ہے وہ ان کے درجے سے بہت بڑھا ہوا ہے صاف لفظوں میں سنئے! کہ اس برتاؤ کے لائق صرف اللہ کے رسول ﷺ ہی ہوتے ہیں۔ ”صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم“ مثلاً یہ مان لینا کہ جو فلاں امام کہے گا میں تو اسے ہی سچا مانوں گا مجھے ان کے اس قول کے بعد کسی آیت قرآنی یا حدیث رسول ﷺ کی مطلقاً ضرورت نہیں میرا مذہب وہ ہے جو میرے امام نے فرما دیا۔ میرا دین وہ ہے جو اس کا اجتہاد تھا میری نجات اسی میں ہے کہ اپنی عمر تھلید میں گزار دوں۔ کبھی بھولے سے بھی یہ خیال دل میں نہ لاؤں کہ اس مسئلے میں اللہ کا اس کے رسول ﷺ کا فرمان کیا ہے؟ مجھے معاف رکھا جائے اگر میں کھلے لفظوں میں کہہ دوں کہ یہ تو امام ماننا نہیں بلکہ پیغمبر ماننا ہے اور ان کا درجہ حد سے بڑھا کہ نبوت کی کرسی سے نبی ﷺ کو ہٹا کر اس پر انہیں بٹھا دینا ہے جس طرح وہ بداد اور بد سے بدتر جو امام کی امامت کا بھی قائل نہ ہو اسی طرح وہ کم از کم نیک تو نہیں کہا جاسکتا جو امام کو نبی ﷺ کی جگہ بٹھائے۔

جماعت اہلحدیث کی چاہت

اس وقت ہم میں اور خفی بھائیوں میں جو اختلاف ہے وہ اسی اصول کے سمجھ جانے اور سلجھا لینے سے حل ہو جاتا ہے۔ اہلحدیث کھرے دل سے اماموں کی امامت کے قائل ہیں۔ لیکن ہاں ان کی نبوت کے قائل نہیں۔ دوسری جانب سے بھی گو لفظ تو یہی ہیں لیکن عمل یہ بتاتا ہے کہ ساری شرع کے لئے دینی دنیوی کل امور کے لئے فقط امام کی ذات کو کافی مان لیا گیا ہے۔ پاکی پلیدی سے لے کر اسلام و کفر تک کے کل احکام ائمہ کے اجتہاد پر موقوف مان لئے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ نبی

ﷺ کی طرف سے نسبت بھی ہٹائی گئی ہے۔ پس حد اعتدال والی جماعت محمدی چاہتی ہے کہ جملہ مسلمانان عالم انصاف پر آجائیں اور صحیح راہ پر کھڑے ہو جائیں افراط پر بھی لعنت بھیجیں اور تفریط پر بھی۔ ائمہ کے اقوال کو حدیث کے تابع سمجھیں جہاں موافقت ہو مقبول اور جہاں مخالفت ہو مردود۔ چونکہ مدتوں سے یہ خیال پیدا کیا جا رہا ہے کہ فقہ کی مروجہ اور موجودہ کتابوں میں جتنے مسائل ہمارے یعنی حنفی مذہب فقہ کے ہیں سب حدیثوں سے موافق ہی ہیں اس لئے ضرورت تھی کہ اصل حقیقت جو اس دعویٰ کے خلاف ہے دنیا کے سامنے پیش کر دی جائے اس دعویٰ کی حقیقت کو توڑنے کے لئے تو صرف ایک مسئلہ کا خلاف دکھا دینا کافی تھا کیونکہ موجبہ کلیہ کی نفیض سالبہ جزئیہ ہوتی ہے لیکن ارادہ ہے کہ کم از کم ڈیرہ سو مسائل کا اختلاف دکھایا جائے تاکہ یہ ممکن ہو جائے کہ ہم کہیں فقہ حنفی کے اکثر مسائل خلاف حدیث ہیں ہم جانتے ہیں کہ جب یہ کھلا ہوا اختلاف دکھایا جائے گا تو پھر یہ فقہ پرستی باقی نہ رہے گی اس کی وجہ صرف اس اختلاف کا سامنے نہ ہونا ہے۔

بلبل ہوں صحن باغ سے دور اور شکستہ پر

پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر

امام جعفرؑ کی نصیحت امام ابو حنیفہؒ کو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

”وہو الذی مرج البحرین هذا عذب فرات
وهذا ملح اجاج وجعل بینہما برزخا وحجرا محجورا“

ترجمہ: ”گو ظاہری طور بیٹھے اور کھارے پانی کے دو دریا ملے ہوئے

ہیں لیکن اللہ کے تصرف نے انہیں بالکل ہی الگ الگ رکھا ہے۔“

اسی طرح رائے اور حدیث کتنے ہی خلط ملط ہو جائیں لیکن قدرتی حجاب انہیں کبھی بھی ایک نہیں ہونے دیتا ایک واقعہ سنئے :

”جناب امام ابن شبرمہؒ کہتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہؒ کو لے کر جناب امام جعفر بن محمد بن علی بن الحسینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ان سے دوستانہ تعلقات تھے۔ علیک سلیک کے بعد میں نے امام جعفرؒ سے امام ابو حنیفہؒ کا تعارف کروایا اور کہا کہ یہ عراقی ہیں اور بڑے فقیہ اور عقل مند ہیں۔ امام جعفرؒ پہچان گئے اور فرمانے لگے شاید یہی ہیں جو دین حق میں رائے اور قیاس لگاتے ہیں؟ انہیں کا نام نعمان ہے؟ میں جواب دوں اس سے پہلے۔ امام صاحب نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کی نیکیوں میں برکت دے آپ نے درست فرمایا، میرا نام نعمان ہی ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو! دین میں اپنی رائے اپنا قیاس نہ دوڑاؤ، سنو سب سے پہلے جس نے امر دین میں قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ جناب باری کا اسے حکم ہوتا ہے کہ سیدنا آدمؑ کو سجدہ کر تو وہ جواب دیتا ہے کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ چھوٹا بڑے کے آگے جھکے میں بڑا ہوں اس لئے کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور یہ مجھ سے کمتر ہے اس لئے کہ یہ مٹی سے پیدا ہوا ہے پس تیرا یہ حکم سراسر رائے و قیاس کے خلاف ہے کہ میں اس کے سامنے سجدہ کروں۔“

رڈ رائے کے دلائل

امام جعفرؒ: اچھا آپ سیری ایک بات کا جواب تو دیجئے فرمائیے! وہ کونسا کلمہ ہے جس کا اول حصہ شرک ہو اور آخر حصہ ایمان ہو؟
امام ابو حنیفہؒ: مجھے معلوم نہیں۔

امام جعفرؑ: وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے اگر لا الہ کہہ کر کسی نے زبان روک لی تو وہ مشرک ہے جب اس نے اسی کے ساتھ الا اللہ بھی کہا اب وہ مؤمن ہوا پس یہ ہے وہ کلمہ جس کا اول حصہ شرک ہے اور آخر حصہ ایمان۔

امام جعفرؑ: اچھا فرمائیے کسی کو ناحق قتل کر دینے کا وبال و گناہ بڑا ہے یا زنا کاری کا؟

امام ابو حنیفہؒ: ناحق کا قتل زنا کاری سے بڑا گناہ ہے۔

امام جعفرؑ: اب بتلاؤ کیا یہ صحیح نہیں کہ قتل کے ثبوت کے لئے دو گواہ شریعت نے معتبر مانے ہیں لیکن زنا کے لئے چار گواہ معتبر مانے ہیں۔ اگر دو ہوں تو قتل تو ثابت ہو جائے گا لیکن زنا ثابت نہ ہوگا حالانکہ قتل زنا سے بدتر ہے پھر یہاں تمہارا قیاس اور تمہاری رائے کہاں گئی؟ قیاس اور رائے کے اعتبار سے تو چاہیے تھا کہ قتل پر زیادہ گواہ ہوں اور زنا پر کم کیونکہ جرم کے لحاظ سے زنا قتل سے کم ہے پس ثابت ہوا کہ شریعت میں رائے قیاس کوئی چیز نہیں۔

امام جعفرؑ: فرمائیے! اللہ کے نزدیک روزہ بڑا ہے یا نماز؟

امام ابو حنیفہؒ: روزے سے نماز بڑی اور اہم چیز ہے۔

امام جعفرؑ: پھر کیا وجہ ہے کہ حائضہ عورت کو نماز کی قضا کا حکم نہیں ملا اور روزے کی قضا کا حکم ملا؟ بتلاؤ تمہارا قیاس یہاں کہاں گیا؟ قیاس کی رو سے تو چاہیے تھا کہ بڑی چیز یعنی نماز کی قضا کا حکم ہوتا نہ کہ روزے کی قضا کا لیکن شریعت نے اس کے خلاف حکم دیا ہے پس ثابت ہوا کہ شریعت میں رائے قیاس کوئی چیز نہیں۔

امام جعفرؑ کی نصیحت

اے بندہ رب! اللہ سے ڈرو۔ قیاس اور رائے کو چھوڑ دو۔ سنو ہم تم اللہ کے ہاں قیامت کے دن پروردگار کے روبرو کھڑے ہو گئے۔ ہم تو اپنے بتلائے مسائل کی دلیل قرآن و حدیث سے لے لیں گے۔ اللہ کے روبرو اپنے مسائل کی دلیل میں بھی یہی دو چیزیں پیش کریں گے اور ان شاء اللہ چھٹکارا پالیں گے لیکن آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے جو مسائل بتلائے ہیں اور پھیلانے ہیں ان کی بابت جب روز قیامت اللہ تبارک و تعالیٰ آپ سے سوال کرے گا تو آپ کا جواب بجز اس کے اور کیا ہوگا کہ آپ کہیں ہماری رائے یہی تھی۔ ہمارا قیاس یہی تھا۔ اب بتلاؤ کہ تمہارے ساتھ اللہ کا کیا برتاؤ ہوگا؟ اسے سوچ سمجھ لو اور وہ جواب تیار کر لو جو اللہ کے ہاں کام آئے۔ (اعلام المؤمنین)

مندرجہ بالا واقعہ ہم قارئین کے سامنے رکھ کر ان کے زندہ ضمیر سے اپیل کرتے ہیں کہ کیا اس واقعہ نے اس امر کو صاف طور پر ثابت نہیں کر دیا کہ رائے اور قیاس شریعت محمدیہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ رائے اور قیاس کے مسائل عموماً شریعت محمدیہ کے مخالف ہو گئے جیسے کہ مندرجہ بالا واقعہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے لیکن اس ہدایت کے خلاف آج بھی یہ عقیدہ بعض مسلمانوں میں پایا جاتا ہے کہ رائے اور قیاس کی موجودہ کتب فقہ کے تمام مسائل قرآن و حدیث کے مطابق ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ حنفی بھائی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ فقہ کے بہت سے مسائل صریح احادیث کے خلاف ہیں۔۔۔

نکتہ زلف سے کم مرتبہ مشک ہوا

شرم سے ناف میں آہو کے لہو خشک ہوا

چاروں مذہب برحق نہیں

ارشادی باری تعالیٰ ہے:

”قل الحق من ربکم فمن شاء فليؤمن ومن
شاء فليکفر“

ترجمہ: ”یہی وہ حق ہے جو اللہ کی طرف سے ہے اب جو چاہے مانے

جو چاہے انکار کرے“

ہے کوئی جو اس امر کا انکاری ہو کہ حق ایک ہے؟ اس حق کے سوا جو باطل ہے اس حقیقت کو مانتے ہوئے جو لوگ چاروں مذہبوں کو حق کہتے ہیں وہ سوچیں کہ کیا کہہ رہے ہیں؟ اگر سارا حق ایک مذہب میں ہے تو ظاہر ہے کہ باقی تینوں مذہب حق نہ رہے اگر چاروں میں سے ہر ایک میں حق ہے تو زیادہ سے زیادہ ہر مذہب میں حق کا چوتھائی حصہ ہے نہ کہ پورا حق جب ایک چوتھائی حق ہے تو یہ بھی مسلم ہے کہ ہر مذہب میں تین چوتھائی باطل ہے آپ ایک روپیہ کے چار حصے کریں چار دھریاں ریت کی کریں اور اس ایک روپے کو ان چاروں میں رکھیں تو ظاہر ہے کہ آپ ہر ایک میں ایک چونی رکھ سکتے ہیں۔ جس جس دھڑے پر جو جماعت قبضہ کر کے بیٹھے گی وہ بہت کچھ محنت کرنے کے بعد رول رول کر اس ڈھیر میں سے چونی نکال سکتی ہے نہ کہ پورا روپیہ۔ پس اگر حق ان چاروں میں ہے تو زیادہ سے زیادہ ہر مذہب میں ایک چوتھائی حق ہے اور تین چوتھائی باطل کی ہیں ہے کوئی جو اس کھلی حقیقت سے انکار کرے؟

اہلحدیث پورے حق پر ہیں

ہاں وہ جماعت جو اس ایک حق کے ٹکڑے نہ کرے اسے چار حصوں میں اور چار ڈھیریوں میں اور چار ٹنڈھوں میں تقسیم نہ کرے وہ بیشک پورے حق کی مالک رہ سکتی ہے اس کے قبضہ میں پورا روپیہ رہ سکتا ہے۔ مندرجہ بالا چار جماعتیں چاروں مذہب والوں کی تھیں اور یہ ایک جماعت اہلحدیث کی ہے اسے آپ اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ہر ایک مذہب والا اسی آیت وحدیث پر عمل کر سکتا ہے جو اس کے مذہب میں ہو جس پر اس کے امام کی مہر لگی ہوئی ہے جو اس کے مذہب کی فقہ کی کتابوں میں قابل عمل قرار دی گئی ہو جسے اس کے مذہب کے بانی نے مانا ہو اور قابل عمل قرار دیا ہو۔ پس ہر ایک کے لئے ایک روک ہے اہلحدیث کی جماعت اس روک سے بالکل الگ ہے اس لئے کہ وہ ہر آیت وحدیث پر عمل وعقیدہ رکھ سکتی ہے۔۔۔

کسی کو دے کے دل کوئی نواسخ فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

حنفی اور اہلحدیث کی مثال

اس کو آپ یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ایک وسیع مکان ہے جس کے چار حصے کر دئے گئے اور ہر حصے کو دیواریں بنا کر دوسرے حصے سے بالکل الگ کر دیا گیا۔ ان چاروں حصوں میں مختلف لوگوں نے رہائش شروع کر دی ظاہر ہے کہ ہر قبیلے والوں کے لئے وہی وسعت رہی جو اس اصلی مکان کی چوتھائی ہے۔ پورے مکان کی

وسعت ان چاروں قبیلوں میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں ہوئی۔ لیکن جو قبیلہ اس وسیع مکان کے چار حصے نہ کرے اسے اس کی اصلی وسعت اور کشادگی پر رہنے دے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے بہت وسیع میدان ہے۔ یہ اللہ کی وسیع فضا میں کھلی ہوا میں اور صاف روشنی میں اپنا گزارا کر سکتا ہے اور کر رہا ہے۔ جن لوگوں نے دین اللہ کے چار حصے کیے ہیں دراصل ان لوگوں نے زیادہ سے زیادہ چوتھائی دین کو لیا ہے نہ کہ کامل دین کو۔ کامل دین ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو اس حصے بچنے سے الگ ہیں جو اس بنوارے سے ناراض ہیں۔

مقلد آزادی سے عمل بالحدیث نہیں کر سکتا

آپ آزمائیں ایک صحیح حدیث ایک حنفی کے پاس رکھیں اس کا صاف جواب ہوگا کہ میرا مذہب اس کے مطابق نہیں۔ میرے مذہب میں تو یوں ہے اور اس کی دلیل فلاں دوسری حدیث ہے اب وہ دلیل ہو یا نہ ہو۔ مضبوط ہو یا پھپھسی ہو۔ بہر صورت اس صحیح حدیث پر اس کا عمل و عقیدہ نہیں۔ یہی حالت آپ شافعیہ کی پائیں گے اور اسی صورت پر آپ حنبلیوں کو دیکھیں گے اور یہی نقشہ آپ مالکیوں کا پائیں گے۔ لیس بجز اللہ جماعت محمدیہ اہلحدیث کے سامنے جہاں آپ نے کوئی صحیح حدیث پیش کی اور اس نے سر جھکا دیا کہ ہر فرمان رسول ﷺ سر آنکھوں پر۔ صرف اس امر کے لئے کہ بہت سی صاف، صریح، صحیح اور بہت صحیح حدیثیں ایسی ہیں جنہیں مذہب و تقلید کی آڑ عمل و عقیدے میں نہیں آنے دیتی چونکہ ہم ہندوستان اور پاکستان کے اہلحدیثوں کا ساتھ حنفی بھائیوں سے ہی ہے اس لئے ہم نے اپنے انہی پڑسیوں سے خطاب رکھا ہے اور اس کلمب میں ڈیڑھ سو حدیثیں وہ نقل کر دی ہیں جو صحیح ہیں صریح ہیں لیکن حنفی حضرات کے نزدیک وہ متروک ہیں لاکھوں حنفیوں میں

سے ایک بھی نہیں جو ان پر عمل کرے۔ دوستو! یا تو کہہ دو کہ ہم حدیث رسول ﷺ پر عمل نہیں کرتے یا آؤ ان پر بھی عمل شروع کر دو پروردگار تو خوب دانا بینا ہے میری یہی غرض ہے کہ تیرے رسول ﷺ کی احادیث پر مسلمان عامل ہو جائیں۔

الہی نالہ انگر فشاں دے فشاں شعلہ ریز و خوں چکاں دے
عنایت کر مجھے آتش بانی کہ لب تک لاسکوں سوز نہانی
دے اتنی گرمی سوز تکلم کہ ہو عرق عرق برق تبسم

روایت اور درایت کا فرق

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیہم ثم

یقولون ہذا من عند اللہ“

ترجمہ: ”ان کی زبردست خرابی ہے جو اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی

کتابوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے درجے پر مانتے ہیں۔“

ہمارا ایمان ہمارا علم ہمیں مجبور کرتا ہے کہ روایت اور درایت کو دو الگ الگ چیزیں سمجھیں۔ روایت میں جو بزرگ اعلیٰ پایہ کے صادق، امین، راست باز اور درست گو ہیں لازم نہیں کہ ان کی فہم و فراست، ادراک و درایت بھی ہر جگہ مثل روایت صحیح، اٹل، ناقابل انکار اور واجب التسليم ہی ہو۔ مثال کے طور پر کون ہے جو نہیں مانتا کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطابؓ جو روایت جناب رسول اکرم ﷺ سے بیان کریں جو حدیث رسول اللہ ﷺ کی پہچانیں اس میں وہ یقیناً اور قطعاً سچے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ روایت کی طرح ان کی درایت ہم پر واجب التعمیل نہیں بہت ممکن ہے کہ وہ درست نہ ہوں۔

سیدنا فاروق (رضی اللہ عنہ) کی سمجھ کا معتبر نہ ہونا

مثلاً جناب رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان سے کہ آپ نے فرمایا تھا تم یقیناً بیت اللہ شریف میں جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ سیدنا عمرؓ نے سمجھا کہ حدیبیہ والے سال کی بابت یہ پیشگوئی ہے مگر حدیبیہ والے سال ایسا نہ ہوا، بلکہ مکہ شریف سے اور بیت اللہ شریف سے مسلمان روک دیئے گئے اور انہیں مجبوراً واپس ہونا پڑا ثابت ہوا کہ حدیث رسول ﷺ برحق ہے روایت عمرؓ بھی ہے لیکن روایت عمرؓ صحیح نہ تھی۔ حدیث میں جو تضاد ہو کر رہا لیکن فہم عمرؓ پوری ہو کر نہ رہی یہ ہے بین فرق روایت اور روایت کا۔

صحابہؓ کی روایت (بسا اوقات) معتبر نہیں ہوتی

قرآن کریم میں سحری کے آخری وقت کی بابت الفاظ نازل ہوتے ہیں:

”حتیٰ یَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ

الاسْوَدُ“

ترجمہ: ”یہاں تک کہ سفید دھاگہ سیاہ دھاگہ سے ظاہر ہو جائے۔“

اس سے سیدنا عدی بن حاتمؓ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ سوت کا دھاگہ ہی مراد ہے، لیکن جب جناب رسول اکرم ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کی غلط فہمی کو رفع کیا اور فرمایا اس سے مراد صبح صادق کا رات سے ظاہر ہونا ہے۔ پس سیدنا عدیؓ کی فہم مراد اللہ و رسول ﷺ کے خلاف تھی گو آیت درست، صحیح اور ایمان لانے کے لائق ہے۔ پس روایت صحیح اور روایت غلط۔ اور دونوں میں فرق ظاہر

اسی طرح کی کھلی کھلی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔
 پھر بہار آئی کف ہر شاخ پر پیمانہ ہے
 ہر روش میں جلوۂ باد مہمستانہ ہے

مقلدین کی خطرناک غلطی

جن لوگوں نے باریک بینی سے کام نہ لے کر روایت و درایت میں فرق نہ کیا جس طرح روایت کا چھوڑنا غلط کاری ہے اسی طرح درایت کا چھوڑنا بھی غلط کاری سمجھ بیٹھے اور اسی لئے جن ائمہ کی نسبت ان کی اعتقادی سپرٹ بڑھ گئی ان کی روایت کا ماننا ضروری سمجھ کر بالآخر خود انہیں کی روایت سے بھی بے نیاز بن گئے اور اپنے دین کا سارا مدار صرف ان آئمہ کی فقہ و فراست، فہم و درایت پر ہی دکھ دیا جتنا ان کی درایت پر اعتماد چاہئے اتنا بلکہ اس سے زیادہ اور بہت زیادہ اعتماد ان کی درایت پر رکھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ مدت کے بعد ان میں سے کسی ایک پر ہی اکتفا ہونے لگا اور شدہ شدہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ صرف اس ایک امام کے جملہ اقوال کا ماننا ہی دین سمجھ لیا گیا۔

کتب فقہ میں ہزار ہا لوگوں کے اقوال ہیں

اس غلط ذہانت سے قائدہ اٹھانے کے لئے لوگوں نے ان مسلمہ ائمہ کے اقوال الگ الگ جمع کرنے شروع کر دیئے۔ اس طرح الگ الگ بلکہ جداگانہ مختلف مذاہب کا اسلام میں ظہور ہو گیا چونکہ ان ائمہ کے اقوال اتنے اور ایسے نہ تھے جو انسانوں کو کافی ہو سکیں اس لئے پھر ان کے شاگردوں کے اقوال اس میں داخل

ہوئے پھر بھی کمی ہوئی تو شاگردان شاگرد کے اقوال شامل کئے گئے پھر بھی کمی رہی تو اوروں کے بھی اقوال شامل کیئے گئے پھر بھی کمی رہی تو ان کے بنائے ہوئے قوانین و اصول کے ماتحت مسائل نکال کر اس میں اضافہ کئے گئے اب یہ ایک ایسی مجموعی مرکب بن گئی کہ اگر آج کوئی ہزار چاہے کہ اس کی تحلیل کرے یعنی اس کے اجزاء اور حصے الگ الگ ممتاز کرے تو نہ صرف مشکل بلکہ محال اور یقیناً محال ہو گیا ہے۔

مذہب کی یاسداری مانع عمل بالحدیث ہے

پس موجودہ کتب فقہ کے کل مسائل پر اعتماد رکھنا، انہیں برحق ماننا اور انہیں کو دین حق، شریعت مصطفیٰؐ سمجھنا وہ اصولی غلطی ہے جس سے زیادہ کھلی غلطی دین میں اور نہیں ہو سکتی۔ میری چاہت ہے کہ میں اس کتاب میں اپنے بھائیوں کو بتاؤں کہ کسی ایک مذہب کی تیار کردہ کتب فقہ پر عمل کرنے سے بہت سی حدیثوں پر عمل چھوٹ جاتا ہے اس مضمون سے میری غرض یہ نہیں کہ اس حدیث کے چھوڑنے والوں اور اس پر عمل نہ کرنے والوں کے پاس دلائل نہیں یا ہیں اور کمزور ہیں یا قوت میں برابر کے ہیں۔ بلکہ میری غرض صرف یہی ہے کہ حدیث رسول ﷺ فی نفسہ اور بذاتہ عمل کے قابل ہے پھر اس پر عمل نہ کرنا اسے مہمل چھوڑ دینا بلکہ اس پر عمل جائز بھی نہ جاننا یہ تعلیم اسلام کے خلاف ہے۔ ہر حدیث رسول ﷺ عمل کے قابل ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ ان حدیثوں کو ناقابل عمل ٹھہرا لیا جائے۔ پس اے خفی بھائیوں! اٹھو، ہمت کرو اور اپنے رسول ﷺ کی ان حدیثوں پر بھی عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے! واللہ ہمیں تو یہ بات بہت بری معلوم ہوتی ہے کہ ایک مسلمان حدیث نبوی پر عمل نہ کرے۔

سینوں میں جگر پہ تیر غم چلتے ہیں
رخساروں پہ الٹک شمع سان ڈھلتے ہیں

مقلد حدیث پر براہ راست عامل نہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً“

ترجمہ: ”ایمان والو! اسلام کے جملہ مسائل کو مان لو۔“

لیکن بہت سی حدیثیں ہیں جن پر صرف تقلید کی پابندی نے عمل چھڑا رکھا ہے۔ ایک مقلد حدیث کو حدیث ہونے کی حیثیت سے نہیں مانتا بلکہ اگر وہ کسی حدیث پر عامل ہے تو صرف اس لئے کہ اس کے امام کے فرمان کے مطابق ہے ورنہ اگر حدیث ہونے کی حیثیت سے عمل ہوتا تو جس طرح وہ حدیث قابل عمل تھی جو فرمان امام کے مطابق تھی وہ بھی قابل عمل ہونی چاہیے تھی جو فرمان امام کے خلاف تھی لیکن اس کتاب میں آپ کے سامنے ایک دو نہیں بلکہ پوری ڈیڑھ سو حدیثیں آئیں گی جو صحیح ہیں، صریح ہیں، لیکن ایک خفی ان پر عمل نہیں کرتا بلکہ نہیں کر سکتا اس لئے اور صرف اس لئے کہ اس کے خیال میں ان کے امام نے اس پر عمل نہیں کیا۔

اہلحدیث اور امامان دین

میں لکھ چکا ہوں کہ ائمہ دین مجتہدین محدثین کے ماننے میں خفی اہلحدیث متفق ہیں۔ اہلحدیث کا مذہب اور عقیدہ ہے کہ ائمہ دین کی جانب میں گستاخی بے ادبی کرنے والا ان کی توہین اور بے توقیری کرنے والا محروم القسمت ہے۔ بس

بزرگوں کے ماننے تک تو دونوں جماعتیں متفق ہیں۔ ہاں آگے چل کر فرق یہاں پڑتا ہے کہ بزرگوں کی جو روایتیں مروی ہیں، جو احکام انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمیں پہنچائے ہیں ان کا ماننا تو ہم پر ضروری ہے لیکن جو قیاسات ان بزرگوں نے کیئے ہیں جو اجتہادات ان بزرگوں کے ہیں جو روایت ان حضرات کی ہے کیا وہ بھی ان کی روایت کی طرح سب کی سب تسلیم کر لی جائیں؟ یا اس میں کوئی امتیاز ہے؟

المحدیث رائے کو دین نہیں سمجھتے

جماعت المحدثین تو کہتی ہے کہ ائمہ کی درایت اور روایت ماننے کے اعتبار سے دو چیزیں ہیں روایت کا ماننا ضروری ہے اور درایت کا صحیح ہونا ضروری نہیں اس لئے اس کا ماننا بھی ضروری نہیں۔ بلخصوص اس وقت تو اس درایت کا ماننا قطعاً حرام ہے جبکہ اس کے خلاف کوئی روایت مل جائے مقلد حضرات نے جو روش روایت کے متعلق رکھی تھی اسی پر وہ درایت میں بھی جم گئے اور جس بزرگ پر ان کی انتخاب کی نگاہ جم گئی اس کی ایک ایک فقہ کو، ایک ایک درایت کو، ایک ایک فہم کو، ایک ایک قیاس کو، اجتہاد کو، ایک ایک رائے کو، ماننا بھی انہوں نے ضروری قرار دیدیا، شدہ شدہ یہاں تک بھی نوبت پہنچی کہ فقہ شریف کی بڑی بڑی معتبر کتابوں میں تحریر فرما دیا گیا کہ۔۔

فلعنة ربنا اعداد رمل

على من رد قول ابى حنيفة

تقلید کی اصلی صورت

یعنی ریت کے ذروں کے برابر لغتیں نازل ہوں اس پر جو امام ابو حنیفہؒ کے کسی قول کو رد کرے۔ برامان کر منہ پھلا لینے کی تو کوئی سند نہیں۔ یہ شعر تقلید کی جان ہے، مقلد کا ایمان ہے، گو لفظوں میں کوئی بوقت تحقیق اس کا انکار کر جائے یا اس کی تاویل کر لے لیکن حقیقتاً تقلید یہی ہے جانے دیجئے صاحب اس شعر کو نہ لیجئے۔ اصول فقہ کی کتابوں کو کیا جواب دو گے؟ جنہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ مقلد کو قرآن سے، حدیث سے، اجماع سے، قیاس سے، کسی مسئلے کے سمجھنے اور لینے کا کوئی حق ہی نہیں۔ یہ چاروں چیزیں مقلد کے لئے دلیل کی حیثیت ہی نہیں رکھتیں۔ مقلد کی دلیل تو صرف اس کے امام کا قول ہی ہے نہ کہ ان چاروں میں سے کوئی دلیل۔

”اما المقلد فيقول هذا الحكم واقع عندى لانه

ادى اليه رأى ابى حنيفه الخ“ (توضیح تلویح)
ترجمہ: ”یعنی مقلد کا وظیفہ تو صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ کہہ دے کہ یہ مسئلہ یوں ہے اس لئے کہ میرے امام کی رائے یہی ہے اور میرے نزدیک میرے امام کی ہر رائے برحق ہے اور مسئلہ وہی ہے جو بتلا دے۔“

دامن صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا
پہنچے کب اس پہ ہاتھ ہمارے غبار کا

مدنی اور کوفی راستہ

سید ہی لائن کا کائنات یہیں بدلتا ہے۔ اب مدنی لائن الگ ہو جاتی ہے اور کوفی لائن الگ ہو جاتی ہے۔ محمدی اور خنی کے مذہب کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔ محمدی کا مذہب تو یہ ہے کہ جو محمد ﷺ فرمائیں وہ حق ہے۔ خنی کا مذہب یہ ہے کہ جو امام ابو حنیفہؒ

فرمائیں وہ حق ہے۔ ان دونوں لائنوں میں ہمیں کونسی لائن اختیار کرنی چاہیے؟ اس کا فیصلہ ہر شخص اپنے اپنے لئے کر سکتا ہے یاد رکھو کونے میں اگر کوئی فقہ کا پہاڑ بھی ہے تو وہاں نمود کا غار بھی ہے۔ ہاں مدینہ ہے جہاں سرکارِ مدنی آرام فرما ہیں اور جہاں دجال کا بھی دخل نہ ہوگا اور نہ اس کا دجل وہاں چلے گا۔

گل ہے اگر بدن تو پینہ گلاب ہے
صل علیٰ وہ جسم رسالت مآب ہے

رائے اور روایت

برادران! محمدی جماعت نے ایک درایت کو روایت کا درجہ نہیں دیا۔ اسے گو آپ برا کہیں لیکن جب آپ حقیقت پر نظریں ڈالیں گے تو خود آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ دراصل آپ نے تصویر کے ایک رخ پر نظر ڈال کر اطمینان کر لیا ہے۔ اگر دونوں رخ آپ کے سامنے ہوتے تو آپ درایت کو ہرگز یہ درجہ نہ دیتے۔ آپ کے دل کو متوجہ کرنے کے لئے اور اپنا درد دل آپ کو سنانے کے لئے اس کی قدرے تفصیل بھی کر دوں۔

ساتوں فلک کے تہہ بالا نکل گیا
آخر شب فراق میں نالہ نکل گیا

مقلد تین اماموں کی نہیں مانتا

آپ نے مان لیا کہ بزرگوں کی رائے قیاس بھی ماننے کے قابل ہے اور ہر رائے کے سامنے ہم اپنا ماتھا جھکا دیا کریں گے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ کیوں

جناب! آپ نے جب اپنا بزرگ امام ابو حنیفہؒ کو ماننا ہے ایسا ہی امام شافعیؒ کو بھی ماننا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے تو سر آنکھوں پر؟ اور امام شافعیؒ کی رائے قدموں اور ٹھوکروں تلے؟ آخر کیا سبب ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا قیاس عزت کے لائق؟ اور امام مالکؒ کا قیاس ذلت کے قابل؟ امام ابو حنیفہؒ فرمائیں تو گودیوں میں اور امام احمدؒ فرمائیں تو پس پشت؟ پس ثابت ہے کہ جو آپ کہتے ہیں اس پر خود آپ کا عمل نہیں۔ یا زیادہ سے زیادہ ایک بزرگ کے ساتھ یہ معاملہ آپ نے کیا ہے لیکن کب؟ جبکہ کئی بزرگوں کے دل آپ نے دکھائے اور جبکہ کئی کی بے ادبی کی ہے۔

شعلہ ہائے تپ دل آگ لگاتے کیوں ہو؟

گر ہو دل سوز مرے مجھ کو جلاتے کیوں ہو؟

ترک تقلید دشمنی امام نہیں

دوستو! آؤ ایک بات اور بھی سن لو، اگر ترک تقلید کی وجہ سے آپ کے نزدیک محمدی جماعت امام ابو حنیفہؒ کی ماننے والی نہیں رہی تو کیوں جناب! یہ جو آپ نے اجماع کر کے تین اور اماموں کی تقلید چھوڑ رکھی ہے تو ان تینوں اماموں کے نہ ماننے والے آپ بھی ہوئے؟ اگر الحمد للہ ایک کی تقلید چھوڑنے سے برے ہیں تو جناب تین تین کی تقلید چھوڑنے کے بعد بھلے کیسے رہ سکتے ہیں؟ پس یہ سمجھنا بھی غلط ہے کہ ترک تقلید دشمنی امام ہے۔ بلکہ ماننا پڑے گا کہ جیسے تین کی تقلید کے چھوڑنے کے بعد اسلام میں کوئی رخنہ نہیں پڑتا، ایسے ہی چاروں کی تقلید چھوڑنے سے اسلام جوں کا توں باقی رہتا ہے۔ بھائیو! جب یہ سچ ہے تو پھر کیا یہ سچ اور بالکل

سچ نہیں کہ تقلید شخصی کا اسلام اور اصل اسلام سے کوئی تعلق بلکہ دور کا علاقہ بھی نہیں۔

اسلام کی پہلی صدی میں تقلید نہ تھی

آپ سلف کے اسلام پر نظر ڈال جائے ایک سو سال اسلام پر گزر جاتے ہیں ان چاروں بزرگوں اماموں میں سے امام بن کر کوئی ایک بھی دنیا پر موجود نہیں۔ پھر ان کی تقلید کہاں سے ہوتی؟ کوئی بیٹا باپ سے تو بڑی عمر کا ہو نہیں سکتا۔ کسی امام کی تقلید خود اس کی امامت اور اس کے بتلائے ہوئے مسائل کے وجود سے بلکہ خود اس کے وجود سے پہلے تو نہیں ہو سکتی پھر اگر ہمارے سلف کا ایک سو سال کے مسلمانوں جن میں تمام صحابہ اور تابعین ہی تھے، اسلام بغیر تقلید کے پورا تھا اور اچھا تھا اور کافی تھا۔ تو آج بھی وہی اسلام پورا ہے، کافی ہے، کامل ہے، مقبول ہے، جس میں تقلید نہ ہو۔ اور اگر آج اسلام میں تقلید داخل سمجھی جاتی ہے اور نجات کا واحد ذریعہ صرف تقلید امام کو سمجھا جاتا ہے تو یقیناً یہ نجات وہی نجات ہے جس سے سارے صحابہ یکسر جملہ تابعین یکسر محروم رہے۔ ماننا پڑے گا کہ ان کے ہاتھوں میں جو اسلام تھا وہ نا کامل تھا۔ بلکہ وہ نامقبول تھا، یعنی مردود تھا۔ کیوں مسلمانوں! خفی بھائیو! تم یہ کہہ سکتے ہو؟ اگر نہیں کہہ سکتے اور یقیناً نہیں کہہ سکتے تو پھر کیوں اس تقلید شخصی کی فرضیت کے قائل ہو کر دنیا میں اس کے جھنڈے گاڑنے کو کھڑے ہوئے ہو؟

آہستہ خرام بلکہ ام

زیر قدم ہزار جان است

محمدی جھنڈا

لو اور سنو! محمدی جھنڈا اپنے ہاتھ میں لو، اور اسے اسی طرح لہراؤ جس طرح صحابہ اور تابعین ائمہ اور مجتہدین بزرگ اور محدثین لہراتے رہے۔ اٹھو اور سب مل کر اس کے نیچے آ جاؤ اللہ کے لئے آ جاؤ۔ اپنی جانوں پر رحم کھا کر آ جاؤ، اپنے ایمان کو بچانے کے لئے آ جاؤ، اپنی دنیا کو سنبالنے کے لئے آ جاؤ، اپنا کھویا ہوا اوج حاصل کرنے کے لئے آ جاؤ، اپنی برباد شدہ عزت حاصل کرنے کے لئے آ جاؤ، آؤ محمد ﷺ کے جھنڈے تلے آ جاؤ۔ سنو سنو! زمین کہہ رہی ہے آسمان کہہ رہا ہے کائنات کا ذرہ ذرہ پکار رہا ہے کہ محمد ﷺ کے جھنڈے تلے آ جاؤ تم اپنی جانو میری تو سنو!

میں بلبل نالاں گلزار محمد ہوں
میں نرمس حیراں دیدار محمد ہوں
جاں سرو پہ قمری دے بلبل گل رعنا پر
میں عاشق بے جان دلدار محمد ہوں

ہمارے سلف اور ہم

مسلمانوں! اللہ کی قسم جب تک تم قرآن و حدیث کے عامل رہے قیصر و کسریٰ کی ناز پروردہ شہنشاہیاں تمہاری خدمت گزاری کو اپنا فخر سمجھتی رہیں، دنیا کے بادشاہوں کے تاج تمہاری ٹھوکروں میں رلتے رہے، لیکن جب سے تم نے اپنی دونوں مٹھیاں ان دونوں جوہروں سے خالی کر دیں تم کینوں کے کین بن

تہااری ذلت کی انتہاء نہ رہی، بتاؤ اور سچ بتاؤ کیا یہ صحیح نہیں کہ آج ایک مسلمان دس روپے ماہوار پر بوٹ صاف کرنے پر ملازم ہے، کیا یہ صحیح نہیں کہ دس روپے پر ایک مسلمان ملازم ہے جو سو روپکا کر کھلائے اور شراب لا کر پلائے؟ ہائے مسلمانوں! اب کون سی ذلت باقی رہ گئی؟ کمینہ پن کا کونسا زینہ اترنا رہ گیا؟ اللہ کے لئے کروٹ لو۔ پھر اس روش پر چلو جس پر پہلے تھے۔ دیکھو جن بزرگوں نے سلطنتیں حاصل کی تھیں جو پہلی صدی کے لوگ تھے جو دین کی جڑیں بونے والے تھے جو اسلام کی شاخیں پھیلانے والے تھے۔ سوچو کہ ان کے ہاتھ میں کیا تھا؟ وہ عامل کس چیز کے تھے؟ دین و دنیا کی کنجی ان کے پاس کیا تھی؟ وہی گراب بھی تم لے لو تو کچھ نہیں بگڑا۔

چمن میں جام صہبا ہے گھٹا ہے جائے خلوت ہے
اگر ایسے میں آ جاؤ تو صاحب وقت فرصت ہے

قرآن و حدیث میں ہی اسلام ہے

مسلمانو! اور اے مسلمانو! کیا اس کا جواب صرف ایک ہی نہیں؟ کہ ان کے ایک ہاتھ میں قرآن تھا اور دوسرے ہاتھ میں حدیث تھی۔ ایک ہاتھ میں کلام اللہ تھا اور دوسرے میں کلام الرسول ﷺ تھا۔ اگر یہی جواب ہے تو آج تمہارا بھی تیسرا ہاتھ نہیں جو تیسری چیز کی ضرورت ہو۔ ایک منٹھی میں قرآن لو اور دوسری میں حدیث لو۔ جب تیسرا ہاتھ پیدا ہو تب تیسری چیز بھی پیدا کر لینا اب تو قرآن و حدیث بس ہے۔ باقی سب ہوس ہے۔ اگر سورج نکلنے پر سارے چراغ بجھا دینا کوئی عقل مندی کا کام ہے تو حدیث کو دیکھ کر تمام لوگوں کے کلام کو دور کر دینا بھی عقلمندی ہے۔ امتی

اور نبیؐ میں فرق کرنا اگر دین ہے تو اماموں کے اقوال اور پیغمبرؐ کی حدیثوں میں امتیاز کرنا بھی دین ہے۔ اگر مرجع کے لحاظ سے امتی نبیؐ کے کرد و دیں حصے کے برابر نہیں تو اقوال ائمہ حدیث رسول کے سامنے کرد و دیں حصے کے برابر بھی نہیں۔ پھر کس قدر ظلم ہے کہ ائمہ کے اقوال سامنے اور ان کے مقابل احادیث رسولؐ فرمان پیغمبر رد کر دیئے جائیں؟ فرمان پیغمبر کی مثال کس دلفریب دلچسپ چیز سے دی جائے۔

حرف منہ سے جو اس کے نکل پڑیں
ایک غنچہ سے لاکھ پھول جھڑیں
دیکھ اس لب کی گوہر افشانی
ہو گیا آبِ ابر نیسانی

عمل بالحدیث کی تاکید

اگر میری یہ سب باتیں آپ کی سمجھ میں آگئیں ہیں تو لو اور سنو میں ڈیڑھ سو حدیثیں اپنے اور آپ کے پیغمبرؐ کی پیش کرتا ہوں۔ اٹھو ہمت کرو اور میری طرح تم بھی ان کے عامل بن جاؤ۔ سنو! دین کا ٹھیکہ دار کوئی نہیں کہ وہ اجازت دے تو ہم نبیؐ کی مانیں، وہ اجازت نہ دے تو ہم نبیؐ کی نہ مانیں۔ ہم نے کلمہ محمد ﷺ کا پڑھا ہے، نہ کہ کسی امام کا پس جس کا کھائیں اس کا گائیں۔ جس کے امتی ہیں اس کی مانیں جس کی شفاعت کے خواہاں ہیں اس کی تابعداری کریں جس کا فرمان قول اللہ ہے اس پر جان و دل سے فدا ہوں۔ دنیا بگڑ جائے لیکن قول رسول ﷺ نہ چھوٹے، سارے روٹھ جائیں مگر دامن حدیث نہ چھوٹے سب ٹوٹ جائیں مگر اللہ کے پیغمبرؐ نہ چھوٹیں، اسے سب مل گیا جسے رسول اللہ ﷺ مل گئے۔ اس سے سب

فوت ہو گیا جس سے حدیث رسول ﷺ مٹ گئی گزر۔ جو کچھ ہے اجماع سنت میں ہے ، جو کچھ ہے اطاعت رسول ﷺ میں ہے ، جنت اس میں ہے برکت اس میں ہے ، عاقبت اس میں ، رحمت اس میں ۔ اللہ ! ہمیں حدیث پر عمل نصیب کر ، اللہ ! ہمیں قول رسول ﷺ کا مطیع بنا ۔ آمین ! برادران امت کھلوا کر حدیث رسولؐ سے دوری کی کیا وجہ ہے ؟

اک آن بھی مجھ سے نہ طواٹھ پہر میں
گھر چھوڑ کر اپنا رہو یوں غیر کے گھر میں
سنتے ہیں شب در دہنہیں بزم دگر میں
کیوں کر نہ ہوتا ریک جہاں میری نظر میں

تقلید چار سو سال کے بعد نکلی

فرمان قرآن ہے :

”وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاءِ
عِهِمْ مِنْ قَبْلُ“

ترجمہ: ”ان کے اور ان کی منشا کے درمیان اسی طرح دیواریں
کڑی کر دی گئیں جیسے ان جیسے ان سے پہلے والوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔“
برسوں فلاسفر کی چٹاں اور چٹیں رہی
لیکن اللہ کی بات جہاں تھی وہیں رہی

چار سو سال تو مسلمانوں پر امن و چین کے ساتھ گزرے ، یہ من سلوٹی کھاتے
رہے ۔ لیکن اس کے بعد انہیں بھی بنی اسرائیل کی طرح دور کی سو جھی ، داڑھ کا
چٹا راہ یاد آیا اور لہسن پیاڑ طلب کرنا شروع کر دیا ، اس زمانے کے رہبروں نے

انہیں ہر چند سمجھایا بجھایا روکا ٹوکا، مگر وہاں تو کچے گھڑے کی چڑھی ہوئی تھی نہ مانے اڑ گئے، ہاتھ پاؤں جھاڑ کر اسی کے پیچھے پڑ گئے، چنانچہ یہی کر کے رہے، من و سلوئی اور لہسن پیاز میں کسی حد تک مناسبت تو تھی لیکن ان کے ہاں گونا گوں میں ہر گئی ہو جنس میں بالکل بیگمکت تھی۔ یعنی انہوں نے قرآن و حدیث کے من و سلوئی کے بدلے رائے قیاس کے لہسن پیاز کو ترجیح دی۔ یہ قدرتی قانون ہے کہ جس طرح طوطا اپنے ساتھ کوئے کو پسند نہیں کرتا، کو ابھی طوطے کا ساتھ نہیں چاہتا، جب انہوں نے رائے قیاس اور تقلید و فقہ سے اپنی جیبیں پر کر لیں تو ان کے ہاتھ سے قرآن و حدیث جاتا رہا۔ کسی کی بات پر کان نہ دھر کر برا بھلا کہہ دینا تو اور بات ہے لیکن سمجھ کر جواب دینا یا تسلیم کر لینا یہ بے شک عقلمندی ہے میں پوچھتا ہوں اور فقہ کے ایک ایک شیدائی سے تقلید کے ایک فدائی سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ سچ نہیں؟ کہ تقلید کے قبول کر لینے کے بعد آپ کو حلال حرام معلوم کرنے کے لئے، نماز روزے کے مسائل جاننے کے لئے، جان، مال کے حقوق پہچاننے کے لئے، غرض کسی امر دین کے حکم کے لئے قرآن و حدیث کے ضرورت باقی رہی؟ کیا آپ چھوٹے سے لے کر بڑے تک ایک مسئلہ بھی قرآن اور حدیث سے لے سکتے ہیں؟ کیا لاکھوں کروڑوں سوالات میں سے ایک کا بھی جواب آپ قرآن و حدیث سے دے سکتے ہیں۔

ہر روز تو اے مہر درخشاں ہے کہیں اور

ہر رات تو اے شمع شبستاں ہے کہیں اور

مقلد قرآن و حدیث سے کوئی مسئلہ نہیں لے سکتا

ہمارے بھولے بھالے عام بھائیو کا تو ہم نہیں کہہ سکتے، نہ ان کی نسبت ہم کوئی دعویٰ کر سکتے ہیں جنہیں تقلیدی کنڈل سے باہر نکلنے کا کبھی موقع ہی نہیں ملا جو آزادی

کے میدان کا کبھی تصور بھی نہیں کر سکتے اللہ جانے ان کا جواب تو کیا ہو لیکن پڑ ہے لکھے لوگ، تقلیدی رنگ میں رنگے ہوئے علماء، کتب فقہ کے جاننے والے، کتب اصول فقہ کے ماننے والے تو مجبور ہیں کہ وہ ہمیں کھلے لفظوں میں جواب دیں کہ جناب قرآن و حدیث سے مسائل لینا مجتہدین کا کام ہے نہ کہ ہم مقلدین کا۔ اگر اتنا مرتبہ ہمارا ہوتا تو ہم مقلد ہی کیوں بنتے؟ ہم کوئی مسئلہ بھی قرآن و حدیث سے نہیں لے سکتے۔ ہم ظہر کی نماز کے چار فرض پڑھتے ہیں مگر اس لئے نہیں کہ ہم نے قرآن سے اس کا ثبوت پایا ہے حدیث میں یوں ہے بلکہ صرف اس لئے کہ ہمارے امام، امام اعظم مجتہد زماں واقف اسرار نہاں شہنشاہ ملک فقہ امام ابو حنیفہ علیہ رضوان اللہ و رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں یہ بتلایا اور یہ فرمایا ہے۔ ہم رمضان کے روزے فرض مانتے ہیں اور اللہ سارا مہینہ روزے سے رچے ہیں لیکن آیت قرآن ”فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ“ کی وجہ سے نہیں، حدیث رسول ﷺ ”ان الله فرض عليكم صيامه“ کی رو سے نہیں بلکہ صرف اس وجہ سے کہ امام ہمام مجتہد مطلق فقیہ بے مثال امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تم پر رمضان کے روزے فرض ہیں۔ تم ان روزوں کو برابر رکھتے چلے جاؤ۔

تقلید کسے کہتے ہیں

ہمارے انجان خفی بھائی اتنا پڑھتے ہی ہماری نسبت کوئی ریمارک قائم کرنا شروع نہ کر دیں یہ سچ ہے کہ آج تک آپ نے ممکن ہے کسی اپنے عالم کو یہ کہتے نہ سنا ہو لیکن آؤ ادھارے سودے کی ضرورت نہیں یہاں تو نقد لین دین ہے۔ یہ تو جناب کو معلوم ہو گا کبھی نہ کبھی تو سنا ہو گا کہ ”توضیح تلوح“، خفی مذہب کے اصول فقہ کی سب سے زیادہ معتبر کتاب ہے یہاں تک کہ درس نظامی میں داخل ہے جب تک

اسے طالب علم نہ پڑھ لے دیو بند دہلی وغیرہ کہیں کا خفی مدرسہ اسے مولویت کی سند نہیں دیتا بلکہ دے نہیں سکتا۔ اچھا اگر یہ بھی نہ معلوم ہو تو جس خفی مولوی پر آپ کا اعتقاد ہو ان سے دریافت کر لیجئے کہ ”توضیح تلویح“ اصول فقہ احناف کی معتبر کتاب ہے یا نہیں؟ جب یہ آپ کا اطمینان ہو جائے پھر اس کتاب کی پہلی جلد کا ایک سو چھتیسواں صفحہ نکالیں اس میں دیکھیں تحریر ہے:

”فاما المقلد فالدلیل عندہ قول المجتہد بقول هذا

الحکم واقع عندی لانه ادی الیہ رأی ابی حنفیة

وکل ما ادی الیہ رأیہ فهو واقع عندی“

ترجمہ: ”یعنی مقلد کی دلیل صرف اس کے ائمہ کا قول ہی ہے۔ مقلد جس

مسئلے کا جو حکم مانتا ہے وہ صرف یہی کہہ سکتا ہے کہ میرے نزدیک یہ حکم یونہی ہے۔“

اس دلیل سے کہ میرے امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہی ہے ان کی جو رائے ہو وہی میرے نزدیک صحیح درست اور بالکل ٹھیک (یعنی شریعت) ہے الغرض مقلد کی دلیل صرف قول امام ہی ہے نہ کہ قرآن و حدیث۔

فیروں پہ کھل نہ جائے کہیں راز دیکھنا

میری طرف سے بھی غمزہ غماز دیکھنا

قرآن و حدیث سے مقلد دلیل نہیں لے سکتا

اگر اب بھی آپ کو کوئی دہم رہا ہو تو لو میں اس کا بھی بالکل ہی ازالہ کر دوں۔ اسی کتاب کے ۱۳۶ صفحہ میں تحریر ہے:

”فالادلة الاربعة انما يتوصل بها المجتهد لا المقلد“

ترجمہ: ”یعنی چاروں دلیلوں میں سے کسی ایک دلیل سے حجت پکڑنی ان دلیلوں تک رسائی حاصل کرنی یہ مجتہد کا منصب ہے نہ کہ مقلد کا۔“

فرمائیے اب تو معاملہ صاف ہو گیا کہ چاروں دلیلوں میں سے کسی ایک دلیل سے بھی مقلد سند نہیں پکڑ سکتا۔ اس کی سند تو صرف اس کے مجتہد کا قول ہے، مجتہد قرآن و حدیث سمجھ گیا، وہ اس کے لئے سارے دین کا مجموعہ تیار کر گیا، اب اسے یعنی مقلد کو اختیار نہیں کہ یہ دلائل پر نظر ڈال سکے۔ چاروں دلیلوں میں سے کسی ایک کو بھی یہ اپنی دلیل نہیں بنا سکتا، نہ قرآن کو، نہ حدیث کو، نہ اجماع کو، نہ قیاس کو، بلکہ یہ اپنی دلیل میں پانچویں رتن پیش کر دے یعنی اپنے مجتہد امام کی رائے اور اس کا قیاس۔

حنفی مذہب کا اصول

حنفی مذہب کی اصول فقہ کی درسی معتبر کتاب مسلم الثبوت کے ص ۵ میں ہے:

”اما المقلد فمستندہ قول مجتہدہ لا ظنہ ولا ظتہ“

ترجمہ: ”یعنی مقلد کی دلیل و سند تو صرف اس کے مجتہد کا قول ہی ہے۔“

مجتہد کی تحقیق اور دلیل اور خود اس کی اپنی دلیل و تحقیق کوئی چیز اس کے لئے مستند نہیں۔

من وسلوئی کے بدلے لہسن پیاز

الغرض مسلمانوں نے منہ کا مزہ بدلنے کے لئے من و سلوئی کے بدلے لہسن پیاز لیا۔ من و سلوئی ان سے جمین لیا گیا اور ان کے پاس صرف لہسن پیاز ہی رہ گیا

اب کوشش کی جانے لگی کہ کوئی پردہ پڑا رہے، ورنہ آنے والی نسلیں ہمارے اس تباہ دے کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھیں گی، اس لئے کہہ دیا گیا کہ فقہ میں جو ہے سب حدیث ہی ہے۔ ایک مسئلہ بھی فقہ حنفی کا خلاف حدیث نہیں۔ امام صاحب نے جو کہا ہے سب مطابق حدیث و قرآن ہی ہے حالانکہ ان کہنے والے مقلدین کا یہ منصب ہی نہ تھا کہ وہ اقوال ائمہ کو حدیث و قرآن سے ملائیں یہ تو جس دن مقلد بنے اسی دن سے ان پر فرض ہو گیا کہ دلیل سمجھ کر کسی دن قرآن و حدیث کو بھولے سے بھی نہ دیکھیں۔ میں نے جہاں یہ صاف اور بے بیخ بات صرف اپنے حنفی بھائیوں کی خیر خواہی کے لئے کی اور لکھی ہے۔ وہاں میں چاہتا ہوں کہ اب اس بات کا ثبوت دوں کہ موجودہ حنفی میں بہت سے مسئلے خلاف حدیث ہیں، بہت سی حدیثوں کو حنفی مذہب نے جواب دے رکھا حدیث کے سامنے ہوتے ہوئے اس کے خلاف فقہ کی مانی جاتی ہے اور ہر طرح حدیث کو دھکا دیا جاتا ہے اس لئے میں اس کتاب میں ایسی ڈیڑھ سو حدیثیں نقل کرتا ہوں۔

کیا قہر ہے کیوں کر نہ اٹھے درد جگر میں
میری تو بغل خالی اور آپ اور کے بر میں

حنفیوں کو نصیحت

اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو حق سمجھنے، حق کہنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق اور ہمت دے۔ ایسا نہ ہو کہ حق کھل جانے کے بعد بھی کمزور قلب اور ناسازگاری ایام کی وجہ سے عمل نصیب نہ ہو صرف اس ڈر سے عمل چھوڑ دیں کہ ایسا کرنے سے لوگ غیر مقلد وہابی کہہ دیں گے، برادری میں اور شہر میں رہنا مشکل ہو جائے گا۔ اللہ ہمیں ناحق کو ناحق دکھائے اور اس پر سے عمل ہٹا لینے کی بھی توفیق اور ہمت دے، ایسا نہ ہو کہ

صرف عار کی وجہ سے، تعصب کی وجہ سے، ناک رکھنے کے لئے، بڑوں کی نہ جانے دینے کے لئے، ناحق پراڑ جائیں ’’والتوفیق بید اللہ‘‘ یاد رکھو بجز اللہ کے کوئی کسی کو نہ نفع پہنچا سکے گا، نہ نقصان، لوگ اگر دشمن بن جائیں تو ہمارا کیا بگاڑ لیں گے؟

ان قومى تجمعوا و يقتلوا
لا ابالى بجمعهم كل جمع مونث

اتفاق و اختلاف

یہ ظاہر ہے کہ حنفی، محمدی میں فرق ہے دونوں کی راہیں جدا جدا ہیں۔ گو نام لیوا دونوں ہی اسلام کے ہیں اور کلمہ بھی ایک، قبلہ بھی ایک ہے، اللہ بھی ایک ہے، رسول ﷺ بھی ایک ہیں، کعبہ بھی ایک ہے، لیکن چار سو سال کے ایکے کے بعد اب دوئی ہو گئی ہے اور ایسی کہ اٹھائے نہیں اٹھتی۔ اس لئے ہماری چاہت ہے کہ انہیں پھر ایک کر دیں۔ ہمارے نزدیک یہ کوئی مشکل امر بھی نہیں اس لئے کہ الحمد للہ کا اصول خفیوں کو بھی تسلیم ہے۔ یعنی حدیث کے ماننے میں دونوں متفق ہیں۔ صرف یہ دیر ہے کہ حدیث سامنے رکھی جائے اور فقہ کے غلط مسئلے سے ہٹا دیا جائے۔ اسی امید پر ہم نے اپنی کتاب کا لکھنا شروع کیا ہے۔ دوستو! دو دن کی زندگی ہے کل اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے پیغمبرؐ کے سامنے پیش ہونا ہے فکر کر لیجئے۔

کمر باندے ہوئے چلنے پہ یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

ختم مقدمہ

میں نے عہد اتنا طویل مقدمہ لکھا ہے تاکہ میرا مقصد آپ لوگوں کے سامنے آجائے۔ خفی بھائی جان لیں کہ فقہ خفی کی کتابیں ایسی ہیں جیسے چیونٹیوں بھرا کباب اور یہ بھی معلوم کر لیں بلکہ اپنی آنکھوں دیکھ لیں کہ ایک دو نہیں بیسیوں مسائل حدیث شریف کے صریح خلاف ہیں۔ مثلاً حدیث میں حلال ہے تو فقہ میں حرام ہے۔ یہ نقشہ آپ کو دکھا دے گا کہ حدیث و فقہ کے ان مسائل میں تضاد اور ضد ہے۔ اب میں ایک ایک حدیث مع الفاظ اور حوالہ اور ترجمہ نقل کرتا ہوں اور اسی طرح مع الفاظ اور ترجمہ اور حوالہ فقہ کی مہارت بھی جو اس حدیث کے صریح خلاف ہے۔

لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا

وہ حدیثیں جنہیں حنفی مذہب نہیں مانتا

عورت کی باری باندھنے کا مسئلہ:

(۱) ”عن ابی قلابہ عن انس قال من السنة اذا تزوج الرجل البكر على الشيب اقام عندها سبعا وقسم واذا تزوج الشيب اقام عندها ثلاثا ثم قسم قال ابو قلابہ ولو شئت لقلت ان انسار فعه الى النبي ﷺ“

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی سنت یہ ہے کہ بیوی والا جب اپنا اور نکاح کرے تو اگر کسی کنواری سے کیا ہے تو سات راتیں اس کے پاس گزارنے کے بعد باریاں تقسیم کرے اور اگر کسی رائے سے کیا ہے تو تین راتیں اس کے پاس گزار کر پھر باریاں تقسیم کرے۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۲۸۹ جلد دوم)

یہ حدیث بخاری مسلم کی ہے اور صاف لفظوں میں ہے کسی تشریح کی ضرورت نہیں لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا۔ حنفیوں کی سب سے اعلیٰ اور معتبر کتاب ہدایہ کتاب النکاح باب القیم ص ۳۲۹ میں ہے۔

”والقدیمہ والجدیدہ سو آء“

ترجمہ: ”یعنی پرانی بیوی اور نئی کی ہوئی باریوں میں برابر کی حقدار ہیں۔“

یعنی اگر پرانی پر کی ہے اور وہ کنواری ہے تو سات راتیں اس کے پاس گزار کر پھر باریاں باندھ ہے اور اگر وہ رائے ہے تو تین راتوں کا حق اسی کا ہے پھر باریاں باندھے۔ ایسا نہ کرے بلکہ شب اول سے ہی باریاں مقرر کر دے۔ حنفی بھائیو! حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور آپ کی فقہ کا مسئلہ بھی آپ کے سامنے

ہے کیا سچ بچ جو حدیث میں ہے آپ چھوڑ دیں گے؟ نہ مانیں گے؟ اور جو فقہ میں ہے اسے تمام لیں گے؟ اسی پر ایمان لائیں گے؟

خطا و نسیان کا مسئلہ:

(۲) ”عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال

ان الله تجاوز عن امتي الخطاء والنسيان وما
ستكروا عليه“

ترجمہ: یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری امت کی غلطی اور خطا سے اور بھول چوک سے اور جو ان سے جبراً کرنا کرایا جائے اس سے درگزر فرما کر معاف فرما دیا ہے۔ (رواہ ابن ماجہ والبیہقی، مشکوٰۃ، ص ۵۸۳، ج ۲)

یہ حدیث ابن ماجہ اور بیہقی کی ہے اس کے الفاظ صاف ہیں کہ جو کام بھولے چوکے ہو جائے وہ معاف ہے اس پر پکڑ نہیں۔ اسی اصول کے مطابق نماز میں جو غلطی سے یا بھولے سے بول چال لے اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ سیدنا معاویہ بن حکمؓ نے نماز میں کلام کیا لیکن رسول اللہ ﷺ سے یہ منقول نہیں کہ آپ نے انہیں اس نماز کے دہرانے کا حکم دیا ہو۔ سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ چار رکعت والی نماز میں رسول اللہ ﷺ نے دو پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ پھر جب آپ کو اطلاع دی گئی اور یقین ہوا تو جو دو رکعت چھوٹ گئیں تھیں انہیں ادا کر لیا اور دو سجدے سہو کے کر لئے یہ حدیث بخاری مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی روایت مسلم شریف میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ پس یہ حدیثیں صاف ہیں اس بارے میں کہ نماز

میں بھول کر یا بے علمی سے اگر کوئی کلام کر لے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا۔ حنفیوں کی سب سے اعلیٰ اور سب سے معتبر کتاب ہدایہ ”کتاب الصلوٰۃ“ ما یفسد الصلوٰۃ الخ“ ص ۱۱۳ میں ہے:

”ومن تکلم فی صلوٰۃ عامدا او ساهیا بطلت صلوٰۃ“

ترجمہ: ”یعنی جو شخص اپنی نماز میں کلام کر لے خواہ جان بوجھ کر یا بھولے چوکے سے اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔“

حنفی بھائیو! حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور آپ کی فقہ کا مسئلہ بھی آپ کے سامنے ہے کیا سچ مچ جو حدیث میں ہے آپ چھوڑ دیں گے؟ نہ مانیں گے؟ اور جو فقہ میں ہے اسے قہام لیں گے؟ اور اسی پر ایمان لائیں گے؟

میت کی طرف سے روزے کا مسئلہ:

(۳) ”عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ من

مات وعليه صوم صام عنه وليه“

ترجمہ: یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص مرجائے اس کی طرف

سے اس کے ولی روزہ رکھ لیں۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، ص ۱۷۸، ج ۱)

یعنی کسی کے ذمہ کچھ فرض روزے رمضان شریف کے وہ گئے اور اس کا انتقال ہو گیا تو وہ روزے اس کا ولی اس کی طرف سے قضا کر لے۔ یہ حدیث بخاری مسلم کی ہے علاوہ بالکل صحیح ہونے کے صاف ہے کہ مردے کی طرف سے اس کا ولی اس کے قضا شدہ روزے رکھ سکتا ہے بلکہ بخاری مسلم میں ہے کہ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا جس کا انتقال ہو گیا تھا آپ نے اس کی لڑکی کو اس کی طرف سے ان

روزوں کے رکھنے کا حکم دیا۔ لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا۔ حنفیوں کی سب سے اعلیٰ اور سب سے معتبر کتاب ”ہدایہ کتاب الصوم“ ص ۲۰۳ میں ہے:

”لا یصوم عنہ الولی“

ترجمہ: ”یعنی میت کی طرف سے اس کا ولی روزہ نہ رکھے“

حنفی بھائیو! حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور آپ کی فقہ کا مسئلہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ کیا سچ کچ جو حدیث میں ہے آپ اسے چھوڑ دیں گے؟ نہ مانیں گے؟ اور جو فقہ میں ہے اسے تمام لیں گے؟ اور اس پر ایمان لائیں گے؟

جانور کے پیٹ کے بچے کے ذبح کا مسئلہ:

(۴) ”عن جابر ان النبی ﷺ قال زکوة

الجنین زکوة امه“

ترجمہ: ”دارقطنی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں بھی یہ حدیث ہے یعنی

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں پیٹ کے اندر کے بچے کا ذبح اس کی ماں کا ذبح

کرنا ہے“ (رواہ ابوداؤد و الداری و رواہ الترمذی عن ابی سعید)

یعنی کسی جانور کو ذبح کیا اس کے پیٹ میں سے بچہ نکلا تو وہ بھی اس کی ماں کے ذبیحہ میں ہی داخل ہے اور اس کا کھانا حلال ہے یہ حدیث صاف ہے کہ جس جانور کو ذبح کریں اور اس کے پیٹ میں سے بچہ نکلے اس کا کھانا حلال ہے وہ ذبح شدہ ہے ابوداؤد میں یہ بھی ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم کسی مادہ کو ذبح کرتے ہیں اور اس کے پیٹ میں سے بچہ نکلتا ہے تو کیا اسے کھالیں یا پھینک دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کھالو اس کی ماں کا ذبیحہ اس کا ذبیحہ ہے۔ لیکن

حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا حنیفوں کی سب سے اعلیٰ اور سب سے معتبر کتاب
 ”ہدایہ کتاب الذبائح“ ص ۴۲۴ میں ہے:

”وَمَنْ لَحَرَ لِقَاعَهُ أَوْ ذَبَحَ بَقْرَةً فَوَجَدَ فِي بَطْنِهَا

جَنْيِنًا مِثْلًا لَمْ يَأْكُلْ أَشْعَرَ أَوْ لَمْ يَشْعُرْ“

ترجمہ: ”یعنی جس نے اونٹنی کو کائے کو ذبح کیا اور اس کے پیٹ سے مرا

ہوا بچہ نکلا تو اسے نہ کھایا جائے خواہ ذبح کرنے والے کو اس کا علم ہو یا نہ ہو“

حنفی بھائیو! حدیث بھی آپ کے سامنے ہے اور آپ کی فقہ کا مسئلہ بھی

آپ کے سامنے ہے۔ کیا سچ جو حدیث میں ہے آپ اسے چھوڑ دیں گے؟

مانیں گے؟ اور جو فقہ میں ہے اسے تمام لیں گے؟ اور اس پر ایمان لائیں گے؟

گھوڑے کی حلت کا مسئلہ:

(۵) ”عن جابر ان رسول اللہ ﷺ یوم خیبر

عن لحوم الحمر الاہلیۃ واذن فی لحوم الخیل“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گھریلو گدھوں کے

گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑوں کے گوشت کھانے کی اجازت دی“

(خلق علیہ سکوة، ص ۳۵۹، ج دوم)

ایک صحیح حدیث میں ہے سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم

نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا اور

روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے ہم نے گھوڑے کا گوشت کھایا یہ حدیث

علاوہ اعلیٰ درجہ کی صحیح ہونے کے کھلی دلیل صاف لفظوں میں ہے کہ گھوڑا حلال ہے

لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا حنیفوں کی سب سے اعلیٰ اور سب سے معتبر

کتاب ”ہدایہ کتاب الذبائح“ ص ۴۲۵ میں ہے:

”ویکرہ لحم الفرس عند ابی حنیفہ“

ترجمہ: ”یعنی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مکروہ ہے“

حنفی بھائیو! ایک طرف تو آپ کے سامنے حدیث رسول اللہ ﷺ ہے اور دوسری طرف آپ کے سامنے آپ کی فقہ کا مسئلہ ہے اب کیا آپ کا جی حدیث چھوڑنے اور فقہ کے لینے کو چاہتا ہے؟ کیا حدیث سے انکار کرنے یا در فقہ پر ایمان لانے کو آپ کا دل پسند کرتا ہے؟

ہاتھ کٹنے کی چوری کی مقدار کا مسئلہ:

(۶) ”عن عائشۃ عن النبی ﷺ قال لا تقطع ید

المسارق الا برع دینار فصاعدا“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے

مگر اس چوری پر جو چوتھائی دینار کی ہو“ (مشق علیہ، مشکوٰۃ، ص ۳۱۳، ج ۲)

پھر اس سے اوپر جو ہو خود نبی کریم ﷺ نے بھی یہی کیا۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ڈھال کے چور کا ہاتھ کاٹا جس کی قیمت تین درہم یعنی پاؤ دینار کی تھی۔ (بخاری مسلم) بلکہ مسند احمد میں ہے کہ پاؤ دینار میں ہاتھ کاٹ دو اس سے کم پر نہ کاٹو اور اس وقت پاؤ دینار تین درہم کا تھا یہ حدیث بخاری مسلم جیسی صحیح تر کتابوں کی ہے جو بالکل صحیح ہے اور ساتھ ہی صریح بھی ہے کہ چوتھائی دینار کی قیمت کی نقدی یا قیمت کی چیز چرانے والے کا شرعاً ہاتھ کاٹ دینا چاہیے لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا۔ حنفیوں کی سب سے اعلیٰ اور سب سے معتبر کتاب ”ہدایہ کتاب السرقة“ ص ۵۱۷ میں ہے:

”واذ سرق العاقل البالغ عشرة دراهم او ما يبلغ
قيمتہ عشرة دراهم مضروبة من حرز لا شبهة فيه
وجب عليه القطع“

ترجمہ: ”یعنی دس درہم یا ان کی قیمت کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی حد
واجب ہے“

پس حدیث میں تو تین درہم پر ہاتھ کاٹنا تھا لیکن حنفی مذہب میں تین درہم پر
ہاتھ کاٹنا نہیں بلکہ دس درہم پر ہے۔ حنفی بھائیو! حدیث رسول اللہ ﷺ بھی آپ
کے سامنے ہے اور آپ کی فقہ کا مسئلہ بھی آپ کے سامنے ہے بتلاؤ کسے مانو گے؟
حدیث کو یا فقہ کو؟ قول رسول اللہ ﷺ کو یا قول فقہا کو؟ ایمان رسول ﷺ پر لائے
ہو یا کسی امتی پر؟

رضاعت کا مسئلہ:

(۷) عن ام الفضل قالت ان النبی ﷺ قال لا

تحرم الرضعة والرضعتان“ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۲۷۲ ج دوم)

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک یا دو دفعہ منہ لگا

کر کسی عورت کا کوئی بچہ دودھ پی لے تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی“

بلکہ صحیح مسلم شریف کی ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی پوری
زندگی تک رضاعت یعنی دودھ پلانے کی حرمت کا حکم یہ رہا کہ پانچ مرتبہ پیٹ بھر کر
کوئی بچہ کسی عورت کا دودھ پئے تو حرمت رضاعت ثابت ہوگی بلکہ یہ بھی مروی ہے
کہ پہلے قرآن میں دس دفعہ کا حکم اترتا تھا پھر وہ منسوخ ہو کر پانچ مرتبہ کا پیٹ بھر کر

پی لینے کا حکم نبی کریم ﷺ کی پوری حیات تک باقی رہا۔ پس یہ حدیث صحیح اور صریح ہے کہ دودھ پلائی کی کمی زیادتی میں حکم کا فرق ہے لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا اس میں ایک دو دفعہ بچے کا دودھ پی لینا بھی حرمت ثابت کر دیتا ہے۔ چنانچہ حنفی مذہب کی سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ معتبر کتاب ”ہدایہ کتاب الرضاع“ ص ۳۳۰ میں ہے:

”قلیل الرضاع وکثیرہ سواء اذا حصل فی مدۃ

الرضاع یتعلق بہ التحريم

ترجمہ: ”یعنی تھوڑی رضاعت اور زیادہ برابر ہے دودھ پینے کے وقت میں حرمت کا تعلق اس سے ہو جائے گا“

یعنی دو ایک مرتبہ دودھ پی لینے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ حنفی بھائیو! کہو کیا اب تم وہ کہو گے اور مانو گے جو حدیث میں ہے کہ اگر کسی دودھ پیتے بچے نے کسی عورت کی چھاتی سے دو دفعہ دودھ پی لیا تو اس کی ماں کی طرح اس پر حرام نہیں ہوئی جب تک کہ کم سے کم پانچ مرتبہ پیٹ بھر کر اس کا دودھ نہ پی لے یا حنفی مذہب کی فقہ کے اس مسئلہ کو مانو گے کہ اگر ایک دو دفعہ بھی پی لیا تو بھی حرمت ثابت ہو گئی؟ کہو کس پر ایمان رکھو گے؟ اور کس پر ایمان نہ رکھو گے؟

ہیبہ کا مسئلہ:

(۸) ”عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله

ﷺ لا يرجع احد فی هبته الا الوالد من ولده“

(رواہ نسائی وابن ماجہ مشکوٰۃ کتاب البیوع ص ۲۶۱ ج اول)

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کوئی شخص کسی کو کوئی چیز

ہبہ کر دے بخش دے پھر وہ اسے واپس نہیں لے سکتا، سوائے باپ کے کہ وہ اپنی اولاد سے اپنی ہبہ کی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے۔“

اسی کے قریب قریب روایت ابو داؤد اور ترمذی میں بھی ہے، اور امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ اپنی ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینے والا کتے کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔ یہ حدیث صاف ہے کہ ہبہ کی ہوئی چیز کوئی واپس نہیں لے سکتا۔ لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ واپس لے سکتا ہے۔ حنفی مذہب فقہ کی اعلیٰ اور بہترین کتاب ”ہدایہ کتاب الہبہ“ ص ۲۷۳ میں ہے:

”وَإِذَا وَهَبَ هَبَةً لَا جَنْبِيَّ فَلَهُ الرُّجُوعُ فِيهَا“

ترجمہ: ”یعنی جو شخص کسی غیر شخص کو کوئی چیز ہبہ کرے تو اسے حق ہے کہ اسے واپس لے لے“

پس حدیث میں تو صاف ہے کہ اپنی ہبہ کی ہوئی چیز واپس نہیں لے سکتا اور حنفی مذہب میں صاف ہے کہ اپنی ہبہ کی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے۔

حنفی بھائیو! بتلاؤ اب ایمان کس پر ہے؟ اور کفر کس سے ہے؟ کیا حدیث کو مان کر فقہ کو چھوڑ دگے؟ یا فقہ کو مان کر حدیث کو چھوڑ دگے؟

باپ کے ہبہ کا مسئلہ:

(۹) پر جو حدیث ہے اسے دوبارہ پڑھ جائیے اس میں یہ بھی ہے کہ باپ اپنی اولاد کو جو ہبہ کرے وہ واپس لے سکتا ہے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے حنفی مذہب کی اسی معتبر اور اعلیٰ کتاب کے اسی صفحہ میں ہے:

”بخلاف هبة الوالد لولده“

ترجمہ: ”یعنی اجنبی شخص کو ہبہ کی ہوئی چیز تو واپس لے سکتا ہے لیکن باپ جو اپنے لڑکے کو کوئی چیز ہبہ کرے تو اسے وہ واپس نہیں لے سکتا“

آپ نے خیال فرمایا؟ حدیث میں تھا کہ غیر کو دی ہوئی چیز واپس نہیں لے سکتا تو فقہ میں ہے کہ لے سکتا ہے، حدیث میں تھا کہ باپ جو چیز اپنے بیٹے کو ہبہ کرے وہ واپس لے سکتا ہے تو فقہ میں ہے کہ نہیں لے سکتا۔ اب اے حنفی بھائیو! بتلاؤ تم کیا کہتے ہو؟ آیا ہم مسلمان حدیث پر عمل کر کے یہ مانیں کہ باپ اپنے بیٹے سے اپنا ہبہ واپس لے سکتا ہے یا حنفی مذہب پر عمل کر کے یہ مانیں کہ نہیں لے سکتا؟ بتاؤ حدیث کو لیں یا فقہ کو؟ رسول اللہ ﷺ کی مانیں یا کسی امتی کی؟ اتباع سنت کریں یا تقلید شخصی؟

مہر کا مسئلہ:

(۱۰) ”عن جابر ان رسول الله ﷺ قال من

اعطى فى صداق امراته مالا كفيه سويقا او تمرا

فقد استجّل“ (رداۃ ابو داؤد، مشکوٰۃ کتاب النکاح ج ۷، ص ۲۷۷، ج ۲)

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس شخص نے اپنی بیوی

کے مہر میں مٹھی بھر ستویا کھجوریں دیدیں اس نے اسے حلال کر لیا“

یہ حدیث صاف ہے کہ مہر کی کم سے کم مقدار کا تعین شارع علیہ السلام نے نہیں کیا جو کچھ بھی مہر مقرر ہو جائے وہ معتبر ہے ایک صحابی سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جاؤ لو ہے کی ایک انگوٹھی ملے تو وہی اس عورت کی مہر کے لئے تلاش کر کے

لاؤ (بخاری، مسلم)۔ بنو فزارہ کی ایک عورت کا مہر دو جوتیاں دینی ٹھہری تھیں اور نبی کریم ﷺ نے اسی کو برقرار رکھا (ترمذی)۔ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کا مہر یہی تھا کہ ابو طلحہ مسلمان ہو جائیں (نسائی)۔ ایک صحابیہ کا مہر اللہ کے رسول ﷺ نے یہ ٹھہرایا تھا کہ قرآن کی جو سورتیں ان کے خاوند کو یاد ہیں وہ انہیں سکھادیں۔ (بخاری، مسلم)

لیکن حنفی مذہب ان احادیث کو نہیں مانتا، حدیث میں تو آپ نے دیکھ لیا کہ تھوڑا بہت جو مہر مقرر ہو جائے نکاح ہو جائے گا۔ لیکن حنفی مذہب میں ہے کہ دس درہم سے کم مہر نہیں ہونا چاہیے، چنانچہ حنفی مذہب کی اعلیٰ اور معتبر کتاب ”ہدایہ کتاب النکاح“ ص ۳۰۴ میں ہے:

”واقل المهر عشرة دراهم“

ترجمہ: ”یعنی کم سے کم مہر دس درہم کا ہے“

اس سے آگے لکھا ہے:

”ولو سمي اقل من عشرة فلها العشرة عندنا“

ترجمہ: ”یعنی اگر کسی کا نکاح دس درہم سے کم مہر پر ٹھہرا کر ہوا ہے تو وہ

نامعتبر ہے اس عورت کو مہر میں دس درہم ہی دلوائے جائیں ہمارا حکم یہی ہے“

حنفی بھائیو! حدیث رسول اللہ ﷺ بھی آپ کے سامنے ہے اور آپ مذہب کے امام اور فقہا کا قول بھی آپ کے سامنے ہے، جسے لینے کا ایمان تقاضا کرے اسے لے لیجئے اور جسے چھوڑنے میں آخرت کا نقصان نہ ہو اسے چھوڑیئے۔ غور و تامل کے بعد فیصلہ کیجئے کہ کیا حدیث رسول ﷺ مانیں گے یا قیاس علماء؟ کلام رسول ﷺ اچھا یا فقہا کی رائے؟ ایمان کے لائق کیا اور انکار کے قابل کیا؟

پائی ہو چیز کا مسئلہ:

(۱۱) ”عن خالد الجهنی قال رسول اللہ ﷺ فان جاء صاحبها فعرف عفاصها وعددها ووكانها فاعطها اياه“ (صحیح مسلم شریف، ج دوم، مع نووی، ص ۷۹)

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں پھر اگر اس گمشدہ پائی ہوئی چیز کا مالک آجائے اور وہ اس کی ہتھیلی کو اس کی گنتی کو اس کے سر بند کو بتلائے تو اسے وہ دیدے“

اس حدیث میں صاف ہے کہ جو گری پڑی گمشدہ چیز کسی کو مل جائے اور وہ اسے اٹھالے، پھر جب کوئی اس کے صریح نشانات صحیح صحیح بتلا دے، تو اس پر حق ہے کہ وہ چیز واپس کر دے۔ لیکن حنفی مذہب اس کو نہی مانتا وہ کہتا ہے کہ جب تک اپنی ملکیت کا ثبوت اور گواہ نہ دے اسے نہ دے علامت بتلانے پر اسے دیے دینا ضروری نہیں کہ یہ مجبور ہو کر صرف نشانات دینے پر ہی ویدے مجبور نہیں یوں اسے اختیار ہے۔ چنانچہ حنفی مذہب فقہ کی اعلیٰ اور بہترین کتاب ”ہدایہ“ جلد دوم کتاب اللقطہ، ص ۵۹۷ میں ہے:

”واذا حضر رجل فادعى اللقطة لم تدفع اليه حتى يقيم البينة فان اعطه علامتها حل للملتقطان يدفعها اليه ولا يجبر على ذلك في القضاء“

ترجمہ: ”یعنی جب کوئی آکر اس گری پڑی پائی ہوئی چیز کا دعویٰ کرے تو اسے نہ دی جائے گی۔ جب تک کہ وہ شہادت ثبوت پیش نہ کرے، علامتیں بتلانے سے اسے دینا گویا تو ہے لیکن ضروری نہیں، قضاء وہ مجبوری

نہیں کہ خواہ مخواہ علامت بتلاتے ہی واپس ضرور ہی کر دے۔“

علامت کی تشریح اسی کتاب میں ان لفظوں سے کی ہے:

”مثل ان یسمی وزن الدرہم وعد دھاو
وکاٹھا ووعاٹھا“

ترجمہ: ”یعنی درہموں کا وزن بتلا دے، ان کی گنتی بتلا دے اس کا
سر بند بتلا دے“

حنفی بھائیو! حدیث رسول اللہ ﷺ آپ کے سامنے ہے وہ صاف کہتی ہے
کہ جو ان علامتوں کو بتلا دے اسے چیز واپس دیدی جائے اور آپ کے مذہب کی
فقہ بھی آپ کے سامنے ہے جو کہتی کہ حکماً اسے واپس کرنا ضروری نہیں، پس اب کیا
حدیث کو مانو گے؟ یا قیاس کو؟ فرمان رسول ﷺ مانو گے یا قول فقہ کو؟

گمشدہ اونٹ کا مسئلہ:

(۱۲) گری پڑی چیز کے احکام جب اللہ کے رسول ﷺ بیان فرماتے ہیں
تو راوی آپ سے پوچھتے ہیں کہ:

”فضالة الغنم“

ترجمہ: ”گمشدہ بکری پکڑ لینے کی بابت کیا فرمان ہے؟“

آپ جواب دیتے ہیں:

”ھی لک اولاً خیک اول للذئب“

ترجمہ: ”وہ تیرے ہاتھ لگ گئی تو اور کسی کے ہاتھ لگ گئی تو تو خیر

ورنہ پھر بھیڑیا لے جائے گا“

وہ پوچھتے ہیں:

”فضالة الابل“

ترجمہ: ”گمشدہ اونٹ کے پکڑ لینے کی نبت کیا فرمان ہے؟

آپ جواب دیتے ہیں:

”مَالِكٌ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحَذَّاءُهَا تَرُدُّ الْمَاءَ

وَتَاكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا“

ترجمہ: ”تجھے اس سے کیا واسطہ؟ اس کے ساتھ اس کی مشک ہے اس

کے موزے ہیں، آپ پانی لے لے گا، آپ دوختوں سے اپنا پیٹ بھر لے

گا، یہاں تک کہ اس کا مالک اسے پالے“

(بخاری، مسلم مشکوٰۃ کتاب البیوع، ص ۲۶۲، ج ۱)

مسلم شریف کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس سوال پر آپ سخت غضب ناک

ہوئے، چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور یہ جواب دیا۔ ایک روایت میں صاف الفاظ

ہیں کہ اونٹ کو نہ پکڑ، یہ حدیث آپ کے سامنے ہے۔ بخاری مسلم کا حوالہ اس کی

صحت کا پورا ضامن ہے، حدیث میں گشدہ بکری اور اونٹ میں کیا فرق ہے، لیکن

حنفی مذہب اسے نہیں مانتا۔ حنفی مذہب کی بہترین اور معتبر تر کتاب ”ہدایہ

“ ج ۲، کتاب اللقطۃ، ص ۵۹۵ میں ہے:

”وَيَجُوزُ الْاِلْتِقَاطُ فِي الشَّاةِ وَالْبَقَرِ وَالْبَعِيرِ“

ترجمہ: ”یعنی گشدہ بکری گائے اونٹ سب کو پکڑ لینا جائز ہے“

حنفی بھائیو! یہ ہے حدیث رسول ﷺ آپ کے سامنے جو گشدہ بکری اور

اونٹ کے درمیان فرق کرتی ہے۔ اور یہ ہے آپ کی فقہ حنفی جو دونوں کو ایک کرتی ہے۔ فرمائیے جناب کا دل کس طرف جھکتا ہے؟ حدیث لیں گے یا قیاس؟ فقہ فقیہ لیں گے؟ یا قول رسول اللہ ﷺ؟

عورت کی میت کے غسل کا مسئلہ:

(۱۳) رسول اللہ ﷺ کی بڑی صاحب زادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوتا ہے، آپ بیٹھے ہوئے مسائل بتلاتے جاتے ہیں اور گھر کی عورتیں غسل و کفن میں مشغول ہیں۔ اس واقعہ کے بیان میں حدیث میں یہ لفظ آتے ہیں:

”فضفرنا شعرها ثلثة قرون فالتقيناها خلفها“

ترجمہ: ”یعنی ہم نے ان کے بالوں کی تین ٹہیں کر کے پس پشت ڈال

دیں“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ کتاب الجنائز، ص ۱۴۳، ج ۱)

لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا چنانچہ حنفی مذہب کی سب سے اعلیٰ اور معتبر کتاب ”ہدایہ فصل فی التکفین“ ص ۱۵۹ میں ہے:

”يجعل شعرها ضفرتين علمه صدرها فوق

الدرع“

ترجمہ: ”یعنی میت عورت کے بالوں کی دو ٹہیں بنا کر سینے پر ڈال دی جائیں“

حنفی بھائیو! حدیث آپ کے سامنے ہے اس میں تین ٹہیں بنانے کا ذکر ہے اور آپ کی فقہ بھی آپ کے ساتھ ہے۔ اس میں دو ٹہیں بنانے کا ذکر ہے حدیث آپ کے سامنے ہے اس میں ٹہیں میت کی کمر پر چھوڑنے کا ذکر ہے۔ آپ کی فقہ بھی آپ کے سامنے ہے جس میں سینے پر رکھنے کا ذکر ہے، اب غور کر کے پسند کر لو کہ حنفی

مذہب اچھا لگتا ہے یا محمدی مذہب؟ فقہ کے ماننے کو دل چاہتا ہے یا حدیث کی طرف
دل کھینچتا ہے؟

جمعہ کے خطبے کے وقت کی نماز کا مسئلہ:

(۱۴) ”عن جابر قال قال رسول الله ﷺ وهو

يخطب اذا جاء احدكم يوم الجمعة والامام يخطب

فليركع ركعتين وليتجاوز فيهما“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا جب تم

میں سے کوئی جمعہ کے دن امام کے خطبہ پڑھنے کی حالت میں آئے تو وہ دو

رکعتیں پڑھ لے اور ذرا ہلکی پڑھ لے“ (رداء مسلم، مکتوۃ، ج ۱، کتاب الجمعہ، ص ۱۲۳)

بلکہ صحیح بخاری مسلم میں حدیث ہے کہ آپ کے خطبہ جمعہ پڑھتے ہوئے ایک

صحابی آئے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے دو رکعتیں ادا کر لی

ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں پڑھیں تو آپ نے فرمایا اٹھو اور دو رکعتیں پڑھ لو

وغیرہ۔ لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا چنانچہ حنفی مذہب کی فقہ کی معتبر اور اعلیٰ

کتاب ”ہدایہ کتاب الصلوٰۃ، ص ۱۵۱ باب صلوٰۃ الجمعہ“ میں ہے:

”اذا خرج الامام الجمعة ترك الناس الصلوة

والكلام“

ترجمہ: ”یعنی جمعہ کے دن امام کے نکلنے ہی لوگوں کو نہ کوئی نماز پڑھنی

چاہیے اور نہ کوئی بات کرنی چاہیے“

ص ۷۰ میں ہے:

”ولا اذا خرج الامام للنخبة الخ“

ترجمہ: ”یعنی جب جمعہ کے دن امام خطبے کے لئے نکل آیا پھر نفل نہ پڑھے“

حنفی بھائیو! حدیث آپ کے سامنے ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا حکم موجود ہے کہ امام کے خطبے کی حالت میں جو آئے وہ دو رکعت ادا کر لے خود آپ نے ایسے شخص کو دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا اور اپنے سامنے پڑھوائیں اور آپ کی فقہ کا مسئلہ بھی آپ کے سامنے ہے کہ یہ رکعتیں نہ پڑھے۔ اب کہو رسول اللہ ﷺ کی حکم برداری کرو گے یا اپنے مذہب کی؟ تمہارا دل کس پر ایمان لانے کو چاہتا ہے؟ اور کس سے منکر ہونے کو؟ اپنے لئے جو راہ چاہیں اختیار کر لیں۔

ایک وتر کا مسئلہ:

(۱۵) ”عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ صلوة الليل مثنى مثنى فاذا خشي احدكم الصبح صلى ركعة واحدة توتر له ما قد صلى“
ترجمہ: ”یعنی رات کی نماز دو دو رکعت کر کے ہے جب صبح کے ہو جانے کا ڈر لگنے لگے تو ایک رکعت وتر پڑھ لے“ (متفق علیہ بحوالہ کتاب الصلاة)

یہ حدیث بخاری مسلم جیسی حدیث کی صحیح تر کتاب میں ہے اپنے مطلب میں واضح ہے کہ وتر ایک رکعت ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ وتر ایک رکعت ہے۔ ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں ہے جو ایک وتر پڑھنا چاہے وہ پڑھ لے باوجود ان صحیح حدیثوں کے حنفی مذہب ایک وتر کا قائل نہیں۔ وہ ان حدیثوں کو نہیں مانتا، چنانچہ حنفی مذہب کی معتبر اور بہتر کتاب ”ہدایہ، کتاب الصلوة، باب صلوة الوتر، ص ۱۲۴“ میں ہے:

”الوتر ثلاث رکعات“

ترجمہ: ”یعنی وتر تین رکعت ہیں“

حنفی بھائیو! حدیث کے ایک وتر کا حنفی مذہب مخالف ہے فرمائیے آپ کے مانیں گے، امتی ہو کر رسول ﷺ کی مانیں گے یا مقلد ہو کر فقہ کی؟

نماز استسقاء کی مسئلہ:

(۱۶) ”عن عبد اللہ بن زید قال خرج رسول اللہ ﷺ بالناس الی المصلی یمسقی فصلی بہم رکعتین جہر فیہا بالقراءۃ واستقبل القبلة یدعوا و رفع یدییہ و حول ردائہ، حین استقبل القبلة“

ترجمہ: ”یعنی نماز استسقاء کے لئے رسول اللہ ﷺ صحابہؓ کو لے کر عید گاہ تشریف لے گئے وہاں بلند آواز سے دو رکعت نماز آپ نے پڑھائی۔ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر اونچے ہاتھ کر کے دعا مانگی اور قبلہ رخ ہی تھے کہ اپنی چادر پٹائی“ (شلق علیہ، مشکوٰۃ، ص ۱۳۱، ج ۱ باب الاستسقاء)

یہ بخاری مسلم جیسی بہترین صحیح ترین کتابوں کی حدیث ہے اپنے مطلب میں صاف ہے ظاہر ہے کہ استسقاء یعنی بارش کی دعا میں رسول اللہ ﷺ نے نماز باجماعت ادا فرمائی۔ لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا۔ چنانچہ حنفیوں کی بہترین کتاب ”ہدایہ، ج ۱، باب الاستسقاء، ص ۱۵۶“ میں ہے:

”قال ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ لیس فی الاستسقاء صلوۃ مسنونۃ فی جماعۃ“

ترجمہ: ”استقاء کے موقعہ پر نماز باجماعت مسنون نہیں ہے“

کہو خفی بھائیو کیا ارادہ ہے؟ فرمان رسول اللہ ﷺ لو کے یا قول امام لو مے؟ دونوں آپ کے سامنے ہیں۔ اہلحدیث بنو یا اہل فقہ بنو؟ محمدی بنو یا خفی؟ تمہیں اختیار ہے۔ اقرار و انکار کی گنجائش ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ امام صاحبؒ کے اس فتوے کو آپ کے دونوں شاگردان رشید نے بھی نہیں مانا یعنی امام محمد اور امام ابو یوسف بھی یہاں تقلید امام ابو حنیفہؒ نہیں کرتے۔

نصاب زکوٰۃ کا مسئلہ:

(۱۷) ”عن ابی سعید الخدری ان النبی ﷺ قال لیس فی حب ولا تمر صدقة حتی يبلغ خمسة اوسق“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو دانے اور جو کھجوریں پانچ دس سے کم ہوں ان میں زکوٰۃ فرض نہیں“

(رداء لتسائی، مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ، ص ۱۵۹، ج ۱، باب ما يجب فی الزکوٰۃ)

دارقطنی میں بھی حدیث ہے کہ پانچ دس سے کم میں زکوٰۃ نہیں بخاری مسلم میں بھی فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ:

”لیس فی مادون خمسة اوسق صدقة“

ترجمہ: ”یعنی پانچ دس سے کم کھجوروں میں زکوٰۃ نہیں“

ان حدیثوں کو خفی مذہب نہیں مانتا وہ کہتا ہے:

”قال ابو حنیفة فی قليل ما اخرجته الارض“

و كثيره الحشر سو آء سقى سيحا (ماء جاريا) او سقة
السماء الا القصب والحطب والحشيش

ترجمہ: ”یعنی امام ابو حنیفہ کا فرمان ہے کہ زمین سے جو بھی پیداوار
ہو خواہ کم ہو خواہ زیادہ دسواں حصہ زکوٰۃ کا دینا پڑے گا سوائے بانس اور
کلڑی اور گھاس کے“

حنفی بھائیو! حدیث آپ کے سامنے ہے کہ جو پانچ وقت سے کم اناج اور کھجور
وغیرہ ہو اس میں زکوٰۃ نہیں اور حنفی مذہب بھی آپ کے سامنے ہے کہ اس میں بھی
زکوٰۃ ہے اب آپ کو اختیار ہے کہ اسے مانیں یا اسے مانیں؟ اس پر ایمان رکھیں یا
اس پر اس سے انکار کریں یا اس سے۔

جلد خراب ہو جانے والی ترکاریوں کی زکوٰۃ کا مسئلہ:

(۱۸) عن معاذ انه كتب الى النبي ﷺ يسأله

عن الخضر اوات وهي البقول قال ليس فيها شئ

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سبز ہری ترکاریوں میں

زکوٰۃ نہیں ہے“ (ترمذی)

حنفی مذہب اسے بھی نہیں مانتا، چنانچہ اوپر اس سے پہلے نمبر ۷ میں ہدایہ کی
عبارت گزاری ہے، جس میں موجود ہے کہ زمین سے جو پیداوار ہوتی ہے اس
میں زکوٰۃ واجب ہے۔ حنفی بھائیو! اب آپ کو اختیار ہے کہ سبز اور ہری ترکاریوں
میں زکوٰۃ نہ مان کر رسول اللہ ﷺ کو سچا سمجھیں یا ان میں بھی زکوٰۃ مان کر کسی اور
کو سچا سمجھیں۔ خواہ حدیث کو ماننے خواہ اپنی فقہ کو۔

سورج گرہن کی نماز کا مسئلہ:

(۱۹) ”عن عائشة قالت ان الشمس خسفت على عهد رسول الله ﷺ فبعث مناديا الصلوة جامعة فتقدم فصلى اربع ركعات فى ركعتين واربع سجادات الخ“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں سورج گہن کے موقع پر آپ نے منادی کے ذریعے اعلان کرایا کہ نماز کے لئے جمع ہو جاؤ، پھر آپ نے آگے بڑھ کر دو رکعتیں پڑھائیں ہر رکعت میں دو دو رکوع کئے اور چار سجدے کئے“ (مشفق علیہ، مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۱۲۹، باب صلوٰۃ الخوف)

یہ حدیث صاف ہے کہ گہن کی نماز کی ہر رکعت میں دو رکوع ہیں لیکن حنفی مذہب اس کی اور صحیح اور صریح حدیث کو نہیں مانتا۔ چنانچہ حنفیوں کی معتبر کتاب ”ہدایہ، باب صلوٰۃ الکسوف، ص ۱۵۵“ میں ہے:

”اذا كسفت الشمس صلى الامام بالناس ركعتين كهيئة النافلة فى كل ركعة ركوع واحد“
ترجمہ: ”یعنی سورج گہن کی نماز امام دو رکعت پڑھائے جیسے اور نفل نماز کی ہیئت ہے ہر رکعت میں ایک رکوع کرے۔“

حنفی بھائیو! یہ ہے بخاری مسلم کی حدیث رسول ﷺ اور یہ ہے ہدایہ کی فقہ کا مسئلہ، فرمائیے آپ کے مقبول کریں گے اور کسے مردود؟

جلسہ استراحت کا مسئلہ:

(۲۰) ”عن مالک ابن الحویرث انه رأى
النبي ﷺ فاذا كان في وتر من صلوته لم ينهض
حتى يستوي قاعدا“

ترجمہ: ”یعنی سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ
کی نماز اس طرح دیکھی کہ آپ جب پہلی رکعت سے یا تیسری رکعت سے کھڑا
ہونا چاہتے تو سجدے سے اٹھ کر جب تک اچھی طرح ٹھیک ٹھاک درنگی سے نہ
بیٹھ جاتے کھڑے نہ ہوتے تھے“ (بخاری، مشکوٰۃ، ص ۷۵، ج ۱، باب صفۃ الصلوۃ)

یہ حدیث علاوہ اعلیٰ مرتبے کی صحیح ہونے کے بہت کھلے لفظوں میں بیان کرتی
ہے کہ جب پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ کر کے دوسری رکعت کے لئے اٹھنا چاہتے تو
سجدے سے اٹھ کر اچھ طرح بیٹھ کر پھر اٹھے۔ لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا
وہ کہتا ہے ہر گز نہ بیٹھے چنانچہ حنفی مذہب فقہ کی بہترین
کتاب ”ہدایہ، ص ۹۳، جلد اول، باب صفۃ الصلوۃ“ میں ہے:

”واستوی قائما علی صدور قد میہ ولا یقع“

ترجمہ: ”یعنی اپنے پیوں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے بیٹھے نہیں“

حنفی بھائیو! حدیث و فقہ آپ کے سامنے ہیں، حدیث میں ہے کہ بیٹھے حنفی
مذہب میں ہے کہ نہ بیٹھے، اب کہوں تم کیا کرو گے؟ حنفی بن کر نہ بیٹھو گے یا اہلحدیث
بن کر بیٹھ جایا کرو گے؟ میرا مشورہ تو یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو نہ چھوڑ دو گوتہیں
دنیا چھوڑ دے آگے تمہیں اختیار ہے۔

گٹری پر مسح کا مسئلہ:

(۲۱) "عن المغيرة بن شعبة ان النبي ﷺ

توضاء فمسح بناصيته وعلى العمامة وعلى الخفين"
ترجمہ: "یعنی رسول اللہ ﷺ نے وضو کرتے ہوئے پیشانی کے اوپر کے
بالوں پر اور گٹری پر مسح کیا" (رداء مسلم، مشکوٰۃ، جلد اول، ص ۳۶، باب من الوضوء)

یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور صاف ہے کہ جو شخص صافہ باندھے ہوئے ہو وہ
وضو کرتے ہوئے اپنے صافے پر مسح کر لے لیکن حنفی مذہب اس حدیث کا منکر ہے وہ
کہتا ہے کہ عمامہ پر مسح نہ کرے چنانچہ فقہ کی معتبر تر کتاب "ہدایہ، کتاب
الطہارت، ص ۳۳، جلد اول" میں ہے:

"ولا يجوز الممسح على العمامة"

ترجمہ: "یعنی عمامے پر مسح کرنا جائز نہیں"

حنفی بھائیو! کیا آپ ہدایہ کے مقلد ہو کر یہی سمجھیں گے کہ رسول اللہ
ﷺ نے ناجائز فعل کیا؟ کیا حدیث کے مقابلے میں آپ فقہ کو لیں گے؟

تیمم کا مسئلہ:

(۲۲) "عن عمار فضرب النبي ﷺ بكفيه

لارض ونفخ فيهما ثم مسح بهما وجهه وكفيه"

ترجمہ: "یعنی نبی کریم ﷺ نے تیمم کر کے بتلایا اس طرح کہ اپنے

دونوں ہاتھ مٹی پر مارے اور انہیں پھونک کر اپنے چہرے پر مل لیا اور دونوں

تھیلیاں مل لیں" (رداء البخاری، مسلم، مشکوٰۃ، باب التیمم، ص ۳۷، جلد اول)

یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور صاف بتلا رہی ہے کہ تیمم میں صرف دھب

مرتبہ مٹی پر ہاتھ مارنے کافی ہیں لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ دو مرتبہ مٹی پر ہاتھ مارنے چاہئیں، چنانچہ حنفیت مذہب کی اول درجے کی کتاب ’ہدایہ، ص ۳۴ باب التیمم، جلد اول‘ میں ہے:

”التیمم ضربتان“

ترجمہ: ”یعنی تیمم میں دو مرتبہ مٹی پر ہاتھ مارے“

حنفی بھائیو! سنو ہم مانتے ہیں کہ ایک ضعیف سی حدیث میں دو دفعہ مٹی پر ہاتھ مارنا بھی آیا ہے اگر کوئی اس حدیث کو مان کر عمل کر بھی لے تو اور بات ہے یہاں ہمارا مطلب اس بحث سے نہیں بلکہ یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس صحیح حدیث کو حنفی حضرات نہیں مانتے۔ حدیث پر ایمان رکھنے والا زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا تھا کہ اصل مسنون طریقہ ثابت شدہ تو یہی ہے کہ تیمم ایک ہی ضرب سے کرے لیکن ایک ضعیف روایت میں دو ضربیں بھی آئی ہیں۔ بس اس کے کیا معنی؟ کہ ایک تعلیم رسول ﷺ کو ایک فعل پیغمبر کو مہمل قرار دیا جائے اس پر نہ ایمان رکھا جائے نہ اس پر عمل کیا جائے بلکہ یہ حدیث سامنے رکھتے ہوئے اس سے انکار کیا جائے اور فقہ میں مسئلہ لکھا جائے کہ یہ جائز ہے اور اسی پر عمل و عقیدہ رکھا جائے ہے کوئی جو ایمان کو بچا کر اس فعل رسول کو ناجائز کہہ دے؟ جو صراحت و صحت کے ساتھ اللہ کے محترم رسول ﷺ سے ثابت ہو؟ اسی طرح یہ اصول ہم اہلحدیثوں کا ہر اس جگہ ہے جہاں کسی فعل کی نقل یا حکم دو طرح پر ہو کہ ”کل من عند ربنا“ ہر بات ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ اگر کسی فعل کے کئی طریق احادیث صحیحہ سے ثابت ہوں تو ہم سب کو مانتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک تو شافعی لے لے، ایک حنفی لے لے، ایک مالکی لے لے، ایک حنبلی لے لے۔ یہ کوئی بادا کی میراث نہیں یہاں تو ہر مسلمان ہر فعل و فرمان نبی ﷺ کے ماننے کا مکلف ہے۔ یہ تفرقہ، یہ حد بندی، یہ تقسیم اللہ کو سخت نا

پسند ہے اسی کے معنی دین کے کلڑے کلڑے کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت معیوب ہے۔

دوہری اذان کا مسئلہ:

(۲۳) ”عن ابی محذورۃ قال القی علی

رسول اللہ ﷺ التاذین هو بنفسه ثم تعود فتقول الخ“
ترجمہ: ”یعنی ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو خود رسول کریم ﷺ نے
اذان سکھائی“ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ باب الاذان، جلد اول، ص ۶۳)

اس میں آپ نے یہ بھی بتلایا کہ ”اشہد ان محمد رسول اللہ“ تک کہہ کر پھر دوبارہ ”اشہد ان لا الہ الا اللہ“ کو دوسرے مرتبہ اور
”اشہد ان محمد رسول اللہ“ کو دوسرے مرتبہ کہیں۔ دوسری روایت
میں ہے کہ اس طرح انیس (۱۹) کلموں کی اذان آپ نے سکھائی الخ۔ یہ لمبی
حدیث پوری اذان کی بالکل صحیح آپ کے سامنے ہے اور اس میں دوبارہ ان
چاروں کلمات کے دوہرانے کا فرمان و تعلیم پیغمبر ﷺ موجود ہے۔ لیکن حنفی
مذہب اسے نہیں مانتا۔ وہ اس کا بالکل منکر ہے۔ چنانچہ حنفیوں کا معتد
کتاب ”ہدایہ، جلد اول، باب الاذان، ص ۷۰“ میں ہے:

”ولا ترجیع فیہ“

ترجمہ: ”یعنی اذان میں اس طرح ان چاروں کلمات کو دوہرائے نہیں“

میں اوپر تنبیہ کر چکا ہوں کہ الحمد للہ ہر صحیح حدیث کو، محمدی ہر فرمان محمد کو
(ﷺ) سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ وہ ایک کے مومن ایک کے منکر نہیں ہوتے۔ یہ
عادت مذہبی لوگوں میں ہے کوئی اس سے منکر ہے کوئی اس سے منکر ہے۔ حنفی بائیں

چلتا ہے تو شافعی دائیں۔ اس کی دوڑ مشرق کی طرف ہوتی ہے تو وہ اپنی نگاہ مغرب کی طرف جماتا ہے۔ الحمد للہ اللہ کے فضل سے اللہ کے رسول ﷺ کے اشاروں پر دوڑتے ہیں جدھر نگاہ رسول ﷺ اٹھی اسی طرف یہ لپکے۔ دائیں لے جائیں تو اور بائیں لے جائیں تو آگے دوڑائیں تو اور پیچھے ہٹائیں تو ہمیں وہ حدیث بھی مسلم ہے جس میں دہرانا مروی نہیں کیل تاک میں ہے۔ لگام منہ میں ہے کے سر پہ ہے۔ جہاں نرمادیا نرم ہو گئے جہاں گرمادیا گرم ہو گئے۔

تیمم کا مسئلہ:

(۲۴) "عن عمار.....ثم مسح بهما وجهه وكفيه"

ترجمہ: "یعنی نبی کریم ﷺ نے تیمم کا طریقہ سکھاتے ہوئے اپنے ہاتھ

اپنے چہرے پر ملے اور دونوں پہنچوں پر" (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، ص ۵۳، ج ۱، باب التیمم)

اس طرح یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے یہی حکم دیا۔ لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ ہاتھوں کو پہنچوں تک نہ ملے بلکہ کہنیوں تک ملے۔ چنانچہ حنفی مذہب فقہ کی معتبر کتاب "ہدایہ جلد اول باب التیمم ص ۳۴" میں لکھا ہے:

"وبالاحرى يديه الى المرفقين"

ترجمہ: "یعنی تیمم کے لئے جو دوسری ضرب لگائے اس سے دونوں

ہاتھ کہنیوں تک ملے"

حنفی بھائیو! میرے کلمہ گو بھائیو! اللہ کی قسم اعتراض کے طور پر نہیں کہہ رہا آپ کو ستانا یا شرمندہ کرنا یا الزام دینا مقصود نہیں بلکہ مقصود آگاہ کرنا ہے حدیث پہنچانا ہے۔ فقہ وحدیث کا مقابلہ دکھانا اور حدیث کے عمل پر آمادہ کرنا ہے اللہ ہمیں اپنے رسول ﷺ کا سچا تابعدار بنائے آمین! کہو اب حدیث کو مانو گے یا فقہ کو؟ قول

رسول ﷺ کو لو گے یا قول امام کو؟ حدیث کے فعل پر عمل رہے گا یا فقہ کے فرمان پر؟ اگر کوئی اور حدیث کہنی تک کی ہوتی تو بھی اس سے انکار تو نہیں ہو سکتا؟

ایک حدیث کے آدھے حصے کا اقرار اور آدھے کا انکار:

(۲۵) ”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ

ﷺ من ادرك ركعة من الصبح قبل ان تطلع

الشمس فقد ادرك الصبح ومن ادرك ركعة من

من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرك العصر“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے صبح کی ایک

رکعت آفتاب کے نکلنے سے پہلے پالی اس نے صبح کی نماز پالی اور جس نے عصر کی

ایک رکعت آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے پالی اس نے عصر کی نماز پا

لی“ (مشق علیہ، مشکوٰۃ، ص ۶۱، باب تجلیل الصلوٰۃ)

آپ کے سامنے یہ حدیث ہے، صبح اور عصر کا ایک ہی حکم ہے لیکن حنفی مذہب

اسے نہیں مانتا، پھر نہ ماننے میں بھی یہ کمال ہے کہ اس کے ایک حصے کو ماننا بھی ہے

۔ یہ گنگا جمنی اپنے اندر انوکھا رنگ رکھتی ہے۔ چنانچہ حنفی مذہب کی معتبر کتاب ”ہدایہ

جلد اول، ص ۶۸ فصل فی الاوقات الخ“ میں ہے:

”الا عصر يومه عند الغروب..... بخلاف غیرھا

من الصلوات“

ترجمہ: ”یعنی اگر کسی نے سورج کے غروب کے وقت نماز عصر ادا کی

تو ناجائز نہیں اور کسی نماز کا یہ حکم نہیں“

سنا آپ نے! عصر کی نماز تو جائز لیکن صبح کی ناجائز۔ حالانکہ حدیث میں دونوں کے جواز کا ذکر ہے ایک ہی حدیث ہے جس کے ایک حصے کو مان کر دوسرے حصے کا انکار ہے۔ تعجب سا تعجب ہے اور افسوس جیسا افسوس ہے، اللہ رحم کرے۔ اگر یہ حدیث ماننے کے قابل ہے تو دونوں جملے ماننے کے قابل ہیں اگر ماننے کے قابل نہیں تو دونوں نہیں اگر مقبول ہے تو پوری مقبول ہے اور اگر مردود ہے تو پوری مردود ہے۔ یہ آدھا تیر آدھا ٹیڑ کیا؟ یہ موم دلی پھر ساتھ ہی سنگدلی، عجب بھول بھلیاں ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ ایمان و انکار کا مجموعہ کیوں؟ پس میرے بھائیو! توبہ کرو، حدیث پر ایمان رکھو جو اس کے خلاف ہو تم اس کے خلاف ہو جائے، کیسے اب کیا ارادہ ہے حدیث کو مانو گے یا فقہ کو؟

مغرب سے پہلے کی سنتوں کا مسئلہ:

(۲۶) ”عن عبد اللہ ابن مغفل قال قال النبی ﷺ صلوا قبل صلوٰۃ المغرب رکعتین صلوا قبل صلوٰۃ المغرب رکعتین قال فی الثالثة لمن شاء کراهیۃ ان یتخذھا الناس سنۃ“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مغرب کے فرضوں سے پہلے دو رکعت ادا کر لیا کرو، مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھ لیا کرو تیسری دفعہ کے حکم کے ساتھ ہی فرمایا جو چاہے اس بات کی ناپسندیدگی کی وجہ سے کہ لوگ اسے واجب نہ بنالیں“ (متن علیہ، مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۱۰۴، باب السنن)

صحابہ کرام! اس فرمان پر اس قدر عامل تھے کہ اذان مغرب ہوتے ہی ان دو رکعتوں کو پڑھنے لگتے یہاں تک کہ اگر کوئی ناوقف انجان آجائے تو شاید سمجھ لے کہ نماز مغرب کی جماعت ہو چکی۔ یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے اور حدیث میں ہے یہ دو

رکعتیں رسول اللہ ﷺ کے دیکھتے ہوئے پڑھا کرتے تھے۔ ان حدیثوں کو بھی حنفی مذہب نہیں مانتا، رسول اللہ ﷺ ان رکعتوں کے پڑھنے کا حکم دیتے ہیں، حنفی مذہب ان سے روکتا ہے چنانچہ فقہ کی بہت بڑی زبردست فقہ کی کتاب ”ہدایہ، جلد اول، ص ۷۰، کتاب الصلوٰۃ“ میں ہے:

”ولا يتنفل بعد الغروب قبل الفرض“

ترجمہ: ”یعنی سورج غروب ہو جانے کے بعد مغرب کی نماز فرضوں سے پہلے نفل نہ پڑھے“

حنفی بھائیو! کہو اب حدیث مانو گے یا فقہ؟

غائبانہ جنازہ کی نماز کا مسئلہ:

(۲۷) ”عن ابی ہریرۃ ان النبی ﷺ لعن للناس النجاشی الیوم الذی مات فیہ وخرج بہم الی المصلی فصف بہم وکبر اربع تکبیرات“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے شاہ جہش نجاشی کے انتقال کی خبر جس دن وہ اپنے وطن میں انتقال کر گئے صحابہؓ کو دی اور انہیں لے کر عید گاہ پہنچ کر ان کی صفیں باندھ کر نماز غائبانہ چار تکبیروں سے ادا کی“ (مشق علیہ، مشکوٰۃ شریف، ص ۱۳۴، ج ۱، باب لمی بالجنازہ الخ)

یہ حدیث صحیح ہے صریح ہے کہ نماز جنازہ غائبانہ حضور ﷺ نے پڑھی لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ نماز جنازہ غائبانہ نہیں پڑھنا چاہیے۔ چنانچہ حنفی مذہب کی معتبر کتاب ”در مختار، جلد اول، باب صلوٰۃ الجنازہ“ میں ہے:

”فلا تصح علی غائب“

ترجمہ: ”یعنی جنازہ غائبانہ صحیح نہیں“

برادران اب کیا اس حکم کو مان کر کہو گے کہ نماز رسول ﷺ صحیح نہیں؟
یا کہو گے کہ یہ قول جو خلاف پیغمبر ہے صحیح نہیں؟

اکہری تکبیر کا مسئلہ:

(۲۸) ”عن انس..... امر بلال ان یشفع الاذان
وان یوتر الاقامة الا الاقامة“

ترجمہ: ”یعنی سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا گیا کہ اذان کے کلمات
دوہرے کہیں اور تکبیر کے کلمات سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے اکہرے کہیں“

(متفق علیہ، مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۶۳، باب الاذان)

یہ بخاری مسلم کی حدیث ہے اور صاف ہے کہ تکبیر اکہری کہنی چاہیے۔
ابوداؤد نسائی داری وغیرہ میں یہ لفظ بھی ہیں کہ کلمات تکبیر ایک ایک مرتبہ کہے
سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے لیکن اس سرے اس سرے تک خفیوں میں پھر آئیے
، ایک خفی عالم غالباً ایسا نہ نکلے گا جو اسے مانے ہزاروں لاکھوں خفیوں میں سے
ایک بھی اسے نہیں مانتا، نہ اس پر عمل کرنا جائز جانتا ہے، کیوں؟ صرف اس لئے کہ
خفی مذہب اس کے برخلاف ہے، چنانچہ ”ہدایہ“، باب الاذان، ص ۷۰، جلد
اول“ میں ہے:

”والاقامة مثل الاذان“

ترجمہ: ”یعنی تکبیر بھی اذان کی طرح ہے (یعنی دوہری) کہے“

خفی بھائیو! اب کیسے کیا آپ حدیث مانیں گے یا فقہ؟ کیا کلام الرسول کی

عزت کریں گے یا کلام امتی کی؟ برادران مانا کہ ایک حدیث میں تکبیر کا دو ہرا کہنا بھی ہے گو وہ صحت میں اس پایہ کی نہ ہو لیکن اس کے برابر مان لینے کے بعد بھی کیا کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ اس حدیث سے انکار کیا جائے؟ اگر حدیث ہونے کے اعتبار سے وہ قابل عمل و عقیدہ ہے تو یہ کیوں نہ ہو؟ الحمد للہ الحمد للہ ایسے موقع پر سب کو مانتے ہیں، اور ان کے صحت و ثبوت کے مطابق سب کو قابل عمل جانتے ہیں اسی طرح جس مسئلے میں جو حدیثیں ہوں الحمد للہ ان کا بٹوارہ نہیں کرتے بلکہ سب کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ میں پہلے بھی ظاہر کر چکا ہوں مگر پھر سن لیجئے کہ اس مضمون سے ہمارا مقصد صرف اس قدر ہے کہ ان حدیثوں کو آپ حنفی بھائیوں نے مل جل کر چھوڑ رکھا ہے اور یہ بالکل خلاف اسلام کام ہے اس لئے ان چیزوں کو سامنے کر کے ہماری گزارش ہے کہ اولاً تو آپ اس دھوکے سے نکل جائیں جو خوب زوروں سے پھیلا یا گیا ہے کہ فقہ حنفیہ تمامہ حدیث ہے یعنی فقہ میں کوئی مسئلہ خلاف حدیث نہیں ہے دوسرے یہ کہ آپ جان لیں کہ مقلد محض ہونے سے آپ کو کتنی حدیثوں کو جواب دینا پڑتا ہے؟ اور کس طرح بخاری مسلم کی صحیح صحیح روایتوں کو آپ کو کھلم کھلا چھوڑنا پڑتا ہے؟ اللہ ہمیں نیک توفیق دے۔

شراب کلمہ

(۲۹) "عن ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسئل عن

الخمر یتخذ خلا فقال لا

ترجمہ: "یعنی امام الانبیاء نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ لیا گیا کہ شراب کا

سرکہ بنالیا جائے؟ تو آپ نے فتویٰ دیا کہ ہرگز نہیں" (ملا مسند ابی یوسف ص ۱۰۳)

ہے کوئی جو اس کی سند میں کوئی عیب نکال سکے؟ ہے کوئی جو اس کے معنی میں

اچھ کر سکے؟ صحیح ہے صریح ہے کہ شراب کا سرکہ بنانا حرام ہے لیکن سارے خفی اللہ کے رسول ﷺ کے اس حرام کو حلال بنائے ہوئے ہیں۔ ایک خفی نہیں جو اس حدیث کو مانتا ہو، دیکھیے خفی مذہب کی مقبول عام کتاب ”ہدایہ“ ص ۳۸۳، جلد چہارم، کتاب الاشربہ“ میں ہے:

”وَإِذَا تَخَلَّلَتِ الْخُمْرُ حَلَّتْ سِوَاءُ صَارَتْ خَلًا

بِنَفْسِهَا أَوْ بَشَىءٍ يَطْرَحُ فِيهَا وَلَا يَكْرَهُ تَخْلِيلُهَا“

ترجمہ: ”یعنی جب شراب کا سرکہ بن گیا تو حلال ہو گیا، خواہ خود بن جائے خواہ کوئی اور چیز ڈال کر اس کا سرکہ بنالیا جائے اور شراب کا سرکہ بنانا مکروہ بھی نہیں“

خفی بھائیو! یہ ہے حدیث رسول اللہ ﷺ کہ شراب کا سرکہ نہ بنایا جائے اور یہ ہے خفی مذہب کہ شراب کا سرکہ بنانے میں کوئی کراہیت نہیں بلکہ شراب کا سرکہ بنانے سے وہ حلال ہو جاتا ہے کہ وہ اب کیا مقبول ہے؟ اور کیا مردود ہے؟

عورتوں کا مسجد میں جانا:

(۳۰) ”عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا

اسْتَأْذَنْتِ امْرَأَةً أَحَدَكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعُهَا“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے کسی کی بیوی

مسجد جانا چاہے تو وہ اسے روکے نہیں“ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، ص ۹۶، جلد اول، باب الجماعت)

یہ حدیث اعلیٰ درجے کی صحیح ہے اور اس سے صاف ثابت ہے کہ عورتوں کو جماعت کے ساتھ مسجد میں آکر نماز پڑھنا جائز ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ انکا گھر میں

نماز پڑھنا افضل ہے لیکن اس حدیث سے مسجد میں آنے کی اجازت ہے باوجود اس کے حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ مکروہ ہے چنانچہ ”ہدایہ کتاب الصلوٰۃ“ ص ۱۰۵، جلد اول“ میں ہے:

”وبكره لمن حضور الجماعات“

ترجمہ: ”یعنی عورتوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آنا مکروہ ہے“

کہو حنفی بھائیو! حدیث کو مان کر اسے جائز جانو گے یا فقہ پر ایمان لا کر اسے مکروہ مانو گے؟

سحری کا اذان کا مسئلہ:

(۳۱) ”عن ابن عمر قال قال رسول الله

ﷺ ان بلالا ينادي بليل النخ“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سیدنا بلالؓ رات رات

ہوئے اذان دیتے ہیں النخ“ (تحف علیہ مشکوٰۃ شریف، ص ۶۶، جلد اول)

یہ حدیث صاف ہے کہ صبح صادق ہونے سے پہلے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک اذان کہی جاتی تھی۔ اور حدیث میں ہے کہ یہ اس لئے ہوتی تھی کہ تہجد گزار لوٹ جائیں اور سحری کے بندوبست میں لگ جائیں۔ اور سوتے ہوئے لوگ بھی جاگ جائیں لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا ”ہدایہ جیسی فقہ حنفی کی معتبر کتاب کے ص ۷۴ جلد اول باب الاذان“ میں ہے:

”ولا يؤذن لصلوة قبل دخول وقتها“

ترجمہ: ”یعنی کسی وقت کی نماز کے لئے اس کے وقت سے پہلے اذان نہ کہے“

کہو خفی بھائیو! اب حدیث مانو گے یا فقہ؟ اس مسئلہ کی پوری تفصیل مع تردید مخالفین ہماری کتاب اذان محمدی میں ہے۔

غلاموں پر خفی مذہب کا ظلم:

(۳۲) ”عن سمرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من

قتل عبده قتلناه ومن جدع عبده جدعناہ“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے غلام کو

قتل کر دے ہم اسے اس کے بدلے قتل کریں گے اور جو اپنے غلام کی ناک کاٹ لے ہم بھی اس کی ناک کاٹ لیں گے“

(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، السنن مشکوٰۃ، ص ۳۰۱، ج ۲، کتاب القصاص)

یہ حدیث صریح ہے کہ غلام کے قتل کا قصاص آزاد سے لیا جائے گا لیکن خفی

مذہب اسے نہیں مانتا ان کے مذہب کی اعلیٰ تر کتاب ”ہدایہ، ص ۵۴۷، جلد ۴، باب ما یوجب القصاص“ میں ہے

”ولا یقتل الرجل بعبده“

ترجمہ: ”یعنی کسی نے اپنے غلام کو قتل کر دیا تو اس کے قصاص میں

اسے قتل نہ کیا جائے گا“

کہو خفی بھائیو! قانون محمدی کو سرچرہاؤ گے یا قانون حکومت خفیہ کو؟

خون مسلم کی بے قدری:

(۳۳) ”عن علی عن النبی ﷺ قال..... الا لا

یقتل مسلم بکافر“

ترجمہ: ”یعنی خبردار مسلمان کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا۔“

(رداء ابو داؤد، نسائی، مشکوٰۃ جلد دوم، ص ۳۰۱، کتاب القصاص)

یہ حدیث صاف ہے کہ مسلمان کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے اب اے خفی

بھائیو! بتلاؤ قانون مدنی مانو گے؟ یا قانون کوئی؟ جو کہتا ہے:

”والمسلم بالذمی“

ترجمہ: ”یعنی ذمی کافر کے قتل کے بدلے مسلمان کو قتل کر دیا جائے۔“

(بدایہ، ابواب ما یجب القصاص، ص ۵۴، جلد ۴)

قصاص میں برابری کا مسئلہ:

(۳۴) ”عن انس ان یهودیاً رض رأس جاریة

بین حجرین فقیل لہا من فعل بک هذا فلان

حتى سمي اليهودی فأومت برأسها فجثی

باليهودی فاعترف وأمر بـ رسول الله ﷺ فرض

رأسه بالحجارة“

ترجمہ: ”یعنی ایک یہودی نے ایک لڑکی کے سر کو پتھر سے چل دیا

اس سے دریافت کیا کیا کہ تیرے ساتھ یہ کس نے کیا؟ کیا فلان نے؟ کیا فلاں

نے؟ یہاں تک کہ اسی یہودی کا نام لیا گیا تو اس نے اپنے سر کے اٹارے

اُترار کیا پھر یہودی کو بلوایا گیا اس سے پوچھا کیا اس نے بھی اقرار کیا پس

نبی کریم ﷺ کے حکم سے اس یہودی کا سر بھی اسی طرح پتھر سے کچل دیا گیا۔“

یہ حدیث صاف ہے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اگر کسی نے پتھر سے سر کچل کر کسی کو مار ڈالا ہو تو اس کا قصاص اور بدلہ بھی اسی طرح اس کا سر کچل کر لیا جائے گا لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا۔ ان کی معتبر کتاب ”ہدایہ“ نے اس حدیث کو رد کر دیا ہے اس کے ص ۵۴، باب ما یوجب القصاص جلد چہارم“ میں ہے:

’ولا یتوفی القصاص الا بالسیف‘

ترجمہ: ”یعنی قصاص صرف تلوار ہی سے لیا جائے“

کہو حنفی بھائیو! کیا سوچا حنفی فوجداری کا حکم بحال رہا یا محمدی قانون؟ بحال رہا؟

حنفی مذہب میں کتوں کی تجارت:

(۳۵) ”عن ابی مسعود الانصاری ان رسول

اللہ ﷺ نہی عن ثمن الکلب ومهر البغی

وحلوان الکاهن“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت سے اور زانیہ کی

اجرت زنا سے اور کاہن کے حلوے ماڈے سے منع فرمایا ہے“

یہ حدیث صاف ہے کہ کتے کی خرید و فروخت حرام ہے۔ مسلم شریف کی

حدیث میں ہے:

”ثمن الکلب خبیث الخ“

ترجمہ: ”کتے کی قیمت خبیث ہے یعنی حرام ہے“

لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ جائز ہے چنانچہ ”ہدایہ“

جلد سوم، کتاب البیوع، ص ۸۵، میں ہے:

”يجوز بيع الكلب والفهد والسباع“

ترجمہ: ”یعنی کتے کی بیھڑیے کی اور درندوں کی خرید و فروخت جائز ہے“

کہو خفی بھائیو! کتے کی خرید و فروخت کو حدیث کی ماتحتی میں حرام کہو گے یا فقہ کی تہید میں حلال کہو گے؟ دونوں چیزیں اور دونوں کے علیحدہ علیحدہ حکم آپ کے سامنے ہیں اب دیکھتے ہیں کہ آپ کا میلان کدھر ہوتا ہے؟ -

مسجد میں نماز جنازہ کا مسئلہ:

(۳۶) ”عن ابی سلمة بن عبد الرحمن ان عائشة لما توفی سعد ابن ابی وقاص قالت ادخلوا به المسجد حتی اصلى عليه فانكر ذالك عليها فقالت والله لقد صلى رسول الله ﷺ على ابني بيضاء في المسجد سهيل واخيه“

ترجمہ: ”یعنی سیدنا سعد بن ابی وقاص کے انتقال پر سیدہ عائشہؓ نے ان کا جنازہ مسجد میں لانے کو فرمایا تاکہ آپ بھی نماز جنازہ میں شرکت کریں۔ اس پر جب انکار کیا گیا تو آپ نے حدیث بیان کی کہ بیضا کے دونوں لڑکے یعنی سہیل اور ان کے بھائی کے جنازے کی نماز رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں ہی پڑھائی تھی“ (ردہ اسم، مشکوٰۃ، ص ۱۳۵، جلد اول باب العسی بالجنازة الخ)

یہ حدیث صاف ہے کہ مسجد میں جنازے کی نماز باجماعت ادا ہو سکتی ہے لیکن خفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے چنانچہ فقہ کی معتبر کتاب ”ہدایہ، ص ۱۶۱، فصل فی الصلوٰۃ علی میت، جلد اول“ میں

لکھا ہے:

”ولا یصلی علی میت فی مسجد جماعة“

ترجمہ: ”یعنی جنازے کی نماز باجماعت مسجد میں ادا نہ کرنی چاہیے“

کہو خفی بھائیو! اب مدینے کی راہ چلو گے یا کوفے کی؟ نبی کریم ﷺ کی بات مانو گے یا ہدایہ والے کی؟

حرام عورت کو فقہ خفی نے حلال کر دیا:

(۳۷) ”عن ام سلمة ان رسول الله ﷺ قال انما انا بشر و انکم تختصمون الی و لعل بعضکم ان یکون الحن بحجته من بعض فاقضی له علی نحو ما اسمع منه فمن قضیت له بشی من حق اخیه فلا یأخذہ فانما اقطع له قطعة من النار“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں انسان ہی ہوں تم میرے پاس اپنے جھگڑے لاتے ہو بہت ممن ہے کہ کوئی شخص چرب زبان ہو اور میں اس کی سن کر اس کے حق میں فیصلہ دیدوں پس اگر میں اپنے فیصلے میں غلطی کر کے کسی کو ان کے کسی اور مسلمان بھائی کا حق دلوادوں تو وہ اسے ہرگز نہ لے سکو یہ تو جہنم کا ایک ٹکڑا ہے جس کا فیصلہ میں اس کے حق میں دے رہا ہوں۔“ (تحقیق علیہ مشکوٰۃ شریف، ص ۳۷، جلد دوم باب القضیہ)

بخاری مسلم کی یہ بہت صحیح حدیث کس وضاحت سے بتلا رہی ہے کہ خلاف واقعہ کوئی فیصلہ خود رسول اللہ ﷺ بھی کر دیں تو حرام حلال نہیں ہوگا اس فیصلے کی رو سے بھی ایک کی چیز دوسرے کی فی الواقع نہیں ہوگی اس فیصلے کے بعد بھی کسی کو حق

نہیں کہ دوسرے کی چیز اپنی کر لے۔ خفی مذہب اتنے صاف مسئلے کو بھی نہیں مانتا اور بالکل اس کا خلاف کرتا ہے۔ چنانچہ مذہب خفیہ کی سب سے اول نمبر کی معتبر کتاب ”ہدایہ، ص ۲۹۳، جلد دوم، فصل فی بیان المحرمات“ میں لکھا ہے:

”ومن ادعت علیہ امرأۃ انه تزوجها واقامت
بیسنتہ فجعلها القاضی امراته ولم یکن تزوجها وسعها
المقام معه وان تدعہ یجامعها“

ترجمہ: ”یعنی کسی شخص پر کسی عورت نے (جھوٹا) دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا ہے اس پر اس نے گواہی (جھوٹی) بھی گزار دی اور قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ یہ اس کی بیوی ہے لیکن درحقیقت نکاح نہیں ہوا تاہم اس عورت کو اس مرد کے ساتھ رہنا بسنا اور اس سے ہمبستری اور صحبت کرنا سب جائز ہے۔

کہو خفی بھائیو! حدیث مانو گے یا فقہ؟ میں اس پر کچھ تفصیل نہیں لکھتا صورت آپ کے سامنے ہے حدیث و فقہ کا جداگانہ فیصلہ آپ کے سامنے ہے اب آپ کو اختیار ہے کہ حدیث رسولؐ کو مان کر اس مرد پر اس عورت کو اور اس عورت پر اس مرد کو اس صورت میں حرام کہیں یا فقہ مان کر دونوں کو بغیر واقعی نکاح کے میاں بیوی مان لیں؟ حلال حرام کا معاملہ خدا لگتی کہنا۔

تین طلاق والی کا نان نفقہ نہیں:

(۳۸) ”عن ابی سلمۃ عن فاطمۃ بنت قیس

ان زوجھا طلقھا ثلاثا فأتت النبی ﷺ فقال لا نفقة لک

الا ان تکونی حاملا“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو جنہیں ان کے خاوند نے تیسری طلاق دیدی تھی فرمایا کہ تم عدت تک کے کھانے پینے کے خرچ کی مستحق نہیں ہو بجز اس صورت کے کہ تم حل سے ہو“ (رداء مسلم، مشکوٰۃ، ص ۲۸۸، جلد دوم باب العدة)

یہ حدیث صاف ہے کہ جسے تیسری طلاق ہو گئی ہو وہ نان نفقہ کی حق دار نہیں لیکن خفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ حکم دیتا ہے کہ اس صورت میں بھی عورت نان نفقہ کی حقدار ہے۔ چنانچہ خفی مذہب کی اسی معتبر کتاب ”ہدایہ کے“ ص ۲۲۳، جلد دوم، کتاب الطلاق“ میں ہے:

”واذا طلق الرجل امراته فلها النفقة والسكنى
فى عدتها رجعيا كان او بآئنا“

ترجمہ: ”یعنی جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دے خواہ رجعی طلاق ہو یعنی پہلی یا دوسری خواہ بائن طلاق ہو یعنی تیسری پھر بھی اس کے ذمے اس کا نان نفقہ اور رہنے سہنے کی جگہ ہے“

کہو خفی دوستو! وہ ہے حکم رسول ﷺ یہ ہے حکم فقیہ وہ ہے حدیث یہ ہے فقہ کے مانو گے؟ اور کس پر عمل عقیدہ رکھو گے؟

عورتوں کا عید گاہ میں آنا:

(۳۹) ”عن ام عطية قالت امرنا ان نخرج الحيض يوم العيدين وذوات الخدور فيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم وتعتزل الحيض عن مصلابهن قالت امرأة يا رسول الله احلنا لغيرها جلاباب“

قال لتلبسها صاحبتهما من جلبابها“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ عید کی نماز کے لئے حائضہ عورتوں اور پردہ نشین جوان عورتوں کو بھی عید گاہ بھیجا جائے تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں اور ان کی دعا میں موجود رہیں ہاں حیض والی عورتیں نماز کی جگہ سے الگ رہیں ایک عورت نے کہا کہ اگر کسی کے پاس چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا اسے اس کی کوئی ساتھ والی عورت اپنی چادر میں لے جائے“ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، ص ۱۲۶، جلد اول، باب صلوة العیدین)

آپ نے خیال فرمایا کہ بخاری مسلم کی اس اول درجے کی صحیح حدیث میں عورتوں کو عید گاہ جانے کی کس قدر تاکید ہے۔

لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا اس کا مسئلہ ہے کہ عورتیں عید گاہ نہ جائیں چنانچہ ”ہدایہ، ص ۱۰۵، جلد اول، باب الامامہ“ میں ہے:

”ویکره لهن حضور الجماعات“

ترجمہ: ”یعنی جوان عورتوں کو جماعت میں آنا مکروہ ہے“

اب حدیث مانو گے یا حنفی مذہب کو مان کر انہیں نہ جانے کی کہو گے؟

عید کی تکبیریں:

(۴۰) ”عن كثير بن عبد الله عن ابيه عن جده

ان النبي ﷺ كبر في العیدین فی الاولى سبعا

قبل القراءة وفي الاخرة خمسا قبل القراءة“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے نماز عید کی پہلی رکعت میں قراءت

سے پہلے سات تکبیریں کہیں اور دوسری میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں‘ (رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی، مشکوٰۃ، ص ۱۲۶، جلد اول، باب صلوة العیدین)

حنفی مذہب اس حدیث کو بھی نہیں مانتا وہ کہتا ہے:

”یکبر فی الاولى للافتتاح وثلاثا بعدها ثم یقرأ الفاتحة وسورة ویکبر تکبیرۃ یرکع بها ثم یتدی فی الركعة الثانية بالقراءة ثم یکبر ثلاثا بعدها ویکبر رابعة یرکع بها“ (ہدایہ، جلد اول، ص ۱۵۳، باب العیدین)

ترجمہ: ”یعنی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے پہلے تین تکبیریں کہے اور دوسری میں قرأت کے بعد تین تکبیریں کہے اور چوتھی تکبیر رکوع کے لئے کہے۔“

اب حنفی بھائیو سے سوال ہے کہ آیا آپ رسول اللہ ﷺ کی مقرر کردہ بارہ رکھیں گے یا حنفی مذہب کی مقرر کردہ چھ رکھیں گے چھ اور بارہ کا فرق اور حنفی محمدی کا فرق اور فقہ وحدیث کا فرق اور نبی امتی کا فرق اور دجی و قیاس کا فرق سامنے رکھ کر جواب دینا۔

تکبیرات عید کا موقعہ:

(۳۱) بھائیو! مندرجہ بالا حدیث جو ابھی آپ پڑھ کر آئے ہیں اسی کو پھر پڑھ جائیں کیا اس میں صاف صاف موجود نہیں کہ نماز عید کی دونوں رکعتوں میں رسول اللہ ﷺ نے زائد تکبیریں قراءت سے پہلے کہیں؟ لفظ میں ”قبل القراءة“ پھر ہدایہ کی وہ عبادت بھی پڑھ جائیے جو ابھی اس کے اوپر کے نمبر میں گزری ہے کیا

اس میں صاف نہیں کہ ”ثم یکبر ثلثا بعدها“ دوسری رکعت میں قراءت کے بعد تکبیریں کہے۔ پھر کیا کسی پر فقہ وحدیث کا یہ مقابلہ پوشیدہ رہا؟ اب فرمائیے کہ آپ اس مقابلہ میں کس طرف ہیں؟ محمدی لشکر میں یا فقہی فوج میں؟

قربانی کے دنوں کی گنتی:

(۴۲) ”عن جابر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ

عنه قال قال رسول اللہ ﷺ ایام التشریق کلھا ایام ذبح“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ایام تشریق (یعنی ذوالحجہ کی

دس تاریخ سے تیرہویں تاریخ تک) سب دن قربانی کے دن ہیں“ (مسند امام احمد)

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ بقرہ عید کے مہینے میں قربانی تیرہویں تاریخ تک ہے لیکن حنفی مذہب اس کا منکر ہے وہ کہتا ہے کہ صرف بارہویں تک ہی ہے چنانچہ ”ہدایہ، ص ۴۳۰، جلد چہارم، کتاب الاضحیہ“ میں ہے:

”وہی جائزۃ فی ثلثۃ ایام یوم النحر ویومان بعده“

ترجمہ: ”یعنی قربانی کے تین دن ہیں دس، گیارہ، اور بارہ تاریخ ذی الحجہ کی“

کہو حنفی بھائیو! اب تمہیں کس پر اعتماد ہے؟ قول محمد ﷺ پر یا قوم امتی پر؟

پیشاب کپڑے پر لگا ہے اور نماز پڑھ رہا ہے:

(۴۳) ”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ

ﷺ عامۃ عذاب القبر من البول“

ترجمہ: ”قبر کے عذاب کا سبب عموماً پیشاب کی وجہ سے ہے“

(مسند رک حاکم، جلد اول، ص ۱۸۴)

آپ نے سن لیا کہ پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کا رسول اللہ ﷺ حکم دیتے ہیں اور اس سے پرہیز نہ کرنے والے کو عذابِ قبر سے ڈرا رہے ہیں سب مسلمان جانتے ہیں کہ پیشاب ناپاک ہے لیکن حنفی مذہب کی معتبر کتاب ”ہدایہ“ ص ۶۰، جلد اول، باب الانجاس“ میں ہے:

”فان انتضح عليه البول مثل رؤس الابرفذ الك
ليسد بشيء“

ترجمہ: ”یعنی اگر کسی پر سوئی کے ناکے کے برابر کی چھوٹی چھوٹی چھینٹیں پیشاب کی پڑ جائیں تو یہ کوئی چیز نہیں“

بلکہ اس سے پہلے ص ۵۸ پر اسی کتاب میں اسی باب میں لکھتے ہیں:

”وقدر الدرهم وما دونه من النجس المغلظ
كالدم والبول والخمر وخرء الدجاج وبول الحمار
جازت الصلوة معه“

ترجمہ: ”یعنی ہتھیلی کی چوڑائی کے برابر سخت ناپاک چیز لگ گئی ہو (یعنی کپڑے پر یا بدن پر) تو بھی اس کے ہوتے ہوئے نماز ہو جائے گی مثلاً کپڑے پر یا بدن پر ناپاک خون یا پیشاب یا مرغ کی بیٹ یا گدہ ہے کا موت (پیشاب) لگ گیا اس کے لگے ہوئے اس کے ہوتے ہوئے بھی نماز کا پڑھ لینا جائز ہے“

کہو حنفی بھائیو! پیشاب کی چھینٹوں اور ہتھیلی کے برابر کے پیشاب لگے ہوئے سمیت حنفی مذہب کے مطابق نماز جائز جان کر پڑھ لو گے؟ یا حدیث کے مطابق اس سے پرہیز فرض جانو گے؟

ناپینا کی امامت کا مسئلہ:

(۴۴) ”عن انس قال استخلف رسول الله ﷺ ابن ام مكتوم يوم الناس وهو اعمى“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنا خلیفہ سیدنا ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو بنایا یہ ناپینا تھے اور یہی صحابہ کی امامت کراتے تھے“

یہ حدیث کس قدر صاف ہے کہ اندھا آدمی امام بن سکتا ہے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ اندھے کی امامت مکروہ ہے چنانچہ حنفی مذہب کی بڑی آن بان شان و شوکت والی کتاب ”ہدایہ، جلد اول، باب الامامت، ص ۱۰۱“ میں ہے:

”ویکرہ تقدیم الاعمی“

ترجمہ: ”یعنی جن کی امامت مکروہ ہے ان میں ایک اندھا آدمی بھی ہے“

کہو حنفی دوستو! ایمان کا تقاضا اس وقت جبکہ حدیث اندھے کی امامت کو مکروہ نہیں بتلاتی اور فقہ مکروہ بتلاتی ہے کیا ہے؟ حدیث کو ماننا یا حنفی مذہب کو ماننا؟

کتوں کی رنگی ہوئی کھال حنفی مذہب میں پاک ہے:

(۴۵) ”عن ابی الملیح ابن اسامة عن ابیہ

عن النبی ﷺ عن جلود السباع“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھالوں کی ممانعت

فرمائی“ (رواہ احمد و ابوداؤد و نسائی، مشکوٰۃ، ص ۵۳، جلد اول، باب تطہیر التجاسات)

یہ حدیث صاف ہے کہ کتے بھیڑیے وغیرہ کی کھالیں ممنوع ہیں لیکن حنفی

مذہب کا مسئلہ ہے کہ سوائے خنزیر اور انسان کی کھال کے اور کھالیں دباغت کے بعد پاک ہیں۔ انہیں پہن کر نماز ہو جاتی ہے ان کے ڈولوں میں پانی لے کر وضوء ہو سکتا ہے چنانچہ ”ہدایہ، جلد اول ص ۲۴، باب الماء الذی الخ“ میں ہے:

”كل اهاب دبغ فقد طهر وجازت الصلوة فيه

والوضوء منه الا جلد الخنزير والادھی“

ترجمہ: ”یعنی ہر کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے پھر اسے پہن کر نماز ہو سکتی ہے اور اس میں پانی لے کر وضوء بھی جائز ہے سوائے سور اور انسان کی کھال کے“

کہو خفی بھائیو! اب کتوں وغیرہ درندوں کی کھالوں کی نسبت آپ کا مذہب وہ رہے گا جو حدیث میں ہے؟ یا وہ جو فقہ میں ہے؟

کھیت اور باغ کی شرکت امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں:

(۴۶) ”عن عبد الله بن عمران رسول الله

ﷺ دفع الى يهود خيبر نخل خيبر وارضها على

ان يعتملواها من اموالهم ولرسول الله شطر ثمرها“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ نے خیبر کے باغات اور کھیت یہودیوں کو

اس لیے دیئے کہ وہ کھیتی کریں۔ باغ بونیں محنت اور خرچ ان کا ہو اور جو

پیداوار ہو اس میں سے آدھا ان کا اور آدھا رسول اللہ ﷺ کا“

(مسلم، مشکوٰۃ، ص ۲۵۷، جلد اول باب الساقاة)

یہ حدیث صاف ہے کہ ایک کی زمین وغیرہ ہو دوسرے کی محنت اور خرچ وغیرہ ہو تو وہ آپس میں پیداوار کے حصے طے کر کے شرکت میں کھیت اور باغ کا نفع

بانٹ سکتے ہیں۔ لیکن حنفی مذہب کی اعلیٰ معتبر کتاب ”ہدایہ“ کتاب المزارعہ، ص ۴۰۸، جلد چارم“ میں ہے:

”قال ابو حنیفۃ المزارعة بالثلث والرابع باطلۃ“

ترجمہ: ”یعنی تہائی چوتھائی مقرر کر کے شرکت میں کھیتی کرنی جائز نہیں“

کہو حنفی بھائیو! کیا فقہ مان کر یہ عقیدہ رکھ کر کہ اللہ کے رسول ﷺ رسولوں کے سردار ﷺ نے ایک ناجائز کام کیا یہی کہو گے کہ اس طرح کی شراکت باطل ہے؟ یا حدیث پر ایمان رکھ کر فقہ کے اس مسئلہ کو باطل کہہ کر وہ مانو گے جو خود رسول اللہ ﷺ نے کیا؟ دوستو! اگر فقہ کا کوئی مسئلہ رد ہو جائے تو تمہارا دل دکھے؟ اور حدیث رد ہو جائے تو تمہاری پیشانی پر بل بھی نہ آئے؟ حالانکہ شرط ایمان کی یہ ہے کہ حدیث رہے چاہے سب کے سب قول رد ہو جائیں۔ یہاں یہ بات بیان کر دینی نہایت ضروری ہے کہ امام صاحب کے اس مسئلہ کو ان کے دونوں شاگردوں نے نہیں مانا۔ بلکہ آج تک حنفی دنیا نے بھی اسے نہیں مانا۔ آپ کو بھی معلوم ہو گا کہ سارے حنفی زمیندار کھیتیاں اسی طرح کرتے ہیں پس ہماری طرف سے دعوت ہے کہ جس طرح اس مسئلے میں امام صاحبؒ کے قول کو چھوڑ دیا گیا۔ اور پھر تقلید میں کوئی کمی نہ آئی۔ اسی طرح ہر اس مسئلے کو چھوڑ دیجئے جو حدیث کے خلاف ہو۔ یہی اہل حدیث کی چاہت ہے اور اسی کی وہ آپ کو دعوت دیتے ہیں۔

حنفی مذہب نے چار قسم کی شراب حلال کر رکھی ہے:

مسئلہ نمبر (۴۷) و (۴۸) و (۴۹) و (۵۰) ”عن ابن

عمر قال قال رسول اللہ ﷺ کل مسکر خمر و کل

مکسر حرام“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں نشہ لانے والی ہر چیز

خمر (یعنی شراب) ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے“

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ، ص ۳۱۷، جلد دوم، باب بیان الخمر)

یہ بالکل صحیح حدیث آپ کے سامنے ہے جس نے ہر نشہ والی چیز کو شراب اور

شراب کو حرام قرار دیا ہے لیکن خفی مذہب اسے نہیں مانتا۔ خفی مذہب کی معتبر کتاب ”ہدایہ، ص ۴۸۰، جلد چہارم، کتاب الاشربہ“ میں ہے:

”ان ما يتخذ من الحنطة والشعير والعسل

والذرة حلال عند ابي حنيفة ولا يحل شاربه وان

سكر منه“

ترجمہ: ”یعنی گہوؤں جو، شہد اور جوار کی بنائی ہوئی حلال ہے ابو حنیفہ“

کے نزدیک اور اس کے پینے والے کو حد بھی نہ لگائی جائے گی گو اس کے پینے

سے اسے نشہ بھی چڑھ گیا ہو“

خفی بھائیو! حدیث پر عمل کر کے انہیں حرام کہیں گے؟ یا فقہ پر عمل کر کے اسے

حلال کہیں گے؟ بلکہ ابو داؤد میں حدیث ہے سیدنا دیلم حمیری رضی اللہ عنہ نبی

کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ ہم سر دملک میں رہنے والے ہیں اور

ہیں بھی مزدور پیشہ لوگ ہم گہوؤں سے ایک قسم کی پینے کی چیز بنا لیتے ہیں جس سے

ہمیں قوت حاصل ہوتی ہے اور سردی کی تکلیف بھی نہیں ہوتی۔ آپ نے دریافت

فرمایا کہ کیا اس سے نشہ ہوتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں نشہ تو ہوتا ہے

آپ نے فرمایا پھر اس سے بالکل دور رہو۔ انہوں نے کہا کہ اچھا میں یہ فرمان تو

آپ کا پہنچا دوں گا لیکن لوگ (بوجہ عادت اور ضرورت اور فوائد کے) اسے

چھوڑیں گے نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر نہ چھوڑیں تو ان سے جہاد کرو۔

برادان یہ حدیث بھی بہت صاف ہے اور اس میں لفظ موجود ہیں کہ گیہوں کی شراب بھی حرام ہے لیکن حنفی مذہب اسے حلال کہتا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ سیدنا عمرؓ نے منبر نبویؐ پر خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا کہ جب آیت حرمت شراب نازل ہوئی اس وقت ان پانچ چیزوں کی شراب بنتی تھی۔ انگور کی، کھجور کی، گیہوں، جو کی اور شہد کی۔ مسلمانو! سنا آپ نے گیہوں جو اور شہد کی شراب کی حرمت قرآن میں نازل ہوئی لیکن حنفی مذہب ان تینوں کو حلال کہتا ہے۔ اب جوار کی شراب کی نسبت بھی صاف حدیث سن لیجئے! مسلم شریف میں ہے کہ ایک یمنی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ہمارے ہاں جوار سے ایک پینے کی چیز بنتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کیا وہ نشہ لاتی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں نشہ لاتی ہے۔ آپ نے فرمایا نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے الخ۔ دوستو! ان حدیثوں پر دوبارہ نظر ڈال جاؤ۔ گیہوں کی، جو کی، جوار کی، اور شہد کی شراب کو اللہ کے رسول ﷺ نے حرام فرمایا قرآن نے حرام کی۔ اور حنفی مذہب حلال کہتا ہے اب انصاف سے کہو کہ اللہ کے رسول ﷺ کی بات ماننی چاہیے یا کسی کی؟ جو حدیثیں اس مسئلے کی میں نے یہاں نقل کی ہیں سب مشکوٰۃ میں موجود ہیں۔ آئیے میں آپ کو ایک اور صاف حدیث بھی سنا دوں ترمذی ابن ماجہ اور ابو داؤد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

”ان من الحنطة خمرا ومن الشعير
خمرا ومن التمر خمرا ومن الزبيب خمرا ومن
العسل خمرا“

ترجمہ: ”یعنی گیہوں، جو، کھجور، کشمش، اور شہد کی بھی شراب ہے“

تنبیہ یہ بھی یاد رہے کہ جتنے مسائل اس کتاب میں میں نے لکھے ہیں ان کی

ایک ایک حدیث وارد کی ہے لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ان مسائل میں یہی ایک ہی حدیث ہے۔ نہیں بہت بہت ساری حدیثیں ہر ہر مسئلے پر ہیں لیکن ہمیں تو یہاں فقہ و حدیث، حنفی، محمدی، اہل حدیث اور اہل فقہ، مقلد اور قبیح کا فرق واضح طور پر دکھانا ہے۔ اس لئے ہم نے بطور اختصار ایک ایک حدیث پر اور ایک ہی کتاب کی فقہ کی عبارت پر اکتفا کی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرتے ہیں کہ ہمیں وہ ایسا بے ادب نہ بنا دے کہ ہم حدیث کو کسی کے قول پر قربان کر دیں۔ حنفی مذہب کے ایسے ہی ایک سو مسائل ہماری کتاب ”ہدایت محمدی“ میں دیکھئے:

فقہ حنفی میں شرابیوں کی شرعی سزا معاف:

(۵۱) ”عن انس ان النبی ﷺ ضرب فی

الخمیر الخ“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے شراب کے پینے والے پر حد لگائی“

یہ حدیث آپ کے سامنے ہے اور اس سے ادھر کی ہدایہ کی آپ عبارت پڑھئے اس میں موجود ہے کہ گونشہ چڑھ گیا ہو پھر بھی ان شرابیوں کے پینے والوں پر حد نہیں پس اے بھائیو! سوچ کر جواب دو کہ فرمان رسول مقبول؟ اور اس کے خلاف جو ہے وہ مردود؟ یا حدیث قابل رد؟ اور فقہ مقبول؟

تھوڑی شراب پی لینا حنفی مذہب میں حرام نہیں:

(۵۲) ”عن جابر ان رسول اللہ ﷺ ما اسکر

کثیرہ فقلیلہ حرام“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس چیز کی زیادتی نشہ

کرے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے“ (رداء الترفی، بیرواؤ، ماکن، مجلہ، مکتوٰۃ ص ۳۷، ج ۲، ص ۱۸۶)

اور حدیث میں ہے کہ ایک فرق (یعنی تین صاع یا تقریباً آٹھ سیر) چیز اگر نشہ لائے تو وہ چیز گومٹھی بھر ہو تو بھی حرام ہے لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ جو پیالی نشہ لائے وہ ہمارے نزدیک حرام ہے مثلاً دس جام پینے سے نو میں نشہ نہیں آیا تو وہ حلال ہیں دسواں جام جو آخری ہے جو نشہ لایا وہ حرام ہے۔ چنانچہ ”ہدایہ، جلد ۴، ص ۳۸۱، کتاب الاشربہ“ میں ہے:

”ولان المفسد القدح المسکر وهو حرام عندنا“
ترجمہ: ”یعنی اور اس لئے کہ مفسد آخری جام ہے اور وہی ہمارے

ز نزدیک حرام ہے“

طاقت حاصل کرنے کے لئے شراب نوشی حنفی مذہب میں حلال ہے:

(۵۳) اوپر والی ۴۹ کی حدیث پھر پڑھ جائیے اور اس سے پہلے کی بھی جن میں حرمت شراب صاف موجود ہے۔ آیت قرآن بھی شراب کی حرمت میں مسلمانوں کو معلوم ہے، شراب اپنی جملہ اقسام سے اسلام میں حرام ہونا اس قدر مشہور ہے کہ غیر مسلم بھی اسے جانتے ہیں۔ لیکن حنفی مذہب کی نہایت معتبر کتاب ”ہدایہ، ص ۳۸۱، ج ۴، کتاب الاشربہ“ میں ہے:

”عصیر العنب اذا طبخ حتی ذہب ثلثاہ وبقی

ثلثہ حلال وان اشتد“

ترجمہ: ”یعنی شیرہ انگور (جو شراب ہے) جب پکا لیا جائے یہاں تک

کہ دو تہائی جاتا رہے اور ایک تہائی باقی رہے تو وہ حلال ہے“

گو اس میں نشہ پیدا کرنے کا مادہ بھی موجود ہو گیا ہو۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ یہ اس شرط سے حلال ہے کہ ”اذا قصد به التقوی“ جب اس سے ارادہ قوت حاصل کرنے کا ہو۔ اگر ارادہ لہو و لعب کا ہے تو بے شک حرام ہے کہنے خفی بھائیو اب کیا کہیں گے؟ فقہ کو مان کر اس شراب کو اس ارادے سے پینا حلال کہیں گے؟ یا حدیث کو مان کر شراب کو حرام ہی کہیں گے؟

مردہ مچھلی کا مسئلہ:

(۵۴) ”عن بی ہریرۃ فقال رسول اللہ ﷺ

الطهور مآؤه والحل میتته“

ترجمہ: ”یعنی سمندر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس

کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے“

(رواہ مالک والترمذی و ابوداؤد والبیہقی وابن ماجہ والدارمی، مشکوٰۃ، ص ۵۱، ج ۱، باب احکام الیاء)

اس حدیث کو بھی خفی مذہب نہیں مانتا۔ چنانچہ ”ہدایہ جلد ۴ ص ۴۲۶، کتاب

الذبايح فصل فیما یحل الخ“ میں ہے:

”ویکثرہ اکل الطافی منہ“

ترجمہ: ”یعنی جو مچھلی مر کر پانی پر آ جائے اس کا کھانا مکروہ ہے“

خفی بھائیو! آپ خود خیال فرمائیے کہ حدیث میں ہے کہ دریا کا مرا ہوا حلال

آپ کے مذہب میں ہے کہ وہ دریا کی مری ہوئی مچھلی جو پانی پر آ جائے مکروہ! اب

فرمائیے کہ اس فقہ و حدیث کی لڑائی میں آپ کس فوج میں بھرتی ہوں گے؟

کتے کے جھوٹے برتن کا مسئلہ:

(۵۵) ”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا

شرب الکلب فی اثناء احد کم فلیغسلہ سبع مرات

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب تم میں سے کسی کے برتن

میں سے کتہا پی جائے تو وہ اسے سات مرتبہ دھو ڈالے“

(مشفق علیہ، مشکوٰۃ ص ۵۲، ج ۱، باب تطہیر الخجاسات)

لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا اس کی فقہ کی معتبر کتاب ”ہدایہ

ص ۲۸، ج ۱، کتاب الطہارۃ فصل فی الاسار“ میں لکھا ہے:

”یغسل الاناء من ولو غة ثلثا“

ترجمہ: ”یعنی کتے کے جھوٹے برتن کو تین دفعہ دھویا جائے“

کہو حنفی بھائیو! نبی کریم ﷺ سات مرتبہ کا حکم دیں آپ کا مذہب تین مرتبہ کا

حکم دے اب آپ کیا حکم مانیں گے؟ اور کس کا انکار کریں گے؟

نیت تیمم:

(۵۶) ”انما الاعمال بالنیات“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر عمل کا مدار نیت پر

ہے“ (مشفق علیہ، مشکوٰۃ شریف کی پہلی حدیث)

لیکن حنفی مذہب کہتا ہے:

”ولا يشترط لية التيمم“

ترجمہ: ”یعنی تیمم میں نیت شرط نہیں کہ جنابت کا ہے یا وضوء کا“

(ہدایہ، ج ۱، ص ۳۳)

ولی نکاح:

(۵۷) ”عن ابی موسیٰ عن النبی ﷺ قال

لا نکاح الا بولی“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بغیر ولی کے نکاح جائز

نہیں“ (ردوہ احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ ص ۲۷۰، ج ۲، باب الولی)

آپ نے رسول اللہ ﷺ کا فیصلی سن لیا؟ اب حنفی مذہب کا فیصلہ سنئے ”ہدایہ

ص ۲۹۳، باب فی الاولیاء، جلد دوم“ میں ہے:

”علیہا ولی بکرا کانت او ثیبا“

ترجمہ: ”یعنی آزاد عقل مند بالغہ عورت کی رضا مندی سے بغیر ولی

کے بھی نکاح ہو جاتا ہے“

حنفی بھائیو! کہو اب تم کو فے کا فیصلہ مانو گے یا دینے کا؟

قوم مومن کی دل آزاری:

(۵۸) ”عن علی عن النبی ﷺ قال

المسلمون تنکح فادماؤہم واموالہم الخ“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ سب مسلمان جان و مال

کے اعتبار سے برابر ہم کفو ہیں اور حدیث میں ہے کہ کسی عرب کو کسی غیر عرب پر کوئی فضیلت نہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ قرآن کریم نے سب مسلمانوں کو ادنیٰ اور اعلیٰ کو ایک ہی کر دیا ہے اور فرمایا ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے یہی وہ مساوات ہے جسے صرف اسلام ہی نے قائم کیا اور جس پر مسلمانوں کو فخر ہے اور بجا فخر ہے اور ہمیشہ تک رہے گا۔ لیکن آہ حنفی مذہب نے اس کے جوڑ جوڑ الگ کر دیئے اس نے نکاح کے لئے کفو کی شرط لگا دی اور پھر مسلمانوں میں وہ تفرقہ اندازی کی کہ اگر آج سب مسلمان حنفی ہو جائیں تو وہ تیر میر ہو کہ پناہ الہ۔ ہم اس وقت اس کفو کے اور مسائل کو چھوڑ کر صرف ایک بڑے مسئلے کو ہی لیتے ہیں جس سے ہزار ہا مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ اور جس نے مسلمانوں کی ایک قابل قدر جماعت کو محض اس وجہ سے مسلمانوں کی اعلیٰ برادری سے خارج کر دیا ہے کہ ان کا پیشہ کپڑا بننے کا ہے وہ صاف لکھتا ہے ”کالحجام والحائك والدباغ“ یعنی جیسے بچھٹا لگانے والے اور جولا ہے اور کمال رکنے والے (ہدایہ ص ۳۰۱، ج ۲، فصل فی الکفارة) نکاح کے بارے میں تو کھلے لفظوں میں رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ صرف دینداری اور اخلاق دیکھ لو۔ دینداری اور اچھی عادتوں والا پیغام بھیجے تو کبھی انکار نہ کرو یہاں حنفی مذہب کا یہ حکم ہے کہ جولا ہا سید کا بلکہ اور اعلیٰ پیشہ کے لوگوں کا بھی ہمسرا اور کفو نہیں بلکہ اسی ہدایہ کے ص ۳۰۰ میں ہے کہ اگر عورت اپنا نکاح غیر کفو میں کر لے تو اس کے والی اسے اس کے خاوند سے الگ کر سکتے ہیں۔ اب آپ کو عموماً اور ہمارے مومن بھائیوں کو خصوصاً اختیار ہے کہ حدیث پر عامل بن کر مسلمانوں کی اعلیٰ برادری میں رہیں؟ یا فقہ پر عمل کر کے مسلمانوں کی اعلیٰ برادری سے خارج ہو جائیں؟

باجہ گاجہ اور راگ راگنی:

(۵۹) ”عن جابر قال قال رسول الله ﷺ الغناء

ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ گانا دل میں نفاق کو اس

طرح اگاتا ہے جیسے پانی کھیتی کو“ (رداء المہتمی فی شعب الایمان مشکوٰۃ جلد دوم ص ۴۱۱، باب البیان اشعر)

یہ حدیث صاف دلیل ہے اس بات پر کہ گانا، گانا سننا سب ممنوع ہے۔ ممنوع کام جس مجلس میں جن لوگوں میں ہوتا ہو وہاں بیٹھنا بھی ممنوع ہے لیکن خفی مذہب کی اعلیٰ کتاب ”ہدایہ، ص ۴۳۹، جلد ۴، کتاب الکراہیہ“ میں ہے:

”من دعی الی ولیمۃ او طعام فوجد ثم لعبا او

غناء فلا بأس بان یقعد ویأکل قال ابو حنیفۃ ابلیت بهذا مرۃ فصبرت“

ترجمہ: ”یعنی جو شخص ویسے کی یا کھانے کی دعوت میں گیا پھر وہاں اس

نے کھیل یا گانا پایا تو بھی اس کے وہاں بیٹھنے اور کھانے میں کوئی ڈر خوف نہیں“

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں بھی اس میں مبتلا کیا گیا تو میں نے صبر کیا خفی بھائیو! حدیث کا مسئلہ اور آپ کی فقہ کا مسئلہ آپ کے سامنے ہے جو چاہو قبول کرو؟ اور جسے چاہو رد کردو۔

حیلوں سے رد حدیث:

(۶۰) ”عن مالک قال بلغنی ان رسول الله

ﷺ کا یا مریاں استبرآء الاماء بحیضۃ ان کانت ممن

تحیض وثلاثة اشهر ان كانت ممن لا تحيض وينهى
عن سقى ماء الغير“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ لونڈی کو ایک حیض تک روکے رکھنا چاہیے تاکہ اس کے پیٹ میں بچہ ہونے نہ ہونے کا علم ہو جائے اگر اسے حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے تک اسے ہاتھ نہ لگائے۔ یہ حرام ہے کہ اپنا پانی دوسرے کی کھیتی کو پلائے یعنی (دوسرے سے حمل ہو اور پھر بھی یہ صحبت کرے)“ (رواہ رزین مشکوٰۃ ص ۲۹ جلد دوم باب الاستبراء)

مسلمان بھائیو! کیا یہ حدیث صاف نہیں کہ لونڈی خریدی جائے اس کو جب تک ایک حیض نہ آجائے اس سے اس کے خریدار کو ملنا حرام ہے؟ حنفی مذہب کا فیصلہ سنئے ”ہدایہ ص ۲۵۰ جلد ۴ کتاب الکراہیۃ“ میں ہے ”لاباس بالاحتیال لا سقاط الاستبراء عند ابی یوسف“ یعنی امام ابو یوسف کے نزدیک کوئی نہ کوئی حیلہ کر کے اس ایک حیض تک ٹھہرنے کی مدت کو ہٹا دینے میں کوئی حرج نہیں۔ سنا آپ نے حدیث کے صاف حکم کو حیلے حوالے سے ٹال دینا کوئی حرج نہیں رکھتا؟ اس کے بعد اسی کتاب میں حیلے لکھے ہیں کہ کس طرح اللہ کے رسول ﷺ کے اس تاکید فرمان کو ٹال دیا جائے اور کس طرح اس حرام کردہ کو حلال کر لیا جائے ”فنعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا“ ہاں ہمارا روئے سخن تو آپ سے ہے اب اس صورت میں آپ کیا مانیں گے؟ حنفی مذہب یا محمدی فرمان؟

کعبۃ اللہ کی بے حرمتی :

(۶۱) ”عن ابی ہریرۃ الا لا یحج بعد العام

مشرک ولا یطوفن بالبيت عربان“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ نے منادی کرائی کہ کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور کوئی نہ شخص طواف بیت اللہ نہ کرے“

برادران یہ حدیث بخاری مسلم جیسی اعلیٰ درجے کی صحیح کتابوں کی آپ کے سامنے ہے جس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ کسی مشرک کو مسجد حرام میں آنا جائز نہیں یہ حدیث ہی نہیں خود قرآن نے کھلے لفظوں میں فرمایا ہے:

”انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام“

ترجمہ: ”مشرک نجس ہیں یہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ آنے پائیں

لیکن آہ! حنفی مذہب اسے نہیں مانتا یہ ہے حنفی مذہب کی بہترین کتاب ”ہدایہ جس کے ص ۴۵۸، جلد چہارم کتاب الکراہیۃ“ میں لکھا ہے:

”لابأس بأن یدخل اهل الذمة المسجد الحرام“

کہو حنفی بھائیو! اب کس پر ایمان لاؤ گے؟ قرآن حدیث پر یا حنفی مذہب پر؟

نا جائز کو جائز کر دیا:

(۶۲) ”عن ابن عمر قال نهی رسول اللہ

ﷺ ان یصلی فوق ظهر بیت اللہ“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے سات جگہ نماز پڑھنی حرام قرار دی ان میں

ایک جگہ بیت اللہ شریف کی چھت ہے“ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ، ص ۷۱، باب المساجد، ج ۱)

لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ بیت اللہ شریف کی چھت پر نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی۔ چنانچہ ”ہدایہ ص ۱۶۵ ج ۱، باب الصلوٰۃ فی

الکعبہ“ میں لکھا ہے:

”من صلی علیٰ ظہر الکعبۃ جازت صلوٰتہ“

ترجمہ: ”جو شخص بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھے اس کی نماز جائز ہے“

کہو حنفی بھائیو! اب حدیث مانو گے یا فقہ؟

عورتوں کو عورتوں کی امامت:

(۶۳) ”عن ام ورقثہ امرھا ان تقوم اھل دارھا“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے ام ورقثہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ

وہ اپنے گھر والوں کی امامت کرائیں“ (ابوداؤد مع من السنن، ج ۱، ص ۲۳۰ باب المذیۃ النساء)

مستدرک حاکم ص ۲۰۳ جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب امامۃ المرأة میں ہے:

”عن عائشۃ انھا تقوم للنساء وتقوم وسطھن“

ترجمہ: ”یعنی سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی امامت کراتی تھیں

اور بیچ صف میں کھڑی ہوتی تھیں“

لیکن حنفی مذہب ان حدیثوں کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے:

”یکبرہ للنساء ان یصلین وحدھن الجماعۃ“

ترجمہ: ”یعنی صرف عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ

ہے“ (ہدایہ، ص ۱۰۳، باب الامامۃ جلد اول)

کہو حنفی بھائیو! اب رسول اللہ ﷺ کی مانو گے یا فقہ؟

بچوں کی امامت:

(۶۴) ”عن عمرو بن سلمة قال فقد مونی

بین ایدلہم وانا بن ست او سبع سنین الخ“

ترجمہ: ”یعنی سیدنا عمرو بن سلمہ اپنی قوم کے امام تھے اس وقت ان کی

عمر چھ سات سال کی تھی“ (مشکوٰۃ، ص ۱۰۰، جلد اول، باب الامامة رواہ البخاری)

یہ حدیث صاف ہے کہ چھوٹا بچہ جبکہ قرآن کا زیادہ قاری ہو وہ امامت

کرا سکتا ہے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا اس مذہب کی سب سے بڑی معتبر

کتاب ”ہدایہ، ص ۱۰۳، باب الامامة جلد اول“ میں لکھا ہے:

”ولا يجوز للرجال ان يقتدوا بامراة او صبئی“

ترجمہ: ”یعنی مردوں کو جائز نہیں کہ عورتوں کی یا بچوں کی اقتدا میں

نماز پڑھیں“

کہو حنفی بھائیو! اب آپ کا فیصلہ کیا ہے جائز مان کر حدیث کو سر آنکھوں پر رکھ

کر محمدی بنو گے؟ یا ناجائز مان کر فقہ کو سر آنکھوں پر رکھ کر حنفی بنو گے؟

نماز میں کتر بیونت:

(۶۵) ”عن ابی حمید الساعدی قال فی نفر

من اصحاب رسول اللہ ﷺ انا احفظکم لصلوة

رسول اللہ ﷺ فاذا جلس فی الركعة الاخرة قدم

رجله اليسرى ونصب الاخرى وقعد علی مقعده“

ترجمہ: ”یعنی سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اور صحابہ

کرامؑ کی ایک جماعت کی موجودگی میں دعویٰ کرتے ہیں کہ تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا حافظ میں ہوں۔ پھر نبی کریم ﷺ کی نماز کا نقشہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب آپ آخری رکعت میں بیٹھتے جس میں سلام پھیرنا ہوتا تو بائیں پیر کو دہنی طرف نکال کر دائیں پیر کے نیچے کو زمین پر نکا کر بائیں سرین پر بیٹھتے“ (بخاری، مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ ص ۷۵، جلد اول)

یہ بخاری شریف کی روایت ہے ابو داؤد وغیرہ کی حدیث میں ہے:

”حتى اذا كانت السجدة التي فيها التسليم
اخر رجله اليسرى وقعد متوركا على شقه الايسر“
ترجمہ: ”یعنی جس رکعت میں سلام پھیرنا ہوتا تو اس کے التیحات میں آپ
تورک کر کے بیٹھے بائیں جانب پر بیٹھے بائیں پاؤں ایک طرف نکال دیتے“

ان صریح اور صحیح حدیثوں کو حنفی مذہب نہیں مانتا اس کا فرمان ہے:

”جلسد فی الاخيرة كما جلس في الاولى“
ترجمہ: ”یعنی آخری التیحات کی بیٹھک بھی اسی طرح ہے جس طرح پہلی التیحات کی“

کہو حنفی بھائیو! اب کیا نماز اس طرح پڑھو گے جس طرح حنفی مذہب نے
پڑھی یا اس طرح پڑھو گے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے پڑھی؟

تجارت کا مسئلہ:

(۶۶) ”عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن
جده ان رسول الله ﷺ قال البيعان بالخيار ما لم
يتفرقا الخ“
ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ خرید و فروخت کرنے والے

دونوں کو اختیار ہے جب تک کہ الگ الگ نہ ہو جائیں۔“

یہ حدیث صحیح اور صریح ہے کہ دو شخص جو لین دین کر لیں جب تک جدا نہ ہوں گا کہ کو اور بیوپاری کو دونوں کو بیع کے باقی رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا۔ اس مذہب کی معتبر کتاب ”ہدایہ ص ۲، ج ۳، کتاب البیوع“ میں لکھا ہے:

”وإذا حصل الإيجاب والقبول لزم البيع ولا خيار

لواحد منها إلا من عيب أو غدم روية“

ترجمہ: ”یعنی جب ایجاب قبول ہو چکا بیع لازم ہوگی۔ دونوں میں سے ایک کو بھی اب اختیار باقی نہیں ہاں سودا عیب دار ہو یا دیکھا ہی نہ ہو تو اور بات ہے“

کہو حنفی بھائیو! تجارت محمدی شرع پر کر دو گے؟ یا حنفی مذہب پر؟

قانون شہادت:

(۶۷) ”عن ابن عباس ان رسول الله

ﷺ قضی بيمين وشاهد“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے ایک گواہ لے کر پھر مدعی کو قسم کھلا کر

فیصلہ فرمایا“ (مسلم، مشکوٰۃ، ص ۳۲۷، ج ۲، باب الاقضية کتاب الامارۃ)

یہ حدیث کھلی دلیل ہے کہ ایک گواہ کے بعد دوسرا گواہ میسر نہ آنے پر مدعی کی قسم پر بھی فیصلہ ہو سکتا ہے لیکن حنفی مذہب اس صریح اور صحیح حدیث کو نہیں مانتا ان کی مذہبی کتاب ”ہدایہ، باب الیمین کتاب الدعوی ص ۱۸۷ جلد ۳“ میں لکھا ہے:

”ولا تترد اليمين على المدعى“

ترجمہ: ”یعنی مدعی کی جانب قسم نہ لوٹائی جائے“

کہو خفی بھائیو! حدیث و فقہ کے حکم کا اختلاف آپ کے سامنے ہے اب کیا آپ قانون مدنی کا احترام کریں گے؟ یا قانون کوئی کا؟

وتر میں اختلاف:

(۶۸) ”عن سعد بن هشام.... یصلی تسع رکعات لا یجلس فیہا الا فی الثامنة فیذکر اللہ ویحمدہ ویدعوہ ثم ینہض ولا یسلم فیصلی التاسعة ثم یقع فیذکر اللہ ویدعوہ ثم یسلم تسلیما“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ رات کو نو رکعت نماز پڑھتے آٹھویں رکعت میں ہی تشہد کے لئے بیٹھتے پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے اور نویں رکعت پڑھ کر سلام پھرتے“ (مسلم، مشکوٰۃ ص ۱۱۱، ج اول، باب الوتر، کتاب الصلوٰۃ)

دوستوں! کیا یہ حدیث صریح اور صحیح اس امر پر نہیں؟ کہ نو رکعت ایک سلام سے پڑھ سکتے ہیں لیکن آپ کا خفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ آٹھ سے زیادہ رکعتیں ایک سلام سے پڑھنی مکروہ (یعنی حرام) ہیں دیکھیے آپ کے مذہب کی اول نمبر کی کتاب ”ہدایہ، ص ۱۲۷، جلد اول، کتاب الصلوٰۃ باب النوافل“ میں ہے:

”فاما نافلة اللیل قال ابو حنیفة ان صلی ثمان رکعات بتسلیمۃ جاز و تکرہ الزیادة علی ذالک و قال لا یزید باللیل علی رکعتین بتسلیمۃ“

ترجمہ: ”یعنی امام ابو حنیفہؒ تو فرماتے ہیں رات کی نماز میں آٹھ رکعت تک تو ایک سلام سے پڑھ سکتا ہے اس سے زیادہ کا ایک سلام سے پڑھنا مکروہ

ہے اور ان کے دونوں شاگردان رشید فرماتے ہیں کہ ایک سلام سے دو رکعت سے زیادہ پڑھے ہی نہیں۔“

حنفی بھائیو! اب تم کہو امام صاحب کی مانو گے؟ یا ان کے شاگردوں کی؟ یا رسول اللہ ﷺ کی؟

قرآن دشمنی:

(۶۹) ”عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله ﷺ لا صلوة من لم يقرأ بفاتحة الكتاب“
ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں“ (حلق طبع، مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۷۸، کتاب الصلوٰۃ باب القراءة)

لیکن حنفی مذہب اس کے برخلاف کہتا ہے کہ:

”وهو مخير فني الاخيرين معناه ان شاء سكت وان شاء قراء وان شاء سبىح“
ترجمہ: ”یعنی فرض نماز کی دو آخری رکعتوں میں نماز پڑھنے والا مختار ہے یعنی اگر چاہے چپ کھڑا رہے اگر چاہے سبحان اللہ کہہ لے“
(ہدایہ، ج ۱، ص ۱۲۸، کتاب الصلوٰۃ، فصل القراءة)

قارئین میں یہاں مقتدی کی قراءت کے اختلاف میں بحث نہیں کر رہا ان پرانے مسائل کو تو میں نے اس مضمون میں چھوا بھی نہیں یہاں تو مسئلہ یہ ہے کہ حدیث کی رو سے کسی نماز کی کوئی رکعت بغیر الحمد شریف پڑھے نہیں ہوتی۔ لیکن حنفی مذہب اسے سرے سے مانتا ہے نہیں نہ صرف مقتدی کے حق میں بلکہ اکیلے نمازی کے لئے امام کے لئے بھی اس کا مسئلہ ہے کا ظہر عصر عشاء کی نماز میں اسے اختیار ہے کہ پچھلی دو

رکعتوں میں صرف سبحان اللہ کہہ کر رکوع کر لے۔ سورۃ فاتحہ کا بلکہ قرآن کا ایک لفظ بھی نہ پڑھے تو بھی اس کی نماز ہو جائے گی بلکہ سبحان اللہ بھی نہ کہے نہ قرآن پڑھے نہ الحمد پڑھے صرف ذرا سی دیر چپکے ہی چپکے کھڑا ہو کر بغیر پڑھے بھی سجدہ کر لے تو اسے اختیار ہے اب اے کلمہ گو بھائیو! تم رسول اللہ ﷺ کی مانو گے؟ یا حنفی مذہب کی؟

عدم وجوب قراءت:

(۷۰) ”اور لطف کی بات سنئے! فرض نماز کا تو حنفی مذہب میں یہ حکم ہے لیکن نقلی نمازوں میں وہ چاروں رکعتوں میں قراءت واجب مانتا ہے چنانچہ ”ہدایہ کے اسی صفحہ میں ہے:

”والقراءة واجبة في جميع ركعات النفل“

ترجمہ: ”یعنی نقلی نماز کی ہر ہر رکعت میں قراءت واجب ہے“

پھر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

”وان صلى اربعاً ولم يقرأ فيهن شيئاً“

اعاد رکعتین“

ترجمہ: ”یعنی اگر کسی نے چار رکعت نفل نماز ادا کی اور چاروں میں

قراءت نہیں کی تو اسے دو رکعتوں کو دہرانا چاہیے“

اسے تو جانے ہی دیجئے کہ یہ الٹ پلٹ کیا ہو رہا ہے؟ ہمیں تو اس وقت اپنے دوستوں کو صرف یہ بتانا ہے کہ حدیث جو اد پر کے نمبر پر گزری ہے آپ کے سامنے ہے اور اس کے بالکل برخلاف حنفی مذہب بھی آپ کے سامنے ہے اب آپ کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں مانیں جسے چاہیں جواب دیں؟

فرضوں کے ہوتے ہوئے سنتیں:

(۷۱) ”عن ابی ہریرۃ قال قال النبی ﷺ اذ ا

اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المكتوبة“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب فرض نماز کی اقامت یعنی تکبیر ہوگئی پھر سوائے اسی فرض نماز کے اور کوئی نماز نہیں ہے“ (مسلم، مشکوٰۃ، جلد اول، ص ۹۶، کتاب الصلوۃ، باب الجماۃ)

لیکن حنفی مذہب کا فرمان ہے:

”من التہی الی الامام فی صلوۃ الفجر وھو

لم یصل رکعتی الفجر ان خشی ان تفوتہ رکعة

ویدرک الاخری یصلی رکعتی الفجر عند باب

المسجد ثم یدخل“

ترجمہ: ”یعنی جو شخص امام کے پاس پہنچے صبح کی نماز ہو رہی ہو اس نے

دو رکعتیں سنت نہ پڑھی ہو تو اگر اسے خوف ہو کہ ایک رکعت فوت ہو جائے گی

اور دوسری جماعت سے پالے گا تو اسے چاہیے کہ مسجد کے دروازے کے پاس

دو رکعتیں سنت پڑھ کر پھر جماعت میں مل جائے“

حنفی بھائیو! اب کہو رسول اللہ ﷺ کا تو حکم ہے کہ جماعت کھڑی ہونے پر اور

نماز حرام۔ حنفی مذہب کا حکم ہے کہ باوجود جماعت کھڑی ہو جانے کے گو ایک رکعت

فوت بھی ہو جائے صبح کی دو سنتیں پڑھ لے۔ پس الحمد للہ کا مذہب تو یہ ہے کہ اس

موقعہ پر حدیث مانی جائے فقہ چھوڑی جائے۔ اس وقت کسی اور کی حدیث کے

مقابلے میں ماننا منع ہے۔ لیکن آج کل کی تقلید یہ ہے کہ حدیث چھوڑ دی جائے اور

فقہ مانی جائے اب کہو تم مقلد رہو گے؟ یا محقق بنو گے؟ حدیث مانو گے؟ یا فقہ پر عمل

کرو گئے؟

صبح کی قضا شدہ سنتوں کا وقت :

(۷۲) ”عن محمد بن ابراہیم عن قیس بن عمرو رأی النبی ﷺ رجلاً یصلی بعد صلوۃ الصبح رکعتین فقال رسول ﷺ صلوۃ الصبح رکعتین رکعتین فقال الرجل انی لم اکن صلیت الرکعتین اللتین قبلہما فصلیتہما الان فکست رسول اللہ ﷺ“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر سے فارغ ہونے کے بعد ایک صحابی کو دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ نماز صبح تو دو ہی رکعت ہے اس نے جواب دیا کہ دو فرض صبح سے پہلے جو دو سنتیں ہیں میں نے نہیں پڑ ہیں تھیں وہ میں نے اب ادا کیں ہی یہ سن کر نبی کریم ﷺ خاموش ہو گئے“
(رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ، مع، کتاب الصلوۃ، باب اوقات البی، ص ۹۵)

ترمذی میں ہے کہ آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں۔ یہ حدیث کھلی دلیل ہے کہ جس شخص سے دو سنتیں چھوٹ گئی ہوں وہ بعد از فرض انہیں ادا کر سکتا ہے۔ لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا۔ وہ کہتا ہے کہ اگر صبح کی سنتیں کسی کی چھوٹ گئی ہوں وہ بعد از فرض سورج نکلنے سے پہلے نہیں پڑھ سکتا۔ چنانچہ ”ہدایہ، جلد اول، ص ۱۳۲ کتاب الصلوۃ باب اوراک الفرضیہ“ میں لکھا ہے :

”اذا فاتتہ رکعتا الفجر لا یقضیہما قبل طلوع الفجر“

ترجمہ: ”یعنی جب کسی کی فجر کی دو سنتیں چھوٹ جائیں تو وہ انہیں

سورج نکلنے سے پہلے نہیں پڑھ سکتا۔“

کہو خفی بھائیو! کیا ارادہ ہے؟ ہم حدیث کو مانیں یا آپ کی فقہ کو؟

سنتیں گرا دیں:

(۷۳) مندرجہ بالا حدیث کو پھر پڑھ لیجئے اس میں موجود ہے کہ صبح کی ان سنتوں کی قضا ہے لیکن خفی مذہب سرے سے ان سنتوں کی قضا کا قائل ہی نہیں یہ تو آپ نے ہدایہ کی عبارت میں اوپر پڑھ لیا کہ سورج نکلنے سے پہلے ان کی قضا نہ کرے۔ اب سنئے اسی کتاب میں اسی صفحے میں اسی عبارت کے ساتھ لکھتے ہیں:

”ولا بعد ارتفاعها“

ترجمہ: ”یعنی سورج چڑھ جانے کے بعد بھی ان قضا نہ کرے“

خفی بھائیو! اب یہ آپ کی سمجھ پر موقوف ہے اور آپ کے ایمان پر کہ جس کا کلمہ پڑھتے ہیں اس کا فرمان مانیں؟ یا جس کی تقلید کرتے ہیں اس کا کہا کریں؟

حکم کے بدلے منع:

(۷۴) ”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قال قال رسول اللہ ﷺ من لم یصل رکعتی الفجر

فلیصلہما بعد ما یطلع الشمس“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو صبح کی دو سنتیں نہ پڑھ سکا

ہو وہ سورج نکلنے کے بعد انہیں پڑھ لے“

(ترمذی، ج ۱، ص ۵۹، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء فی اعادتها بعد طلوع الشمس)

دوستو! یہ حدیث آپ کے سامنے ہے اوپر کے نمبر کی فقہ کی عبارت بھی آپ کے سامنے ہے حدیث میں حکم، فقہ میں منع کہو اب عمل کس پر رہے گا؟

سنتوں کی قضا کو بھی گرا دیا:

(۷۵) ”عن کریب قال رسول اللہ ﷺ یا ابنۃ ابی امیۃ سالت عن الركعتین بعد العصر وانه اتانی ناس من عبد القیس فمشغلونی عن الركعتین اللتین بعد الظهر فهما هاتان“

ترجمہ: ”مطلب یہ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس وفد عبد القیس کے لوگ آ گئے۔ اس مشغولی میں آپ سے ظہر کے فرضوں کے بعد کی دو سنتیں چھوٹ گئیں جنہیں آپ ﷺ نے بعد از نماز عصر قضا کیں“
(متن علیہ، مشکوٰۃ ج ۱۰، ص ۹۵، کتاب الصلوٰۃ باب اوقات النبی)

یہ حدیث صاف ہے کہ سنتوں کی قضا کر سکتے ہیں لیکن حنفی مذہب اس صاف اور صریح بخاری مسلم کی صحیح حدیث کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے:

”واما سائر السنن سواها لا تقضى بعد الوقت وحدها“

ترجمہ: ”یعنی ظہر مغرب عشاء کی سنتیں جو چھوٹ گئی ہوں صرف انہیں وقت گزرنے کے بعد قضا نہیں کرتا ہے“ (ہدایہ، ج ۱، باب ادراک الفریضۃ، ص ۱۳۳)

اے حنفی بھائیو! اب کہو فیصلہ نبوی کو مانو گے یا مسئلہ ہدایہ کو؟

حنفی روزے کا نمونہ:

(۷۶) ”عن ابی ہریرۃ فقال رسول اللہ ﷺ اهل

تجد رقبۃ تعتقها الخ“ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۱۷۶، کتاب الصوم باب

تنزیہ الصوم)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص رمضان شریف میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے مل گیا تھا اسے رسول اللہ ﷺ نے ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا، یہ طاقت نہ ہو تو دو مہینے کے پے در پے روزوں کا حکم دیا۔ یہ بھی نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینے کا حکم فرمایا۔ یہ حدیث سامنے رکھ کر کفارہ کے اس مسئلے کو پڑھ کر اب حنفی مذہب کے اس مسئلے پر بھی نظریں ڈالو ”ہدایہ، ج ۱، ص ۱۹۹، کتاب الصوم باب ما یوجب القضاء“ میں ہے:

”لو جامع میتۃ او بھیمۃ فلا کفارة انزل اولم ینزل“

ترجمہ: ”یعنی مردہ عورت سے اور چوپائے سے جو جماعت کرے اس

پر کفارہ نہیں ہے خواہ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو“

بلکہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

”وکذا النائمة والمجنونة اذا جامعهما زوجها

عليهما القضاء دون الكفارة“

ترجمہ: ”یعنی اسی طرح اگر کوئی سوئی ہوئی عورت سے دیوانی عورت

سے ان کا خاوند جماع کر لے تو ان پر قضا ہے کفارہ نہیں“

میں اس مسئلے پر کچھ نہیں لکھتا صرف آپ سے یہ عرض ہے کہ حدیث میں صاف موجود ہے کہ جس نے اپنی بیوی سے جماع رمضان شریف کے روزے کی حالت

میں کیا اسے اللہ کے رسول ﷺ نے کفارہ دینے کو فرمایا۔ لیکن خفی مذہب نے سوئی ہوئی عورت دیوانی عورت مردہ عورت سے رمضان شریف میں روزے کی حالت میں جماع کرنے والے کو کفارہ سے آزاد کر دیا ہے۔ اب فرمائیے! غیرت، حمت، سمجھ، فقہ، قیاس، ایمان، عدل، انصاف، فراست، دانائی، بھلائی، برائی، کی تمیز انسانیت اور اسلام کے قبول کرتا ہے؟ اور کسے رد کرتا ہے؟

سود خوری:

(۷۷) ”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ

ﷺ الربی سبعون جزاً ایسرھا ان ینکح الرجل

امہ“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سود کے ستر (۷۰) گناہ ہیں

جن میں سب سے ہلکا یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے نکاح کرے“

(رواہ ابن ماجہ مشکوٰۃ جلد اول، ص ۲۴۶، کتاب البیوع باب الربو)

سود کی حرمت اور اس حرمت کی خفی آپ کو معلوم ہو گئی۔ حدیث کا رخ آپ

کے سامنے آ گیا، اب آئیے خفی مذہب کو دیکھئے، اس کی معتبر کتاب ”ہدایہ جلد

سوم، ص ۷۰، کتاب البیوع باب الربو“ میں ہے:

”ولا بین المسلم والحربی فی دار الحرب“

ترجمہ: ”یعنی مسلمان اور حربی کافر میں دار الحرب میں سود لینے میں

کوئی حرج نہیں“

مسلمان خفی بھائیو! اب فرمائیے حدیث کو مان کر فقہ کے اس مسئلے کو غلط کہو

گے؟ یا فقہ کو مان کر اس حدیث کو رد کرو گے؟

حلالہ کی لعنت :

(۷۸) ”عن عبد اللہ بن مسعود قال لعن رسول

اللہ ﷺ المحلل والمحلل لہ“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے اس پر لعنت فرمائی جو حلالہ کرے اور

اس پر بھی جس کے لئے حلالہ کیا جائے“

(رواہ الدارمی وابن ماجہ مشکوٰۃ جلد دوم ص ۲۸۴، کتاب النکاح باب لمطلقہ ثلثا)

تین طلاقیں جس عورت کو دیدی جائیں پھر اس سے دوسرا اس لئے اور اس شرط پر نکاح کرے کہ دخول کرتے ہی طلاق دے دے گا تا کہ تین طلاقیں دینے والے شوہر کے لئے یہ حلال ہو جائے اسے حلالہ کہتے ہیں۔ اس فعل کے کرنے کو کرانے والے دونوں بزبان رسول اللہ ﷺ ملعون ہیں۔ اور یہ فعل باعث لعنت ہے لیکن حنفی مذہب کہتا ہے کہ ایسا کرنے سے یہ عورت اس مرد کے لئے حلال ہو جائے گی چنانچہ ”ہدایہ، جلد اول، ص ۳۸۰، کتاب الطلاق فصل فی ماتحل الخ“ میں ہے:

”فان طلقها بعد وطئها حلت“

ترجمہ: ”یعنی حلالہ کرنے والے نے اسے طلاق دیدی بعد بجماعت

نہ

کرنے کے تو پہلے خاوند کے لئے حلال ہو گئی“

خیال فرمائیے کہ اللہ کے رسول ﷺ رسولوں کے سرتاج جس کام کو حرام اور لعنت کا باعث کہیں حنفی مذہب اسے حلال کر دینے کا باعث کہتا ہے کہو حنفی بھائیو! اب کسے مانو گے؟ حدیث کو یا فقہ کو؟

ایک کو تین کر دیا:

(۷۹) ”ان ابنا الصبہا قال لابن عباس اتعلم انما

كانت الثلاثة تجعل واحدة علم عهد النبي ﷺ وابی

بکر وثلاثا من امارۃ عمر فقال ابن عباس نعم“

ترجمہ: ”یعنی سیدنا ابن عباسؓ سے سوال ہوا کہ ایک دفعہ کی ایک مجلس

کی دی ہوئی تین طلاقیں کیا رسول اللہ ﷺ کے زمانے اور ابو بکرؓ کے زمانے

اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے تین سال کے زمانے تک ایک ہی شمار ہوتی

تھی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ایسی تین طلاقیں ایک ہی کر دی جاتی تھیں“

(صحیح مسلم شریف جلد اول، ص ۴۷۸، باب طلاق الثلاث)

یہ صحیح حدیث صریح ہے کہ جو شخص تینوں طلاقیں ایک ساتھ اپنی بیوی کو دے وہ

شمار میں اور حکم میں ایک ہی کے ہو سکتی ہیں لیکن خفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ

کہتا ہے:

”فاذا فعل ذلک وقع الطلاق وکان عاصیا“

ترجمہ: ”یعنی اگر کسی شخص نے ایک ساتھ تین طلاقیں دیں یا ایک ہی

طہر میں تین دیدیں تو ہے وہ گنہگار ہے وہ طلاق طلاق بدعت لیکن واقع ہو

جائے گی“

پس حدیث میں تو تھا کہ ایسی تین طلاقیں ایک کر دی جائیں گی، اور خفی

مذہب میں ہے کہ وہ تین رہیں گی۔ اب تم کہو خفی بھائیو! تین یا ایک؟

حرام کو حلال کر دیا:

(۸۰) ”عن عقبۃ بن الحارث انه تزوج ابنته لا بی اہاب بن عزیز فانت امرأة فقالت قد ارضعت عقبۃ واللتی تزوج بها فقال لها عقبۃ ما اعلم انک قد ارضعتنی ولا اخبرتنی فارسل الی آل ابی اہاب فسئلهم فقالوا اما علمنا ارضعت صاحبتنا فرکب الی النبی ﷺ بالمدينة فسأله فقال رسول اللہ ﷺ کیف وقد قیل ففارقه عقبۃ ونکحت زوجا غیرہ“

ترجمہ: ”یعنی سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے ابواہاب بن عزیز کی لڑکی سے اپنا نکاح کیا پھر ایک عورت آئی اس نے کہا کہ میں نے عقبہ کو بھی اپنا دودھ پلایا ہے اور جس سے اس نے نکاح کیا ہے اسے بھی اپنا دودھ پلایا ہے۔ سیدنا عقبہؓ نے کہا مجھے علم نہیں کہ میں نے تمہارا دودھ پیا ہوا اور نہ تم نے کبھی اس کی خبر مجھے آج سے پہلے دی۔ پھر اپنی سسرال آدمی بھیج کر پچھوایا وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ اس عورت نے ہماری بچی کو دودھ پلایا ہوا اس کا ہمیں کوئی علم نہیں۔ اب سیدنا عقبہؓ سوار ہو کر مدینہ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ سے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اب تم اسے اپنے گھر میں کیسے رکھ سکتے ہو؟ جبکہ یہ بات کہی گئی؟ چنانچہ سیدنا عقبہؓ نے انہیں الگ کر دیا اور انہوں نے دوسرے کسی سے اپنا نکاح کر لیا“

(رواہ البخاری، مشکوٰۃ، ج دوم، ص ۲۷۴، کتاب النکاح، باب المحرمات)

میرے اسلامی بھائیو! یہ ہے حدیث، یہ ہے فیصلہ محمدی، یہ ہے قانونی مدنی، یہ ہے حکم سرکاری۔ اب اپنے فقہی مذہب کا فیصلہ سنو ”ہدایہ جلد دوم، ص ۳۳۴، کتاب

الرضاع“ میں ہے:

”ولا يقبل في الرضاع شهادة النساء منفردات“

ترجمہ: ”یعنی دودھ پلائی کے بارے میں صرف عورتوں ہی کی شہادت

ہو تو وہ نامقبول ہے“

کہو خفی بھائیو! صرف ایک عورت کی شہادت سے رسول اللہ ﷺ نکاح کو باقی نہ رہنے دیں! صرف ایک عورت کی شہادت سے دودھ پلائی کا فیصلہ دیں اور آپ کا مذہب کہے کہ ایک چھوڑ کئی ایک عورتیں بھی ہوں تاہم ان کی شہادت مقبول نہیں۔ اب فرمائیے اسے مانیں یا اسے؟

اونچی آواز کی بسم اللہ:

(۸۱) ”سبحان اللہ! کتاب کھولتے ہی کیا حدیث سامنے آئی ہے جس نے تمام معاملہ صاف کر دیا جو مجھ گونگے کی تمام باتیں آپ کے سامنے ظاہر کر دے گی اور میرا جو مطلب ہے وہ آپ کو سلجھا کر سمجھا دے گی جانے دیجئے حدیث کی کتابوں کو اس وقت میرے سامنے خفی مذہب کی اعلیٰ کتاب ”ہدایہ ہے مجتہدائی مطبع کی چھپی ہوئی ہے پہلی جلد ہے ص ۸۷ ہے اس میں پانچویں سطر میں تحریر ہے کہ:

”وقال الشافعي يجهر بالتسمية عند الجهر بالقراءة
لما روى ان النبي عليه السلام جهر في صلوته
بالتسمية“

ترجمہ: ”یعنی شافعیوں کا مذہب ہے کہ جب اونچی آواز سے قراءت پڑھنی ہو تو ”بسم اللہ الخ“ بھی اونچی آواز سے پڑھے ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس آیت کو با آواز بلند پڑھتے تھے“

لیکن حنفی مذہب کیا ہے اس مصنف ہدایہ سطر ۴ میں بیان کر چکے ہیں کہ ”سیربہما“ یعنی اعوذ کو اور بسم اللہ کو آہستہ پڑھے۔ دلیل یہ کہ ابن مسعودؓ یہی فرماتے ہیں۔ آپ نے یہ بتا دیکھا؟ یہ تقسیم سمجھ آئی؟ کہ ایک دلیل پر تو شافعی عمل کرے دوسری پر حنفی عمل کرے۔ اب اے شافعیوں! اور اے حنفیوں! سنو، محمدی کہتے ہیں کہ اگر فی الواقع کوئی دلیل ہے تو جیسے اس کی تابعداری اس کی ایک حنفی پر ہے شافعی پر بھی ہے اور جیسے شافعی پر ہے حنفی پر بھی ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ایک دلیل کو حنفی ٹال دے اور ایک دلیل کو شافعی ٹال دے۔

ایک باپ کے اگر دو بیٹے ہوں تو دونوں بیک وقت باپ کو باپ کہہ سکتے ہیں۔ اس کے کیا معنی؟ کہ ایک باپ کہے تو دوسرا منہ پھلا کر روٹھ جائے کہ میں نہیں کہتا اس لئے کہ یہ کہتا ہے پھر دوسرا باپ کو باپ کہے تو یہ پہلا روٹھ جائے اور منائے نہ منے کہ صاحب یہ چونکہ اسے باپ کہتا ہے اس لئے ناممکن ہے کہ میں کہہ دوں۔ الحمد للہ کہتے ہیں کہ یہ روٹھنا جھوٹا جھوڑا جب اسی باپ کے بیٹے تم ہو اور اسی کے یہ ہیں تو لامحالہ دونوں ہی کو ماننا پڑے گا۔ اس ضد کو چھوڑ دو کہ یہ باپ کہتا ہے تو میں نہیں کہوں گا اس حدیث پر میں عمل نہیں کروں گا اس لئے کہ شافعی اس پر عمل کرتا ہے۔ اور وہ کہے میں اس پر عمل نہیں کروں گا اس لئے کہ حنفی اس پر عمل کرتا ہے اس تفرقے کو مٹا دو اور سب مل کر ہر حدیث پر عمل کرو۔ بے شک حدیث میں دونوں چیزیں مردی ہیں آہستہ ”بسم اللہ“ پڑھنا بھی اور بلند آواز سے پڑھنا بھی۔ اگر کوئی صاحب پوری بحث اس کی دیکھنا چاہتے ہوں تو وہ درایہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں ہمارا مقصود یہ ہے کہ صحیح اور صریح حدیث میں موجود ہے کہ نبی ﷺ اونچی آواز سے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پڑھتے تھے، لیکن کیا مجال! جو ایک حنفی عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی اس پر عمل کر لے۔ محض اس لئے کہ حنفی مذہب میں نہیں اس لئے حنفی وہی ہے جو

اونچی آواز کی ”بسم اللہ الخ“ کو ناجائز کہے۔ شیعہ محمدی کے ناظرین ہمیں اب اپنا فیصلہ سنائیں کہ کیا وہ اس حدیث پر عمل حرام جانیں گے یا جائز کہیں گے؟

بلند کو پست کر دیا:

(۸۲) ایک موسمی مسئلہ لیجئے:

”عن ابن عمر انہ کان اذا غدا يوم الفطر ويوم الاضحى يجهر بالتكبير“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو با آواز بلند تکبیریں پڑھتے“ (دارقطنی) (صحیح میں مرفوعاً لکھا ہے)۔

خود قرآن نے رمضان کے ذکر کے ساتھ فرمایا ہے:

”ولتكبروا لله على ما هداكم“

ترغیب و ترہیب میں حدیث ہے کہ عید کی زینت اسی تکبیر سے ہے۔

صحابہ کرام عید میں آتے جاتے اور عید گاہ میں با آواز بلند تکبیر پڑھتے رہتے۔ لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا چنانچہ ”ہدایہ جلد اول ص ۱۵۳، باب العیدین“ میں ہے۔

”ولا يكبر عند ابى حنيفة في طريق المصلى“

ترجمہ: ”یعنی امام ابو حنیفہ کے نزدیک بیٹھی عید میں عید گاہ جاتے

ہوئے تکبیر نہ پڑھے“

کہیے حنفی بھائیو! اب حدیث کا قصہ لکھو؟ یا فقہ؟

اپنی طرف سے شرط بنالی:

(۸۳) ”عن ابن عمر ان عمر سال النبى ﷺ قال كنت نذرت فى الجاهلية ان اعتكف ليلة فى المسجد الحرام قال فاوف بنذرک“
ترجمہ: ”یعنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا، آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو“ (متفق علیہ مشکوٰۃ ج ۱، ص ۱۸۳، کتاب الصوم باب الاعتکاف)

پس صاف ظاہر ہے کہ اعتکاف کے لئے روزے کی شرط نہیں کیونکہ رات کو روزہ نہیں ہوتا۔ لیکن حنفی مذہب اس صحیح صریح حدیث کے خلاف کہتا ہے کہ اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے۔ چنانچہ ”ہدایہ، ج ۱، باب الاعتکاف، ص ۲۰۹“ میں ہے:

”والصوم من شرطه عندنا“

ترجمہ: ”یعنی اعتکاف کے لئے روزہ ہمارے نزدیک شرط ہے“

اب اے حنفی بھائیو! آپ فرمائیے آپ کے نزدیک کیا ہے؟ حنفی مذہب کے نزدیک جو ہے وہ؟ اور حدیث کے نزدیک جو وہ تو آپ نے دیکھ لیا۔

وقت قربانی:

(۸۴) ”عن جناب بن عبد اللہ شہدت الاضحى يوم النحر مع رسول الله ﷺ فم بعد صلى و فرغ من سلوته و سمع فر هوى نحر“

اضاحی قد ذبحت قبل ان یفرغ من صلوٰتہ فقال
من کان ذبح قبل ان یصلیٰ او تصلیٰ فلیذبح
مکانہا الاخری الخ

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے نماز عید سے فارغ ہوتے ہی قربانی
کا گوشت دیکھا جو نماز کی فراغت سے پہلے ہی قربان کر دی گئی تھیں تو آپ نے
فرمایا جس نے نماز پڑھنے سے پہلے یا فرمایا نماز پڑھ لی جائے اس سے پہلے
جس نے قربانی کی ہو اس کی جگہ اور قربانی کرنی چاہیے“

(مضیٰ علیہ مشکوٰۃ جلد اول، ص ۱۲۹، کتاب الصلوٰۃ باب فی الاضحیۃ)

یہ حدیث صاف دلیل ہے کہ نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں لیکن حنفی مذہب
اسے نہیں ماننا وہ کہتا ہے کہ شہر کے ارد گرد رہنے والے دیہاتی تو بعد فجر قربانی کر
لیں چنانچہ ”ہدایہ، جلد چہارم، ص ۴۲۹، کتاب الاضحیہ“ میں ہے:
”فاما اهل السواد فیدبحون بعد الفجر“

ترجمہ: ”یعنی شہر کے آس پاس کے رہنے والے فجر کے بعد اپنی
قربانیاں کر لیں“

کہو حنفی بھائیو! حدیث مقبول یا فقہ؟ اور مردود کون؟

حدیث کا مقابلہ حیلے سے:

(۸۵) اسی کی حدیث ۸۴ کو دوبارہ پڑھ جائیے اس میں یہاں تک تاکید ہے
کہ اگر کسی نے نماز سے پہلے قربانی کر لی تو اسے دوبارہ قربانی کرنی پڑے گی۔ لیکن
حنفی مذہب کہتا ہے:

”وحیلة المصری اذا اراد التعجیل ان یبعث بها“

الى خارج المصر فيضحى بها كما طلع الفجر

ترجمہ: ”یعنی شہری لوگ اگر جلدی سے قربانی کر لینا چاہیں تو وہ یہ

حیلہ کر لیں کہ اپنی قربانی کے جانور کو شہر کے آس پاس کہیں بھیج دیں اور وہاں

طلوع فجر کے بعد ہی قربانی ہو جائے“

کہو حنفی بھائیو! حیلے سے حکم حدیث کو باطل کہہنا منظور یا حکم حدیث کے خلاف

حیلوں کو کچل ڈالنا منظور؟

فعل رسول ﷺ کو مکروہ کہنا:

(۸۶) ”عن ابن عباس قال ضلی رسول اللہ

ﷺ الظھر بذی الحلیفة ثم دعا بنا فاشعرها فی

صفحة سنامها الا یمن الخ“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے حج کے موقع پر ظہر کی نماز ذوالحلیفہ

میں پڑھ کر اپنی قربانی کی اونٹنی کے کوہان کے دائیں جانب اشعار کیا“ (رواہ مسلم)

یہ حدیث مسلم میں بھی ہے بخاری میں بھی اشعار کی حدیث ہے۔ اشعار اس

لئے ہوتا ہے کہ یہ نشان ہے قربانی کے جانور کا، اونٹ کی کوہان کے دائیں جانب زخم

کر کے لہو پوچھ ڈالا جاتا ہے۔ یہ کام نبی کریم ﷺ نے کیا۔ بخاری مسلم میں موجود

ہے۔ لیکن حنفی مذہب اسے مکروہ کہتا ہے ”ہدایہ، جلد اول، کتاب الحج

فصل، ص ۲۳۶“ میں ہے:

”والا شعار مکروہ عند ابی حنیفة“

ترجمہ: ”یعنی یہ اشعار امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے“

کہو مقلد بھائیو! اب آپ امام صاحب کی مان کر فعل رسول اللہ ﷺ کو مکروہ کہو گے؟ یا رسول اللہ ﷺ کی مان کر اس مسئلے کو مکروہ کہو گے؟

جنازہ میں فاتحہ:

(۸۷) ”عن طلحة بن عبد الله بن عوف قال صليت خلف ابن عباس على جنازة فقرا فاتحة الكتاب فقال لتعلموا انها سنة“

ترجمہ: ”یعنی ابن عباسؓ نے جنازے کی نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھی اور اور فرمایا تاکہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے“ (رواہ البخاری، مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۱۴۵، کتاب الجنائز باب المشی الخ)

حدیث میں عام طور پر آچکا ہے کہ بغیر سورۃ فاتحہ کے کوئی نماز نہیں لیکن حنفی مذہب جنازے کی نماز میں امام مقتدی کسی کے لئے بھی سورۃ فاتحہ کا قائل نہیں۔ ہدایہ میں ہے ”البدایۃ بالثناء الخ“ (ص ۱۶۰، ج ۱، کتاب الصلوۃ فی فصل الصلوۃ علی المیت) یعنی جنازے کی نماز میں ثناء پڑھا کر درود پڑھ کر میت کے لئے استغفار کرے۔ کہو حنفی بھائیو! یوں تو فاتحہ خوانی کی دھوم مچی رہتی ہے، قبر پر فاتحہ، گھر پر فاتحہ، چالیس قدم پر فاتحہ، نماز جنازہ کے بعد فاتحہ، لیکن جہاں سورۃ فاتحہ پڑھنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے وہاں سے تم نے فاتحہ کا خاتمہ ہی کر دیا اب حدیث سن لی اب کیا کرو گے؟ اب کیا کہو گے؟ اسی پر اتنی روش پر چل کر غیر جگہ تو فاتحوں کی بھرمار کرو گے؟ اور حدیث کی مسنون جگہ نام بھی نہ لو گے؟ یا اب وہ کرو گے جو سنت ہے؟

جنارے کی نماز میں پانچ تکبیریں:

(۸۸) ”عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال کان زید بن ارقم یکبر علی جنازنا اربعا وانه کبر علی جنازة خمساً فسالناه فقال کان رسول الله ﷺ یکبرها“

ترجمہ: ”یعنی سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جنازے کی نماز چار تکبیروں سے پڑھاتے تھے۔ ایک مرتبہ پانچ تکبیروں سے پڑھائی تو ہم نے سوال کیا آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی پانچ تکبیروں سے پڑھائی ہے“

الحمد للہ الحمد یت کا سب حدیثوں پر عمل ہے وہ چار سے جائز مانتے ہیں اور پانچ کو فعل رسول ﷺ سمجھ کر سر آنکھوں پر چڑھاتے ہیں لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ پانچ تکبیروں سے اس قدر بیزار ہے کہ ہدایہ میں حکم ہے:

”ولو کبر الامام خمساً لم یتابعه المؤتم“

ترجمہ: ”یعنی اگر کوئی امام پانچ تکبیر کہے تو مقتدی ہرگز اس کی تابعداری نہ کرے“ (ملاحظہ ہو کتاب الصلوٰۃ فصل الصلوٰۃ علی المیت ص ۱۶۰، ج ۱ ہدایہ)۔

کہو حنفی بھائیو! کیا ارادہ ہے؟ حدیث رسول ﷺ مانو گے؟ یا فقہ حنفی؟

عورت کے جنازے کی نماز:

(۸۹) ”عن سمرة بن جندب قال صليت وراء

رسول اللہ ﷺ علیٰ امرأة ماتت فی نفاسها فقام وسطها

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نفاس نے مری ہوئی ایک عورت کے جنازے کی نماز پڑھائی تو میت کے درمیان میں کھڑے ہوئے“

(متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد اول، ص ۱۴۵، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنائز)

ظاہر ہے کہ امام کو عورت کے جنازے کی نماز کے پڑھانے کے لئے جنازے کے درمیان کی جگہ کھڑا ہونا چاہیے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے:

”ویقوم الذی یصلی علی الرجل والمرأة بحذاء الصدر“

ترجمہ یعنی مرد و عورت دونوں کے جنازے کی نماز میں امام کو ان کے سینے کے بالقابل کھڑا ہونا چاہیے“ (ہدایہ، ج ۱، ص ۱۶۱، کتاب الصلوٰۃ، الفصل فی الصلوٰۃ علی الميت)

مرد کے جنازے کی نماز:

(۹۰) ”عن نافع ابی غالب قال صلیت مع انس

بن مالک علی جنازة رجل فقام حیال راسه الخ“

ترجمہ: ”یعنی سیدنا انسؓ مرد کے جنازے کی نماز پڑھاتے ہوئے

اس کے سر کے مقابل کھڑے ہوئے“

(رواہ الترمذی وابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد اول، ص ۱۴۷، باب المشی بالجنائز، کتاب الجنائز)

حنفی مذہب اس حدیث کو بھی نہیں مانتا اوپر کے نمبر میں ہدایہ کی عبارت موجود ہے پڑھ لیجئے، حکم مذہب حنفی یہ ہے کہ سینے کے مقابل کھڑا ہو پس اے حنفی بھائیو! اب کیا مانو گے؟ حدیث کا حکم؟ یا فقہ کا حکم؟

بے جنازے کی میت:

(۹۱) ”عن المغيرة ابن شعبه ان النبي ﷺ قال والسقط يصلى عليه ويدعى لوالديه بالمغفرة والرحمة“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو کچا بچہ ماں کے پیٹ سے گر پڑا ہو (جس میں جان نہ ہو) اس کے جنازے کی بھی نماز پڑھی جائے اور اس کی ماں باپ کے لئے دعائے مغفرت و رحمت کی جائے“

(ابو داؤد و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۴۶، کتاب الجنائز باب الممشی الخ)

لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ:

”ومن لم يستهل ادرج فی خرقۃ کرامۃ لبنی آدم ولم یصل علیہ“

ترجمہ: ”یعنی جو بچہ پیدا ہو کر چلائے نہیں اسے چونکہ وہ انسان ہے ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھی جائے“
 کہو حنفی بھائیو! اب اپنے بچوں کو بے نماز ہی رکھ کر حنفی بنو گے؟ یا ان پر نماز پڑھ کر اور ان کے ماں باپ کے لئے دعا مانگ کر محمدی بنو گے؟

توہین رسول ﷺ:

(۹۲) ”عن علی رضی اللہ عنہ ان یهودیۃ کانت تشتم النبی ﷺ وتقع فیہ فخنقها رجل حتی ماتت فابطل النبی ﷺ دمها“

ترجمہ: ”یعنی ایک یہودیہ عورت نبی کریم ﷺ کو گالیاں دیتی تھی اور

آپ کی شان میں گستاخی سے پیش آتی تھی ایک صحابی نے اس کا گلا گھونٹ کر اس کو مار ڈالا رسول اللہ ﷺ نے اس صحابی سے کوئی قصاص نہ لیا بلکہ اس کا خون برباد کر دیا اور صحابی کو معاف فرما دیا“ (رواہ ابو داؤد، ج دوم، ص ۶۰۰)
بلکہ اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

”الا امشہدوا ان دمہا ہدر“

ترجمہ: ”یعنی اے لوگو! تم گواہ رہو اس کا خون رائگاں ہے کوئی قصاص نہیں“

اس حدیث کے مطابق اہلحدیث کا مذہب ہے کہ پیغمبر انس و جن جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو جو ذمی کا فر گالیاں دے آپ کی شان میں بے ادبی کرے اس کا ذمہ ٹوٹ جاتا ہے بلکہ وہ شرعاً واجب القتل ہے۔ لیکن آہ اس حرمت کو خفی مذہب نے توڑ دیا وہ صاف لکھتا ہے:

”ومن امتنع من الجزية او قتل مسلما او سب

النبي عليه السلام او زنى بمسلمة لم ينتقض عہدہ“

ترجمہ: ”یعنی جو ذمی کا فر جزیئے سے انکار کرے یا کسی مسلمان کو قتل

کر ڈالے یا نبی کریم ﷺ کو گالیاں دے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے تو بھی اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا“

خفی بھائیو! دونوں مذہب و مسلک آپ کے سامنے ہیں فرمائیے کونسا مقبول اور کونسا مردود؟

خون مسلم کی ارزانی:

(۹۳) ”عن علی ابن النبی ﷺ الا لا یقتل مسلم

بکافر“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کوئی مسلمان کسی کافر کے

بدلے قتل نہ کیا جائے“ (ابوداؤد، سنائی، مشکوٰۃ، ج دوم، کتاب القصاص، ص ۳۰۱)

یہ حدیث بخاری شریف میں بھی ہے اس میں صاف ہے کہ کافر کے بدلے مسلمان مارا نہ جائے۔

لیکن حنفی مذہب اس حکم محمدی کو نہیں مانتا وہ اپنا حکم اس کے خلاف جاری کرتا ہے کہتا ہے:

”والمسلم بالذمی“

ترجمہ: ”یعنی ذمی کافر کے بدلے مسلمان کو قتل کر دیا جائے“

(ہدایہ جلد چہارم ص ۵۴۶ باب ما یوجب القصاص)

کہو حنفی بھائیو! تم حکم محمدی مانو گے یا حکم حنفی؟

غلاموں سے بے انصافی:

(۹۴) ”عن الحسن عن سمرة قال قال رسول

اللہ ﷺ من قتل عبده قتلناه ومن جدع عبده جدعناه“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے غلام کو قتل کر

ڈالے ہم اسے اس کے بدلے قتل کریں گے اور جو اس کے اعضا کاٹ دے ہم بھی

اس کے بدلے میں اس کے اعضا کاٹ دیں گے اور جو اپنے غلام کو خسی کر ڈالے

اس کا بدلہ بھی اس سے یہی لیا جائے گا“ (مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۳۰۱، کتاب القصاص)

کارمدنی کا فیصلہ سن چکے اب کوئی سلطنت کا فیصلہ ملاحظہ کریں۔ ”ہدایہ

جلد چہارم، ص ۵۳۸، باب ما یوجب القصاص“ میں ہے:
 ”ولا یقتل الرجل بعبدہ ولا مہدبرہ ولا مکاتبہ ولا
 بعبدہ ولدہ“

ترجمہ: ”یعنی کسی کو اس کے غلام کے بدلے قتل نہ کیا جائے، اس غلام
 کے بدلے بھی نہیں جسے اس نے اپنے مرنے کے بعد آزاد ہونے کی کہہ دی
 ہو، اس کے بدلے بھی نہیں جس نے اسے لکھ دیا ہو کہ جب میں اپنی رقم ادا
 کر دوں تو آزاد ہوں، اور اس کے بیٹے کے غلام کے قتل کے بدلے بھی اسے
 قتل نہ کیا جائے“

سنا آپ نے؟ حدیث میں تو ہے کہ اپنے غلام کے قتل کے بدلے بھی قتل کر دیا
 جائے۔ حنفی مذہب کہتا ہے اپنی اولاد کے غلام کے بدلے بھی قتل نہ کیا جائے۔

اسلامی مساوات پر ضرب:

(۹۵) اوپر کی حدیث کو دوبارہ پڑھ جائیے اور پھر ہدایہ کھول کر اس کی
 چوتھی جلد نکال کر صفحہ پانچ سو تریپن نکالیں، وہاں باب ہے ”باب القصاص
 فیما دون النفس“ اس باب کے اس صفحہ کی آخری سطر دیکھیے وہاں لکھا ہوا
 ہے:

”ولا قصاص بین الرجل والمرأۃ فیما دون

النفس ولا بین الحر والعبد ولا بین العبدین“

ترجمہ: ”یعنی عورت اور مرد کے درمیان جان لینے کے علاوہ اور باتوں

میں قصاص نہیں ہے نہ آزاد اور غلام کے درمیان ہے نہ دو غلاموں کے درمیان“

آپ نے خیال فرمایا؟ حدیث میں تو ہے کہ جو آزاد جس غلام کا ہاتھ کاٹ دے یا پاؤں کاٹ دے تو اس کا بھی ہاتھ پاؤں کاٹ دیا جائے گا۔ لیکن حنفی مذہب اس فرمان رسول ﷺ کو توڑ دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہاں غلام کہاں آزاد؟ غلام اور آزاد میں فرق کرو، غلام کے ہاتھ کے بدلے آزاد کا ہاتھ نہ کاٹو۔ کہو مسلمانو! وہ مساوات جس پر تمہیں ناز تھا کیا ہوئی؟ اب بتاؤ حنفی مذہب اچھا یا محمدی مذہب اچھا؟

غلاموں پر ظلم:

(۹۶) آپ نے ۹۴ کی حدیث میں پڑھا ہے کہ خضی کرنے کا قصاص خضی کرنا ہے گو آقا اور غلام کے درمیان ہو، لیکن حنفی مذہب اس قانون محمدی کی بھی قانون شکنی کر کے کہتا ہے کہ یہی نہیں بلکہ سرے سے اس میں قصاص ہی نہیں چنانچہ ”ہدایہ جلد چہارم، ص ۵۵۵، کتاب الجنایات باب القصاص“ میں ہے:

”ولا قصاص فی اللسان ولا فی الذکر“

ترجمہ: ”یعنی زبان اور پیشاب گاہ میں قصاص نہیں“

حنفی دوستو! حدیث کو حکم ہے کہ دوسرے کو خضی کرنے والے کو خضی کر دیا جائے گا اور فقہ کا حکم ہے کہ خضی کرنے والے سے قصاص نہ لیا جائے یہ دونوں آپ کے سامنے ہیں اور دونوں میں مخالفت ہے اب آپ کو اختیار ہے اقرار کا بھی اور انکار کا بھی؟

مسلمان کو کافر کے برابر کر دیا:

(۹۷) ”عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن

جدہ قال خطب رسول اللہ ﷺ عام الفتح ثم قال..... دية

الكافر نصف ديت المسلم

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کافر کی دیت مسلمان سے

آدھی ہے“ (ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف جلد دوم، ص ۳۰۳، کتاب القصاص، باب الدیات)

لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے:

”دیت المسلم والذمی سواء“

ترجمہ: ”یعنی مسلمان اور کافر کی دیت یکساں اور برابر ہے“

(ہذا یہ، ج ۴، کتاب الدیات، ص ۵۶۹)

کہو دوستو! اب آپ جس وقت حج کی کرسی سنبالیں گے اور کسی مسلمان کے ہاتھ سے کسی ذمی کافر کی آنکھ پھوٹ گئی یا ہاتھ ٹوٹ گیا تو محمدی مذہب کے مطابق آدھی دیت اس سے دلوائیں گے؟ یا حنفی مذہب کے مطابق پوری دیت؟ حدیث کے مطابق اسلام و کفر میں فرق کریں گے یا فقہ کے مطابق دونوں کو ایک درجہ دیں گے؟

قصر نماز کا مسئلہ:

(۹۸) ”عن عائشة قالت کل ذلک قد فعل رسول

اللہ ﷺ قصر الصلوٰۃ واتم“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے سفر میں نماز قصر بھی کی ہے اور پوری

بھی پڑھی ہے“ (شرح السنۃ، مشکوٰۃ، ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ السفر، ص ۱۱۸)

اسی لئے سفر میں نماز پوری پڑھ لینا اہلحدیث کے نزدیک گناہ نہیں لیکن حنفی

مذہب اس کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے:

”فرض المصافر فی الرباعیۃ رکعتان لا یزید

عليهما

ترجمہ: ”یعنی مسافر پر چار رکعت والی نماز میں دو ہی فرض ہیں ان پر زیادتی نہ کرے“ (ہدایہ، ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ المسافر، ص ۱۴۵)

کہو خفی بھائیو! اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟

کتنے دن تک ٹھہرنا ہو تو قصر کرے:

(۹۹) ”عن ابن عباس قال سافر النبی ﷺ سفراً

فاقام تسعة عشر يوماً يصلي ركعتين ركعتين، قال

ابن عباس فنحن نصلی فیما بیننا و بین مکة تسعة

عشر ركعتين فاذا اقمنا اكثر من ذلك صلينا اربعاً“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی سیدنا عبد اللہ بن

عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سفر میں ایک جگہ انیس دن تک ٹھہرے

رہے اور نماز قصر کرتے رہے یعنی بجائے چار رکعت کے دو رکعت پڑھتے

رہے“ (بخاری، مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۱۱۸، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ السفر)

آپ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مکہ مدینہ کے درمیان انیس دن تک تو نماز قصر کیا

کرتے ہیں جب اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پوری پڑھتے ہیں۔ یہ حدیث

بہت صاف ہے کہ جو مسافر کسی جگہ انیس دن یا اس سے کم رہنا چاہتا ہو تو وہ انیس

دن تک نماز قصر کر سکتا ہے لیکن خفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے:

”ولا يزال علی حکم السفر حتی ینوی الإقامة

فی بلدة او قرية خمسة عشر يوماً او اكثر“

ترجمہ: ”یعنی پندرہ دن یا اس سے زیادہ کہیں ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پھر وہ مسافر کے حکم میں نہیں اسے پوری نماز پڑھنی چاہیے“

آپ نے خیال فرمایا حدیث میں انیس دن کا حکم ہے لیکن حنفی مذہب پندرہ دن کا حکم دیتا ہے۔ اب فرمائیے کہ اس مسئلے سے ناواقف رہ کر رسول اللہ ﷺ نے غلطی کر کے انیس دن تک نماز قصر کی یہ مانو گے؟ یا یہ مانو گے کہ حکم انیس دن کا ہی ہے لیکن فقہ کے ان مصنفین نے غلطی کر کے پندرہ کا حکم کر دیا؟

حد سفر میں حدیث و فقہ کا اختلاف:

(۱۰۰) ”عن یحییٰ بن یزید الہنائی قال

سألت انس بن مالک عن قصر الصلوة فقال كان رسول الله ﷺ إذا خرج مسيرة ثلاثة أميال أو ثلاثة فراسخ شبعة الشاك صلى ركعتين“

ترجمہ: ”یعنی سیدنا انسؓ سے نماز کو قصر کرنے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب تین میل یا تین فرسخ (شعبہ راہ کو شک ہے) کے سفر کو نکلتے تو نماز قصر کرتے“ (مسلم، ج ۱، مع نووی، ص ۲۴۲، کتاب صلوة المافرین)

اس صحیح حدیث کے مطابق الحمد یت کا مذہب ہے کہ تین فرسخ یعنی نو میل کا سفر جسے کرنا ہو وہ نماز قصر پڑھ سکتا ہے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ لکھتا ہے:

”السفر الذی یتغیر بہ الاحکام ان یقصد مسیرة

ثلثة ايام ولياليها“

ترجمہ: ”یعنی سفر کے احکام اس سفر پر مرتب ہوتے ہیں جس میں تین

دن تین راتوں کی مسافت طے کرنے کا قصد ہو۔

حنفی بھائیو! اب فرمائیے آپ حدیث کے مطابق نو میل معتبر مانیں گے؟ یا تین دن تین رات؟

ایک حنفی مولوی کے اعتراض:

میں نے جب یہ سلسلہ اپنے اخبار محمدی میں شروع کیا تھا اس وقت ایک صاحب کا خط میرے پاس پہنچا تھا اور میں نے اسی مضمون کے سلسلے میں اس کا جواب لکھا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ پورا کا پورا جواب کتاب شمع محمدی کے قارئین کے سامنے رکھ دوں تاکہ وہ جان لیں کہ ان مضامین کا جواب ان کے علماء کے پاس کیا ہے؟ واللہ الموفق۔

خط:

آرہ کے حنفی مدرسے سے ایک حنفی مولوی صاحب مسمیٰ محمد عیسیٰ صاحب کا نہایت غیظ و غضب بھرا ایک خط ہمیں ملا ہے جس میں ہمیں بہت کچھ برا بھلا کہہ کر شمع محمدی والے مضمون پر کچھ اعتراض کیئے ہیں۔ ہمیں ایسے خطوط پڑھنے اور گالیاں سننے کی ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ اب یہ معمولی سی چیز ہمارے سامنے رہ گئی ہے۔

رکھتے نہیں وہ مدح و ثنا کی پروا

جو کر کے بھلا خلق سے سنتے ہیں برا

ان گالیوں کا جن کو ہے چسکا حالی

آتا نہیں ان کو کچھ شادوں میں مزا

اس لئے ہم اس خط کی طرف بھی توجہ نہ کرتے لیکن مولوی صاحب نے اس خط میں وعدہ کیا ہے کہ اگر میرے اعتراضات کا جواب دیا گیا تو میں ”حسن ظن رکھنے والوں میں آج سے اپنا نام درج کرنے میں فخر سمجھوں گا“ اس لئے ہم اس کا جواب درج کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے سچی ہدایت طلب کرتے ہیں۔

”ان ارید الا الاصلاح ما استطعت“

اعتراض:

آپ تحریر فرماتے ہیں ”اگر الہمدیث سب صحیح حدیثوں پر عمل کرتے ہیں تو پھر تحت السرة، آمین بالسر، عدم قراءت خلف الامام، امام کے خطبے کے وقت نماز و کلام کی ممانعت، عدم رفع الیدین، عدم جلسہ استراحت، والی حدیثوں پر آپ الہمدیثوں کا عمل کیوں نہیں؟ بخلاف ہم حنفیوں کے کہ ہمارا ان پر عمل ہے پس صحیح معنی میں ہم الہمدیث ہیں نہ کہ آپ لوگ۔ آپ کا دعویٰ تو کاغذی پھول کی طرح ہے اور بس۔“ اس کا جواب ملاحظہ ہو برادرِ م! واللہ اگر ان میں سے اگر ایک بھی حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو آج سے ہم الہمدیث اس پر عمل شروع کر دیں اب آپ ان حدیثوں کی بابت خود اپنی گھڑیلو تحقیق سن لیں۔

ناف تلے ہاتھ باندھنے کی حدیث کے گیارہ

جوابات:

(۱) ناف کے نیچے ہاتھ:

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث کی نسبت خود آپ کے مذہب کی اعلیٰ کتاب ”ہدایہ جلد اول ص ۸۶ باب صفۃ الصلوۃ“ کے حاشیہ پر لکھتا ہے:

”ضعیف متفق علی ضعفہ“

ترجمہ: ”یعنی یہ حدیث ضعیف ہے اور ضعیف بھی ایسی کہ اس کے

ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے“

تفصیلی جرح سنئے! اس کے ایک راوی عبدالرحمن بن اسحاق ہیں ان کی نسبت امام احمدؒ امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ امام ابن معین کہتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں اس میں نظر ہے، امام نووی فرماتے ہیں بالاتفاق ضعیف ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں متروک ہے، امام ابو داؤد بھی انہیں ضعیف کہتے ہیں پس یہ حدیث ضعیف اور بالکل ضعیف ہے۔ ہرگز قابل عمل نہیں۔ مولانا اس کے ضعف کو تو خود خفی علماء نے بھی تسلیم کیا ہے پھر جناب ایک صحیح حدیث پر عمل بنانے کے درپے کیوں ہوتے ہیں؟ پھر یہ بھی یاد رہے کہ ابو داؤد کے اکثر نسخوں میں یہ روایت بھی نہیں چنانچہ خود آپ ہی کی ہدایہ کے اسی صفحہ کے حاشیہ پر تحریر ہے:

”ان هذا الحديث لا يوجد في غالب نسخ أبي داؤد“

ترجمہ: ”یعنی ابوداؤد کے اکثر نسخوں میں یہ حدیث ہے ہی نہیں۔“

اور یہ بھی یاد رہے کہ ابوداؤد میں ہی اسی صفحہ پر اسی باب میں ”فـسـوق السـرة“ کا لفظ بھی ہے یعنی ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے سنت ہیں۔ پھر جناب سے گزارش ہے کہ اگر واقعی یہ حدیث صحیح ہے تو آپ نے اپنی عورتوں کو اس حدیث پر عمل کرنے سے کیوں روک رکھا ہے؟ کیا کوئی حدیث جناب کی نظر ایسی بھی گزری ہے جس میں ہو کہ مرد تو ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں اور عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں؟

سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث:

(۱۰۱) برخلاف اس کے صحیح اور صریح حدیث میں ہے:

”عن وائل بن حجر قال صليت مع رسول الله

ﷺ فوضع يده اليمنى على اليسرى على صدره“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ

پر سینے پر باندھتے تھے“ (صحیح ابن خزيمة وبلوغ المرام)

لیکن حنفی مذہب اس کا منکر ہے۔ چنانچہ ”ہدایہ جلد اول کتاب

الصلوة باب صفة الصلوة، ص ۸۶“ میں ہے:

”ويعتمد بيده اليمنى على اليسرى تحت السرة“

ترجمہ: ”یعنی دائیں ہاتھ سے بائیں کو تھام لے ناف کے نیچے“

اب دیکھیں موجودہ حنفی اس حدیث کو مانتے ہیں یا اپنی فقہ کو؟ یہ بھی نہ بھلایا جائے

کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی آٹھ حدیثیں مروی ہیں ملاحظہ ہوں میری کتاب دلائل محمدی۔

آہستہ آمین کی روایت کے جوابات:

(۲) آہستہ آمین:

آہستہ آمین کہنے کی جو حدیث آپ ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں اس کی نسبت بھی سن لیجئے۔ یہ روایت بھی ضعیف ہے آپ کے مذہب کی معتبر کتاب ”ہدایہ، جلد اول، ص ۸۷“ کے حاشیے پر ہے ”قلت غریب“ یہ روایت غریب ہے۔ بحر العلوم مولانا عبدالعلی حنفی ارکان اربعہ میں لکھتے ہیں ”ہو ضعیف“، یعنی پست آمین کہنے کی روایت سخت تر ضعیف ہے۔ یہ ہے اندرونی اور گھریلو شہادتیں اس حدیث کی نسبت۔ پھر ہم اپنے بھائی کی ایک اور طرف توجہ دلاتے ہیں کہ راوی حدیث کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے آمین کہی اور اس کے ساتھ اپنی آواز کو پست کیا۔ اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ راوی نے آپ کا آمین کہنا سنا نہ سنتے تو کس طرح کہتے کہ آپ نے آمین کہی؟ کوئی شخص دل میں جو چاہے کہہ لے دوسرے کو کیا خبر کہ کیا کہا؟ پس خود اس ضعیف حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آمین باواز بلند کہنی چاہیے اسی لئے آپ کے مذہب کی بہترین کتاب ”شرح ہدایہ فتح القدیر“ میں لکھا ہے:

”لو كان الی فی هذا شیء لو فقت بان

روایۃ الخفض یراد بها عدم القرع العنیف وروایۃ الجهر

بمعنی زیر الصوت وذیلہ“

ترجمہ: ”یعنی اس مسئلہ میں فیصلہ یہ ہے کہ جن روایتوں میں پست

آواز سے آمین کہنا مروی ہے اس سے مراد بہت سخت نہ چلانا ہے۔ اور بلند

آواز سے کہنے کی روایتوں سے بالکل پست نہ کرنا بلکہ گونج والی درمیانی اونچی

آواز سے کہنا“

پس یہ تو تھا اس حدیث کے متعلق مختصر اساجواب اب صحیح اور صریح حدیث سنئے۔

بلند آمین کی حدیث

بلند آمین:

”عن وائل بن حجر قال سمعت رسول الله
ﷺ قرا غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال
آمين مد بها صوتة“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے ”غیر المغضوب علیہم ولا
الضالین“ پڑھ کر با آواز بلند ”آمین“ کہی“ (مشکوٰۃ نظامی، ص ۶۳)

لیکن افسوس کہ حنفی اس حدیث کو نہیں مانتے ”ہدایہ، ص ۸۷“ میں لکھا ہے
”ویسحفونها“ یعنی ”آمین“ کو پست آواز سے مخفی پوشیدہ کہے۔ دیکھیں اب
ہمارے حنفی بھائی مذہب پر رچے ہیں یا حدیث پر آتے ہیں۔

آمین کے بارے کی بہت سی حدیثیں ہماری کتاب دلائل محمدی میں دیکھئے۔

سورۃ فاتحہ کے خلاف کے جواب

(۳) سورۃ فاتحہ:

سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے نہ پڑھنے کی جو روایت آپ نے ہمارے سامنے پیش

کی ہے افسوس ہے کہ آپ نے خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا فرمان نہ پڑھ لیا۔ آپ کہتے ہیں کہ اس میں جو راوی جابر جعفی ہے یہ اتنا بڑا جھوٹا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اس سے زیادہ جھوٹا انسان نہیں دیکھا۔

پس یہ روایت بھی محض بے ثبوت ہے مزید بیان میری کتاب دلائل محمدی میں ہے۔

سورۃ فاتحہ پڑھنے کی حدیث

سورۃ فاتحہ:

(۱۰۳) مشکوٰۃ شریف نظامی ص ۶۳ میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ صبح کی نماز پڑھائی فارغ ہو کر مقتدیوں سے دریافت فرمایا کیا تم اپنے امام کے پیچھے پڑھا کرتے ہو؟ مقتدیوں نے عرض کیا ہاں نبی کریم ﷺ پڑھا کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ:

”لا تفعلوا الا بفاتحة الكتاب فانه لا صلوة لمن لم

يقراء بها“

ترجمہ: ”یعنی سوائے الحمد شریف کے اور کچھ نہ پڑھو، کیونکہ بغیر الحمد

شریف کے نماز نہیں ہوتی“

یہ حدیث بالکل صاف ہے مقتدیوں کو اللہ کے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم میرے پیچھے نماز پڑھو اور میں بلند آواز سے قراءت پڑھوں پھر بھی تم ”الحمد“ کا پڑھنا نہ چھوڑو اگر ”الحمد“ نہ پڑھو گے تو تمہاری نماز نہیں ہوگی۔ لیکن افسوس کہ حنفیہ اس حدیث کو نہیں مانتے ان کی کتاب ”ہدایہ ص ۱۰۰“ میں لکھا ہے:

”ولا يقرأ المؤمن خلف الامام“

ترجمہ: ”یعنی مقتدی امام کے پیچھے نہ پڑ ہے“

دیکھیں اب ہمارے خفی بھائی حدیث مانتے ہیں کہ فقہ ہی پر جے رہتے ہیں؟
نمازیں چھوڑنی اور مذہب رکھنا کسے پسند ہوگا؟

خطبہ کی وقت کی دو رکعتوں کے خفی دلائل

(۴) جمعہ کی دو رکعتیں:

آپ نے جو حدیث پیش کی ہے کہ جب امام جمعہ والے دن منبر پر آجائے تو
نہ نماز ہے نہ بات چیت۔ اس کی باب بھی سنئے۔ آپ ہی کے مذہب کی معتبر کتاب
”ہدایہ ص ۱۵۱“ کے حاشئے پر ہے:

”قلت هذا غریب مرفوعا ولهذا قال البيهقي

رفعه وهم فاحش انما هو من كلام الزهري“

ترجمہ: ”یعنی یہ روایت بالکل غریب ہے اس کا مرفوع ہونا یعنی

حدیث رسول ہون ثابت نہیں یہ تو زہری کا کلام ہے یہ تو رسول اللہ ﷺ پر
بہتان عظیم ہے“

آپ نے کہیں یہ نہیں فرمایا صحیح چھوڑ ضعیف حدیث سے بھی نبی کریم ﷺ کا یہ
فرمان ثابت نہیں اسی لئے ”درایہ تخریج ہدایہ ص ۱۳۲“ میں ہے ”لم
اجده“ میں نے یہ مرفوع حدیث کہیں پائی نہیں۔ یہ تو تھا آپ کا جواب کہ خود آپ
کے مذہب کے فقہاء کے اقرار کے مطابق یہ حدیث ثابت و صحیح نہیں اب اس کے
خلاف سنئے۔

خطبہ ہوتے ہوئے سنتیں پڑھنے کا حکم

ان کا ثبوت:

(۱۰۴) صحیح بخاری مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

”اذا جاء احدكم والامام يخطب فليركع

ركعتين وليتجوز فيهما“

ترجمہ: ”یعنی جمعہ کے دن امام کے خطبے کی حالت میں جو آئے وہ بھی

ہلکی سی دو رکعت پڑھ لے۔“

لیکن افسوس کہ اس حدیث کو حنفی مذہب نہیں مانتا ہدایہ ص ۱۵۱ میں ہے:

”اذا اخرج الامام يوم الجمعة ترك الناس الصلاة والكلام“

ترجمہ: ”مطلب یہ ہے کہ خطبہ ہوتے ہوئے کوئی آئے تو وہ دو رکعت

نماز نہ پڑھے۔“

دیکھیں اب حدیث و فقہ کے مقابلے کے وقت موجودہ حنفی بھائی کس فوج میں

بھرتی ہوتے ہیں۔ یہ نمازی بنتے ہیں یا بے نمازی۔

رفع الیدین نہ کرنے کا جواب

(۵) رفع الیدین نہ کرنا:

رفع الیدین نہ کرنے کی جو روایت صاحب ہدایہ لائے ہیں اسی کے حاشئے پر

ص ۹۲ میں موجود ہے ”قلت غریب“ یعنی یہ روایت ثابت نہیں غریب ہے۔ اسی

ہدایہ کی تخریج درایہ میں ہے ”لم اجد حکذا“ یہ حدیث کسی حدیث کی کتاب میں اس طرح ملتی ہی نہیں پھر اس روایت میں انقطاع ہے کسی صحت و ثبوت کو نہیں پہنچتی پس میں اپنے بھائی اردی مولوی محمد عیسیٰ صاحب بادب عرض کروں گا کہ جناب الہجدیث کے سامنے ایسی بے ثبوت روایتیں پیش کر کے انہیں صحیح حدیثوں سے ہٹانا چاہتے ہیں؟ یہ تو ایک مسلمان کی شان نہ ہونی چاہئے میں نے اس روایت کا بھی بے سند ہونا آپ ہی کی کتابوں سے بتلایا ہے اب سنئے!

رفع الیدین کی حدیث

(۱۰۵): رفع الیدین کرنا مکفوءہ نظامی ص ۵۹ میں ہے:

”ان رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیه حذو منکبیه اذا ففتح الصلوۃ واذا کبر للركوع واذا رفع رأسه من الركوع رفعهما کذا لک“

ترجمہ: ”یعنی نبی کریم ﷺ جب کبھی نماز شروع اور جب رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے رفع الیدین کیا کرتے تھے“

لیکن حنفی مذہب اس صاف اور صریح حدیث کو نہیں مانتا چنانچہ ”ہدایہ جلد اول ص ۹۲“ میں ہے:

”ولا یرفع یدیه الا فی التکبیرۃ الاولی“

ترجمہ: ”یعنی پہلی تکبیر کے سوا پھر رفع الیدین نہ کرے“

کہئے صلوٰۃ محمدی پڑھو ایسے گایا نماز حنفی؟

جلسہ استراحت:

پہلی رکعت پوری کرنے کے بعد دوسری کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے ذرا سی دیر نہ بیٹھے اس کی بابت جو حدیث پیش کی گئی ہے وہ بھی ضعیف ہے صحیح نہیں اسی آپ کے مذہب کی اعلیٰ کتاب ہدایہ کی تخریج و رایہ ص ۸۲ میں ہے کہ اس روایت کی سند ضعیف ہے پس یہ تو ضعیف ہے اب سنئے!

اس کا ثبوت:

(۱۰۶) ”ان النبی ﷺ اذا كان في وتر من

صلوته لم ينهض حتى يستوي قاعدا“

ترجمہ: ”یعنی جب رسول اللہ ﷺ پہلی یا تیسری رکعت کے بعد کھڑا

ہونا چاہتے تو بغیر اچھی طرح بیٹھے ہوئے کھڑے نہ ہوئے“ (اخرجه البخاری)

یہ صحیح اور صریح حدیث ہے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا ان کی ہدایہ ص ۹۲ میں ہے ”لا یقع“ یعنی اس موقع پر نہ بیٹھے۔ کہو حنفی بھائیو! کس کی مانو گے؟ اور کس کی چھوڑ دو گے؟

مذہب اہلحدیث:

ہمارا مذہب:

الغرض ان روایتوں میں سے ایک بھی صحیح ثابت نہیں ہوئی اور ان کے برخلاف صحیح اور صریح حدیثیں ہیں اس لئے اہلحدیث بفضل اللہ تعالیٰ ان حدیثوں پر

ہی عامل ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آج اور آج کے بعد جب کبھی آپ یا اور کوئی اور صاحب کسی مسئلے میں بھی صحیح حدیث پیش کریں گے تو ناممکن کہ اہلحدیث کی گردنیں اس کے سامنے جھک نہ جائیں۔ ہمارا یہ مذہب نہیں کہ فلاں امام نے اگر حدیث کو مانا ہے تو ہم بھی مانیں گے ورنہ نہ مانیں گے۔ ہمارے ہاں حدیث پر عمل کرنے کے لئے کسی خاص مذہب میں اس پر عمل ہونے کی شرط نہیں۔ ہر فرمان رسول ﷺ ہمارے لئے واجب العمل ہے۔ اور اسی کی ہم دنیا کو دعوت دیتے ہیں اللہ کرے آپ کی سمجھ میں آجائے

میرے پیشوا ہیں رسول اللہ ﷺ

میں ہوں ان کی سنت پہ دل سے فدا

امام صاحب اور اہلحدیث

امام صاحب اور ہم:

رہا جناب کا یہ تحریر فرمانا کہ اتنی بڑی متبرک ہستی یعنی امام ابو حنیفہؒ کو ایسے ایسے الزامات سے ملزم کرنا سخت نادانی ہے۔ اس کی بابت بھی سن لیجئے امام ابو حنیفہؒ کی ہستی اور چیز ہے اور ان کے نام سے جو ان کا مذہب موجودہ کتب فقہ میں بنایا گیا ہے یہ بالکل اور ہی چیز ہے۔ ہمارا اعتراض ان کتب فقہ پر ہے ذات امام صاحب پر نہیں۔ حاشا وکلاہم دشمن امامان دین نہیں بلکہ ہم تو امامان دین کے دشمنوں کو ملعون کہتے ہیں۔ ہم امام صاحبؒ کو اپنا امام مانتے ہیں بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ تو اپنی پوری عمر لوگوں کو اہلحدیث بنانے میں مصروف رہے دیکھیئے آپ کے مذہب کی کتاب اور وہ بھی ایک نہایت متعصب اور دشمن اہلحدیث کی لکھی ہوئی کتاب ”حداائق

الحنفیہ“ میں موجود ہے کہ جناب سفیانؒ فرماتے ہیں ”مجھے امام ابوحنفیہؒ نے الحمدیث بنایا“ پس یہ فرق ہمیشہ پیش نظر رکھو تا کہ ہماری نسبت کسی غلط فہمی میں نہ پڑو۔ اس کی مزید تحقیق میری کتاب ”سراج محمدی“ میں ملاحظہ فرمالیجئے۔

الزامی جواب:

الزامی ایک اور جواب سن بھی لیجئے اور ٹھنڈے دل سے غور کر لیجئے شاید اللہ تعالیٰ اسی سے ہدایت کی طرف رہبری کرے۔ وہ یہ ہے کہ اگر حنفی مذہب کی فقہ کی کتاب کے کسی مسئلے کو خلاف حدیث یا غلط کہنے اور اس کے نہ ماننے سے امام صاحب پر الزام دینا لازم آتا ہے۔ اور یہ نادانی ہے تو کیوں جناب؟ تین اور مذہبوں کے کل مسائل اختلافیہ کو آپ حضرات خلاف حدیث یا غلط کہیں اور انہیں نہ مانیں تو کیا آپ نے ان تینوں اماموں کو الزام نہیں دی اور کیا یہ ایک چھوڑ تین تین نادانیاں آپ نے نہیں کیں؟ پس ”ہرچہ بخود نہ پسندی بدگیران پسند“

فقہ کے مسائل

فقہ کے بے دلیل مسائل:

جناب کا یہ فرمانا کہ ”فقہ کوئی من گھڑت یا بناوٹی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ فقہ تو نام ہے ان مسائل شرعیہ کے مجموعے کا جو قرآن و حدیث سے ماخوذ ہوں گے ہاتھوں ان کا بھی جواب سنتے جائیے! اور بطل مطلوب ہو تو میری کتاب سیف محمدی دیکھ لیجئے۔

نجاست سمیت نماز

پہلا مسئلہ:

آپ کی ہدایہ شریف باب الانجاس میں ہے (جلد اول ص ۷۱)
 ”قدر الدرهم وما دونه من النجس المغلظ كالدم
 والبول والخمر وخرء الدجاج وبول الحمار جازت
 الصلوة معه“

ترجمہ: ”یعنی سخت تر غلیظ نجاست جیسے کہ خون اور پیشاب اور شراب
 اور مرغ کی بیٹ اور گدھے کا پیشاب بقدر ایک درہم کے (کپڑے پر یا جسم)
 لگا ہوا ہو تو بھی نماز ہو جائے گی“

اسی ہدایہ میں یہ بھی کہ درہم سے مراد ”تھیلی کی چوڑائی کے برابر ہے اور
 وزن میں ایک مثقال کے برابر ہے) ہاں میرے بھائی جلدیہ قرآن کی وہ آیت یا
 رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث پڑھ دیجئے جس میں ہو کہ اتنی ناپاکی سمیت نماز پڑھا
 کرے۔

سلام کے بدلے گوز:

دوسرا مسئلہ:

اسی ہدایہ کے باب الحدیث میں ہے (ص ۱۱۰ ج اول)

”وان تعمد الحدث في هذه الحالة او تكلم او عمل عملا ينال في الصلوة تمت صلاته“

ترجمہ: ”یعنی اگر اس حالت میں یعنی بعد تشہد کے قصد اُجان بوجھ کر پاخانے کے راستے ہوا نکال دے یعنی گوز مار دے یا بات چیت کر لے یا کوئی عمل خلاف نماز کر لے تو اس کی نماز پوری ہوگئی“

ہاں میرے بھائی جلدی سے قرآن کی وہ آیت یا وہ حدیث پڑھ دیجئے جس میں یہ ہو کہ پاد مار دینا بھی سلام پھیر دینے کے برابر ہے۔ یہ ہیں وہ حیا سوز قیاس جن سے ہم تمہیں بچانا چاہتے ہیں۔

بے نکاح بیوی

تیسرا مسئلہ:

اسی ہدایہ کی فصل فی بیان المحرمات (ص ۲۹۳، جلد ۲) میں ہے:

”من ادعت علیہ امراة انه تزوجها واقامت بینة فجعلها القاضی امراته ولم یکن تزوجها وسعها المقام معه وان تدعه یجامعها“

ترجمہ: ”یعنی کسی عورت نے کسی مرد پر دعویٰ کیا کہ اس نے اس سے نکاح کیا ہے اور وہ گواہ بھی گزار دے۔ بیچ نے فیصلہ دیدیا کہ یہ اس مرد کی بیوی ہے تو اگر واقع میں نکاح نہیں ہوا تاہم اس عورت کو اس مرد کے ساتھ رہنا سہنا اور اس سے جماع کرنے دینا جائز درست ہے“

ہاں بھائی جلدی وہ آیت یا حدیث پڑھ دیجئے جس میں یہ ہے کہ جھوٹے گواہ اور غلط فیصلے سے حرام عورت بے نکاح کے حج حج بیوی بن جائے اور پھر دونوں مجامعت مباشرت مثل میاں بیوی کے کرتے رہیں۔ رسول اللہ ﷺ تو فرماتے ہیں ایسے فیصلے سے ایک پیلو کی مساوی بھی حلال نہیں ہو سکتی۔

طلب دلیل

مطالبہ:

میں سردست جناب کے سامنے یہ تین ہی مسئلے پیش کر کے بس کرتا ہوں ورنہ ایسے چھ سو مسائل میں نے اپنی کتاب سیف محمدی میں جمع کر دیئے ہیں۔ برادر م اگر ان مسائل کی احادیث و آیات آپ کو نہ ملیں تو آپ جی نہ جھوڑ دینا ہمت نہ ہارنا۔ دیوبند ڈابھیل دہلی وغیرہ سے امداد حاصل کرنا میں بہت ممنون ہوں گا اگر جناب مجھے وہ آیات و احادیث دکھا دیں گے جن میں یہ ہو کہ اگر پاخانہ پیشاب جیسی غلیظ گندگی بقدر ورہم کے لگی ہوئی ہو اور نماز پڑھ لے تو جائز تشہد کے بعد درود دعا اور سلام کے بدلے اگر پادمار دے تو نماز پوری ہو گئی۔ جھوٹے گواہ پیش کر کے جھوٹا دعویٰ نکاح کے کر کے حج کا فیصلہ لے کر بغیر حقیقی نکاح کے اگر میاں بیوی بن جائیں اور مصاجبت مجامعت کرتے رہیں تو جائز۔

مقصود:

میری تو سن لو! قسم اللہ کی کوئی آیت کوئی حدیث ایسی نہیں اسی طرح اور بھی سن لو کہ جو چھ مسئلے آپ نے پیش کئے ہیں اور ہمیں ان کے ماننے کی دعوت دی ہے

ان میں بھی صراحت و صحت کے ساتھ بے جرح ایک بھی حدیث نہیں اور ان کے خلاف صراحت و صحت کے ساتھ حدیثیں موجود ہیں۔ مدتیں ہوئی میں نے اعلان کر رکھا ہے پھر میں اسے دہراتا ہوں سنئے!

☆ چار سو روپے کا انعام

انعام:

اگر کوئی صاحب رفع الیدین نہ کرنے کی صحیح صریح مرفوع غیر مجرد حدیث پیش کریں تو ہمارا تحریری حلفیہ اقرار ہے کہ رفع الیدین ترک کر دیں گے اور ایک سو روپیہ نقد بھی دیں گے۔ اسی طرح آمین دل میں کہہ لینے کی حدیث بھی اور اسی طرح امام کے پیچھے ”الحمد“ نہ پڑھنے کی حدیث بھی، اور اسی طرح زیر ناف ہاتھ باندھنے کی حدیث بھی۔ ہے کوئی جو ہم سے یہ انعام بھی حاصل کرے؟ اور ہمیں خفی بھی بنالے۔ کرم مولانا میں نے اخباری حیثیت کے مطابق قلم روک روک کر بہت مختصر سے جواب جناب کو دیئے ہیں لیکن اگر اس سے سیری نہ ہو تو میری کتابیں دیکھئے ہمیں کوئی ضد نہیں ہم حدیث پر ایمان رکھتے ہیں حدیث پہنچاؤ اور منوالو۔ حدیث لو اور مان لو۔

سنئے کو چمن بنائیں گے ہم
گل کھائیں گے گل کھلائیں گے ہم

اب ہم پھر اپنے اسی ترک کردہ سلسلے کو لیتے ہیں ایک سو چھ حدیثیں ہو چکیں آگے سنئے۔

ظہر عصر کی نماز کا محمدی اور حنفی وقت :

مسئلہ نمبر (۱۰۷، ۱۰۸) ”ابوداؤد، ترمذی،

مشکوٰۃ ص ۵۹، جلد اول باب المواقیت“

”عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ امني

جبرئیل عند البيت مرتين فصلی بی الظہر حين

زالت الشمس وكانت قدر الشراك وصلی بی

العصر حين صار ظل كل شىء مثله الخ“

ترجمہ: ”یعنی نبی کریم ﷺ کی امامت سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے

بيت اللہ شریف میں کی اور ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج ڈھل کر

بقدر ایک تمہ کے اس کا سایہ ظاہر ہو گیا اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ ہر

چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا“

ناظرین یہ حدیث آپ کے سامنے ہے اس میں صاف موجود ہے کہ عصر کی

نماز کا وقت وہ ہے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے، یہی نماز عصر کا شروع

اور ظہر کا آخر وقت ہے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے۔ (ہدایہ ج

اص ۶۳، باب المواقیت)

”واخر وقتها عند ابی حنفة اذا صار ظل كل شىء

مثليه..... واول وقت العصر اذا خرج وقت الظہر“

ترجمہ: ”یعنی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ظہر کا آخری وقت اور عصر کا

اول وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایہ اس سے دو گنا ہو جائے“

سنا آپ نے؟ ایک کے دو ہو گئے حدیث میں ہے کہ ایک گونہ سایہ ہونے

سے ظہر کا وقت جاتا رہا اور حنفی مذہب میں ہے نہیں گیا۔ حدیث میں ہے کہ ایک گنا سایہ ہونے پر عصر کا وقت شروع ہو گیا، حنفی مذہب میں ہے نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ ظہر کے وقت کے نکلنے اور عصر کے وقت کے آنے کا انداز بتلائیں کہ جب سورج کا چڑھتا ہوا اور بڑھتا ہوا سایہ سوائے اصلی سائے کہ ہر چیز کے برابر ہو جائے، حنفی مذہب کہے یہ ٹھیک نہیں بلکہ جب چیز سے دو گنا ہو جائے۔ کہو حنفی دوستو! اب آپ کا کیا فیصلہ ہے نمازوں کے اوقات کا صحیح علم اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ﷺ کو تھا؟ یا ان کے ایک امتی کو؟

دو صحیح حدیثیں معارض نہیں ہوتیں :

ضرورت ہے کہ یہاں پر میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ ہمارے حنفی بھائیوں نے حدیث سے بننے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی ہے کہ حدیثوں میں اختلاف ہے کسی میں کچھ ہے کسی میں کچھ ہے۔ حالانکہ یہ وہم بالکل خلاف واقعہ ہے۔ دنیا کے پردے پر دو صحیح حدیثیں ایسی نہیں جو آپس میں اختلاف رکھتی ہوں اور ان میں تطبیق ممکن نہ ہو۔ اس غلط گمان کی وجہ سے بجز اس کے کچھ نہیں کہ لوگ علم حدیث سے کورے ہو گئے اسرار و حکمت حدیث و فقہ علم حدیث ان سے مفقود ہو گیا ورنہ اگر وہ بنظر محدث حدیث کو دیکھیں تو کبھی اتنے بڑی خلاف اسلام اور توہین رسول ﷺ کی بات زبان سے نہ نکالیں دوستو سچ بتاؤ اپنی ایک بات کے خلاف خود ہی دوسری بات کہنا یہ کسی عقل مند کا فعل ہو سکتا ہے؟ ایک عورت کو وہ اپنی بیوی کہے پھر اسے خود ہی بہن بتلائے تو نتیجہ یہی ہو گا کہ یا تو وہ پاگل ہو گا یا سڑی شخص اور سودا کی شخص ہو گا یا اس کی ان دونوں باتوں میں سے ایک قطعاً غلط ہو گی۔ اب ہے کوئی جو یہ کہے رسول اللہ ﷺ کی باتوں میں اختلاف ہوتا ہے کبھی آپ کچھ فرما دیتے ہیں اور کبھی

کچھ اور کہنے لگتے ہیں۔ پس دراصل یہ تو غلط گوئی ہے کہ حدیثوں میں اختلاف ہے
یعنی تعارض اور مناقضہ ہے۔

فقہ کا تناقض :

ہاں البتہ فقہ میں یہ منظر بہت صاف نظر آ رہا اسی مسئلے میں اسی ہدایہ میں جو ہے
وہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ جناب امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ظہر کا آخری وقت
اور عصر کا اول وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایہ اس سے دگنا ہو جائے لیکن اسی ہدایہ
میں اسی صفحہ میں اسی عبارت کے ساتھ ہی موجود ہے ”وقالا ان اصر الظل
مثله وهو روايت عن ابی حنیفہ رحمہ اللہ“ یعنی امام صاحب
کے دونوں شاگرد محمد اور ابو یوسف کے نزدیک ظہر کا آخری اور عصر کا اول وقت
ایک گنا سایہ ہونے پر ہو جاتا ہے اور یہی ایک روایت امام صاحب سے بھی مروی
ہے پس یہ اختلاف ہے کہ ایک اور دو جس طرح اس میں فرق ہے اسی طرح ان
دونوں روایتوں میں جس طرح ایک دو نہیں اور دو ایک نہیں اسی طرح یہ دونوں
روایتیں کسی تطبیق سے ایک نہیں ہو سکتیں۔ اس لطف کو بھی ہم کبھی نہیں بھول سکتے کہ
امام صاحب سے جو روایت خلاف حدیث تھی اسے تو لے لیا اور جو موافق حدیث تھی
اسے چھوڑ دیا۔ خفی دوستو! اگر یہ الٹی لگانہ بہاؤ تو کیا حقیقت کی رونق جاتی رہے
گی؟ وہی روایت کیوں نہیں لیتے جو حدیث کے مطابق ہے؟

بہر صورت جس پر فقہانے عمل رکھا ہے اور جس پر آج ہندوستان کے تمام
حنفیوں کا عمل ہے وہ یہی ہے کہ ظہر کا آخر وقت اور عصر کا اول وقت دو گنا سایہ
ہونے پر ہوتا ہے۔ اس لئے خفی مذہب اس حدیث پر عمل نہیں کرتا جو عنوان میں

درج ہے پس ہمارا حق ہے کہ ہم اپنے بھائیوں سے دریافت کریں کہ پیغمبر معصوم ﷺ کی اس صحیح حدیث پر عمل کرنے سے آپ کو کس چیز نے روک رکھا ہے؟ آپ نمازوں کو وقت مار کر کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ تعلیم رسول ﷺ جبرئیل کا پاس کیوں نہیں کرتے؟ کیا پیغمبر ﷺ سے زیادہ فضیلت والا کوئی اور آپ کو نظر آ گیا؟ کہ اس کی تعلیم کی مقابلے پر آپ نے تعلیم محمدی ﷺ کو ترک کر دیا؟ اگر واقعی کوئی ایسا ہے تو ہمیں بھی بتلاؤ تاکہ مل جل کر ہم سب تعلیم رسول ﷺ سے ہٹ جائیں۔ اور اس بزرگ کی تعلیم کی عامل بن جائیں، ورنہ ہم محمدیوں کی طرف سے آپ کو دعوت ہے کہ آؤ اس کی تعلیم پر عمل کریں جس سے بہتر نہ تو چشم فلک نے آج تک دیکھا ہے نہ آئندہ دیکھ سکے۔ یا اللہ تو ہمیں توفیق دے۔

برادران ایک لطیفہ یہ بھی نہ بھولئے کہ اسی ہدایہ میں اسی جبرئیل والی امامت کی حدیث کو لائے بھی ہیں اسی صفحے میں اسی عبارت کے ساتھ ظہر کا وقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”اول وقت الظہر اذا زالت الشمس لا مامۃ جبرئیل علیہ السلام الخ“ پس یہ عذر بھی باقی نہیں رہا کہ ممکن ہے یہ حدیث ان حضرات کو نہ پہنچی ہو۔ پہنچتی ہے نقل کرتے ہیں امام محمد اور امام یوسف کی دلیل میں اسی حدیث کو پیش کرتے ہیں مگر پھر بھی کیا مجا کہ ہندوستان کے اس کونے سے اس کونے تک ہزار ہا حنفی مسجدوں میں سے ایک میں بھی عصر کی نماز پوری زندگی میں اول وقت پر یعنی ایک گنا سایہ ہو جانے پر ہو جائے بلکہ اس سنت و حدیث کے عامل اہلحدیث پر آج تک یہ اعتراض ہے کہ یہ لوگ وقت سے پہلے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ پس اب اے حنفی بھائیو! جن کی نگاہوں سے میرا یہ مضمون گزر رہا ہے آپ سے عرض ہے کہ فرمائیے! آج سے آپ کیا کریں گے حنفی رہ کر حدیث کا خلاف کر کے بے وقت ہی نمازیں پڑھا کریں گے؟ یا محمدی بن کر حدیث کو سر آنکھوں پر رکھ کر

وقت پر نماز ادا کر کے اللہ کے پیارے اور رسول اللہ ﷺ کے دلا رے بنیں گے؟ اللہ نیک جواب کی توفیق دے۔ آمین!

لڑکی، لڑکے، کے پیشاب کا حکم:

(۱۰۹) (رداہ احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ، مشکوٰۃ جز اول ص ۵۲ باب تطہیر العجاسات)

”عن لبابة بنت الحارث..... قال صلى الله عليه وسلم انما يغسل من بول الانثى وينضح من بول الذكر“

ترجمہ: یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لڑکیوں کا ہی پیشاب دھویا جاتا ہے اور لڑکوں کے پیشاب پر تو چھینٹیں دے لینا کافی ہیں۔“

یہ حدیث بہت صاف ہے کہ دودھ پیتے چھوٹے بچے کہ جو ابھی غذا نہ کھاتے ہوں پیشاب میں شریعت نے فرق کیا ہے لڑکیوں کا پیشاب دھونا ضروری اور لڑکوں کے پیشاب پر صرف چھینٹا دے لینا کافی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان بھی یہ ہے اور اسی پر سید الطاہرین ﷺ کا عمل بھی رہا ام قیس بن حصن کے چھوٹے بچے نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا تو بھی آپ نے یہی کیا۔ لیکن حنفی مذہب نہ اس فعل سے خوش اور نہ تو اس فرمان رسول ﷺ پر عامل اس کا اول فیصلہ ہے کہ ”بول النصبی الذی لم یطعم فکذلک“ (یعنی شرح ہدایہ نو لکھو جلد اول ص ۴۵۳) یعنی اس لڑکے کا پیشاب بھی جو کھانا نہیں کھاتا بڑے آدمیوں کے پیشاب کی طرح نجس ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ایسے بچے کے پیشاب پر صرف چھینٹا دے لینا کافی نہیں۔ اب ہمارے دوست ہمیں بتلائیں کہ

اس اختلاف میں کس طرف ہیں؟ آیا حدیث کی طرف یا یعنی والے کی طرف؟

صبح جمعہ میں مخصوص سورتیں:

(۱۱۰) ”عن ابی ہریرۃ قال کان النبی ﷺ

يقراء فی الفجر يوم الجمعة بالآء تنزل فی الركعة

الاولی وفي الثانية هل اتی علی الانسان“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ جمعہ ک دن کی صبح کی فرض نماز کی پہلی

رکعت میں سورۃ المجدہ اور دوسری میں سورۃ ہل اتی پڑھا کرتے تھے“

(متفق علیہ مشکوٰۃ ج اول ص ۸۰ الفراء فی الصلوٰۃ)

بلکہ طبرانی کی حدیث میں ہے ”یدیم ذالک“ اسی پر آپ کی بیٹھی رہی۔ یہ

حدیث کسی شرح و بسط کی محتاج نہیں۔ ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عادت یہی تھی،

مسنون طریقہ یہی ہے کہ جمعہ کی صبح کی فرض نماز کے فرضوں میں یہ سورتیں برابر

پڑھی جائیں لیکن خفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے

چنانچہ ”ہدایہ جلد اول ص ۱۰۰، باب القراء“ میں لکھا ہے:

”ویکره ان یوقت بشئ من القرآن نشئ

من الصلوات“

ترجمہ: ”یعنی کسی نماز کے لئے قرآن کی کسی سورت کو مقرر کر لینا

مکروہ ہے“

اسی ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں اسی فقرے کے نیچے لکھا ہے:

”کی تسجدة والانسان لفجر الجمعة“

ترجمہ: ”یعنی سورۃ المجدہ اور ہل اتی کا جمعہ کے دن کی صبح کی فرض

نماز کی دونوں رکعتوں میں پڑھے رہنا یہ مکروہ ہے۔

کہو حنفی بھائیو! اب کیا سوچا؟ آیا یہ سمجھ کر رسول اللہ ﷺ ایک مکروہ کام کا کرتے تھے تم اسے نہ کرو گے؟ یا فقہاء کے اس فتوے کو مکروہ رکھ کر سنت نبوی پر عمل رکھو گے؟

نماز جمعہ کی مخصوص سورتیں:

(۱۱۱) ”عن عبيد الله بن ابي رافع قال استخلف مروان اباهريرة على المدينة وخرج الى مكة ف صلى لنا ابو هريرة الجمعة فقراء سورة الجمعة في السجدة الاولى وفي الاخرة اذا جاءك المنافقون، فقال سمعت رسول الله ﷺ يقرأ بهما يوم الجمعة“

ترجمہ: ”یعنی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب مدینے شریف کے حاکم تھے آپ نے جمعہ پڑھایا اور پہلی رکعت میں سورۃ جمعہ اور دوسری میں سورۃ منافقون پڑھی اور فرمایا نبی کریم ﷺ ان سورتوں کی اس نماز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے“ (رواہ مسلم مشکوٰۃ جلد اول، ص ۸۰، باب القرآن ۵۲)

پس صحابہؓ کے نزدیک تو یہ مسنون اس کا ثبوت نبی کریم ﷺ کے فعل سے موجود اور مسلم شریف جیسی صحیح کتاب گواہ لیکن حنفی مذہب کے نزدیک یہ مکروہ۔ چنانچہ اسی ہدایہ کی اسی شرح فتح القدیر ہدایہ کی اسی مندرجہ بالا عبارت کے تحت میں لکھتا ہے ”والجمعة والمنافقين للجمعة“ یعنی سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقون کا تقرر جمعہ کی نماز کے لئے کرنا مکروہ ہے اب ”شمع محمدی“ کے ناظرین اپنا فیصلہ سنائیں کہ وہ محمدی رہیں گے یا فتح القدیر دے نہیں گے؟

سجدے سے انکار:

”عن عقبۃ بن عامر قال قلت یا رسول اللہ ﷺ فضلت سورۃ الحج بان فیہا سجدتین قال نعم ومن لم یسجد ہما فلا یقرأ ہما“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ سے سیدنا عقبہ بن عامر نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ سورۃ حج کو یہ فضیلت دی گئی ہے کہ اس میں دو سجدے تلاوت کے ہیں آپ نے فرمایا ہاں اور جو یہ سجدے نہ کرے وہ انہیں نہ پڑھے“

(ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد اول، ص ۹۳، کتاب الصلوٰۃ باب سجود القرآن)

لیکن حنفی مذہب سورۃ حج میں دو سجدہ تلاوت نہیں مانتا وہ کہتا ہے ”والاولیٰ من الحج“ یعنی سورۃ حج کا پہلا سجدہ کرے۔ پس جسے اللہ تعالیٰ نے دو سجدے کی فضیلت دی تھی اس سے ایک سجدہ ہی کم کر دیا گیا۔ کہئے اب حنفی بھائیو! آپ کیا کریں گے؟ ایک سجدے کے قائل ہو کر دوسرے سجدے کا انکار فقہ کی تعلیم کے ماتحت؟ یا دونوں سجدوں کا اقرار حدیث کی تعلیم کے مطابق؟

وجوب سجدہ تلاوت:

”عن زید بن ثابت قال قرأت علی رسول اللہ ﷺ النجم فلم یسجد فیہا“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے سورۃ نجم سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سنی اور سجدہ تلاوت نہیں کیا“ (مشق علیہ، مشکوٰۃ جلد اول، ص ۹۳، کتاب الصلوٰۃ باب سجود القرآن)

یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں۔ لیکن حنفی مذہب کہتا

ہے ”والسجدة واجبة فى هذه المواضع على التالى والسماع“ (ہدایہ کتاب الصلوۃ جلد اول ص ۱۴۳ باب فى سجدة التلاوة) یعنی ان تمام جگہ سجدہ تلاوت واجب ہے۔ قراءت کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی۔ یاد رہے کہ ان وجوب کی جگہوں میں اسی ہدایہ میں سورۃ والنجم کے سجدے کا بھی ذکر ہے۔ کہئے خفی بھائی اب کیا فتویٰ دیں گے؟

کفن چور پر مہربانی:

”عن ابی سلمة عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال فى السارق ان سرق فاقطعوا يده“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ چور کا ہاتھ کاٹ دو“
(رواہ فی شرح النسخة جلد دوم ص ۳۱۳ کتاب الہد و باب قطع السرقة)

پہلے ہی حدیث گزر چکی کہ پاؤ دینا یعنی تین درہم کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹ دینا چاہیے۔ خفی مذہب جہاں چوری کی چیز کی اتنی مقدار کو نہیں مانتا وہاں بہت سے چوروں کو بھی اس حکم میں داخل نہیں کرتا، مثلاً وہ کہتا ہے:

”لا قطع على النباش“

ترجمہ: ”یعنی کفن چور پر حد نہیں اس کا ہاتھ نہ کاٹنا چاہیے“

ملاحظہ ہو خفی مذہب کی فقہ کی اول نمبر کی کتاب (ہدایہ جلد دوم ص ۵۲۱ کتاب السرقة) فرمائیے آپ کفن چوروں کا ساتھ دیجئے یا حدیث رسول کا؟

چوروں کی ہمدردی:

(۱۱۵) اسی حدیث کو اور نمبر ۶ کی حدیث کو کہ تین درہم کی قیمت کا مال چرانے والے کا ہاتھ کاٹ دو دوا بارہ پڑھ جائے، اور پھر حنفی مذہب کے اس مسئلے پر بھی ”ہدایہ جلد دوم کے ص ۵۲۰ کتاب السرقة میں نظر ڈالیں کہ ”ولا یقطع فی ابواب المسجد الحرام“ یعنی کعبۃ اللہ شریف مسجد حرام کے کواڑ کوئی چرا جائے تو اس کا ہاتھ نہ کاٹنا چاہیے۔ کہو حنفی بھائیو چوروں کا ساتھ دو گے؟ یا ان کے ہاتھ کاٹنے والوں کا؟

حدیث کی چار سورتوں کی حنفی مذہب میں تبدیلی:

”عن ابی مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ یوم القوم اقرأهم کتاب اللہ تعالیٰ فان كانوا فی القراءة سوء فاعلمهم بالسنة فان كانوا فی السنة سوء فاقدمهم ہجرة فان كانوا فی الهجرة سوء فاقدمهم سنا الخ“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی امامت وہ کرائے جو سب سے زیادہ کتاب اللہ کا قاری ہو اگر قراءت میں سب برابر ہوں تو وہ جو سنت کا سب سے زیادہ عالم ہو، اگر علم سنت میں بھی سب برابر کے ہوں تو وہ جو ہجرت میں سب سے پہلے ہو اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو وہ جو عمر میں سب سے بڑا ہو الخ“ (مسلم، مشکوٰۃ، ج اول ص ۱۰۰، کتاب الصلوٰۃ باب الامامة)

”اولی الناس بالامۃ اعلمهم بالسنة..... فان تساوا وافرؤہم..... فان تساوا وافرؤہم..... فان

تساووا فاسنہم“

ترجمہ: ”یعنی امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہے جو سب سے زیادہ
سنت کا عالم ہو، اگر اس میں سب برابر ہوں تو وہ جو کتاب اللہ کا سب سے زیادہ
قاری ہو، اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو
، اگر اس میں بھی سب برابر کے ہوں تو وہ جو سب سے بڑی عمر کا ہو“

خفی بھائیو! حدیث آپ کے سامنے ہے اس میں جو چار سورتیں اللہ کے
رسول ﷺ نے بیان کی تھیں ان سب کو الٹ پلٹ کر دیا۔ اب میں جناب سے پوچھتا
ہوں کہ کیا اس کا حق کسی کو تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیم کو بدلے نبی کریم
ﷺ نے چار درجے بیان کر کے مسئلے کو ختم کر دیا تھا۔ الحمد للہ حدیث شریف کے
مطابق انہی چار درجات پر اسی مسئلے کو ختم کرتے ہیں۔ نہ وہ اس کے سوا اور درجے
گھڑیں اور نہ صورتیں پیدا کریں۔ نہ اپنی طرف سے فتویٰ ہاڑی کریں۔ لیکن یہ
تو آپ نے دیکھ لیا کہ حدیث کی تلائی ہوئی صورتوں کو مسخ کر دیا گیا۔ اب آگے
سنئے! میں اس مسئلے کی قدرے اور بھی تفصیل کر دوں۔

حدیث کی چار صوتیں دس ہو گئیں:

تویر الابصار متن در مختار میں ہے:

”والاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلوة ثم
الاحسن تلاوة ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن
خلقاً ثم الاحسن وجهاً ثم الاشرف لساناً ثم الانظف ثوباً
فان استووا يقرع او الخيار الى القوم“

ترجمہ: ”یعنی سب سے زیادہ امامت کا حق دار وہ ہے جو سب سے زیادہ نماز کے احکام کا جاننے والا ہو، پھر وہ جو سب سے اچھی تلاوت کرنے والا ہو، پھر وہ جو سب سے پہلے اسلام والا ہو، پھر وہ جو سب سے زیادہ خوبصورت چہرے والا ہو، پھر وہ جو سب سے زیادہ شریف نسب والا ہو، پھر وہ جو سب سے زیادہ اچھی پوشاک والا ہو، اگر ان تمام باتوں میں بھی برابر ہوں تو پھر قرع اندازی کی جائے یا لوگوں کو اختیار ہے۔“

ہدایہ کی عبارت آپ اوپر پڑھ آئے ہیں وہاں صورتیں تو چار ہی رکھی تھیں، لیکن حدیث میں جو صورتیں بیان ہوئیں ہیں ان میں اپنا تصرف کر کے انہیں بدل دی تھیں کہیں کہیں ان کی جگہ بدل دی تھی۔ تنویر الابصار کی عبارت بھی آپ نے ملاحظہ فرمائی کہ حدیث میں چار کا بیان تھا یہاں چار کی دس بنائی گئیں۔ ہم الحمد للہ یہ مذہب رکھتے ہیں کہ حدیث پر بس کیا جائے نہ اس میں کمی کی جائے نہ اس میں زیادتی کی جائے، نہ الٹ پلٹ کی جائے۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ جو قرآن و حدیث میں جس طرح ہے وہی اسی طرح اسلام ہے جو اس میں نہیں اسلام میں نہیں۔ جو بات رسول اللہ ﷺ نے نہیں بتلائی اور کسی کو بتلانے اور دوسروں کو اس کو ماننے کا منصب ہی نہیں دوستو! غور کرو، اگر مگر پر فرض کر لینے اور تصور کر لینے پر ہم نے فتویٰ چسپاں کرنے شروع کر دیئے تو یہ سلسلہ تو لا متناہی ہو جائے گا۔ جو صورتیں ہمارے فقہائے کرام بیان فرمائیں گے ان سب کے بعد بھی یہ سوال باقی رہ جائے گا کہ اگر ان سب میں برابری ہو تو؟ آخر فرمائیے تو سہی کہ پھر دین کیا ہوگا؟ ایک مذاق ہوگا۔ وہ کبھی قیامت تک بھی مکمل نہ ہوگا نمونہ کا ایک مسئلہ موجود ہے۔ ہدایہ میں چار صورتیں تھیں تنویر میں دس ہوئیں ابھی اور آگے سنئے!

اب چار کی اکتیس (۳۱) بن گئیں:

صاحب در مختار نے ان کے علاوہ اور بھی بہت سی زیادتی کی ہے۔ ضمناً جو قسمیں بڑھائیں ہیں اور جن قیود کا اضافہ کیا ہے وہ ملاحظہ ہوں ”ثم الحسن صوتاً“ پھر بڑھایا ہے ”ثم الحسن زوجة ثم الاكثر بالا ثم الاكثر جاها“ پھر نمبر ۸ کے بعد بڑھاتے ہیں ”ثم الاكبر رأسا والا صغر عضوا ثم المتقيم على المسافر ثم الحر الاصلی علی العتق ثم المتيمم عن حدث علی المتيمم عن جنابت“ اور نمبر ۱۰ کے بعد لکھتے ہیں ”فان اختلفوا اعتبر اكثرهم“ یعنی نمبر ۱۱ پھر زیادہ روشن چہرے والا، پھر سب سے بڑھ کر حسب والا، پھر سب سے زیادہ اچھی آواز والا، پھر سب سے زیادہ حسین بیوی والا، پھر سب سے زیادہ مالدار، پھر سب سے بڑے مرتبے والا، پھر بہت بڑے سر اور بہت چھوٹے عضو والا، پھر مقیم مسافر پر، پھر اصلی آزاد شدہ پر، پھر وضو کے قائم، مقام جس نے تیمم کیا ہے وہ غسل قائم مقام تیمم کرنے والے پر، پھر بھی اگر لوگوں میں اختلاف رہے تو اکثریت جس کی طرفدار ہو اسے امام بنایا جائے۔

تفصیلی نظر:

قارئین کرام! حدیث شریف آپ کے سامنے ہے جس میں صرف چار سورتیں ہیں یہاں اکیس تو صرف یہی ہو گئیں ابھی اور کتابوں میں اور بھی ہیں پھر ان میں عجیب عجیب اختلاف ہیں۔ کوئی کسی کو آگے کرتا ہے کوئی کسی کو۔ پس اتباع سنت تو ہے کہ آپ وہیں ختم کر دیں جہاں اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ اور تقلید شخص یہ ہے کہ بڑھاتے چلے جائیں فرضی صورتیں بناتے اور ان کے احکام وضع کرتے چلے جائیں، رائے قیاس اور یہ موجودہ فقہ حدیث پر قناعت نہیں کرتا۔

شارع کے بیان کو کافی نہیں سمجھتا، شارع علیہ السلام نے انجی بھربیان کیا تھا تو انہوں نے اسے گز بھر کر لیا۔ قول نبی ﷺ پر اپنا قول تہہ بہ تہہ جلاتے جلاتے آخر قول النبی ﷺ کو ان اقوال الناس نے بالکل ہی چمپا دیا۔ کتاب حدیث کو صاف اور پاک مسئلے کی کتاب فقہ میں بالکل کا یا پلٹ گئی۔ حدیث میں کچھ تھا یہاں کچھ ہو گیا، لکیر کا سانپ بن گیا، یہ ایک مسئلہ اور اس کے اوپر کے اور مسائل سب آپ کے سامنے ہیں۔ اب غور فرما کر نظریں ڈال کر خود ہی فیصلہ کیجئے کہ آپ کا دل حدیث کی طرف جھکتا ہے یا فقہ کی طرف؟ آپ کا جی اتباع سنت کی طرف مائل ہوتا ہے یا تقلید شخص کی طرف؟ آپ شیعہ محمدی کو لیتے ہیں یا رائے کی رات کے اندھیرے کو؟ اپنی اپنی سمجھ ہے ہماری آواز سنو!

میں بلبل نالاں ہوں گزار محمدؐ کا
آئینہ حیراں ہوں انوار محمدؐ کا
بلبل ہے غذا گل پر شمع پہ پروانہ
ہے محبت مجھے اپنے دلدار محمدؐ کا

کلی کا مسئلہ:

(۱۱۷) مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۴۵ باب سنن الوضو میں سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے وضو کے بیان میں مروی ہے کہ:
"فمضمض واستنشق من کف واحد"
ترجمہ: "یعنی آپ نے ایک ہی چلو لے کر اسی سے کلی کی اور ناک میں بھی پانی دیا"

اور روایت میں ہے:

”فمضمض واستنشق واستنثر لثا بثلاث غرفات

من ماء“

ترجمہ: ”یعنی آپ نے تین چلو سے تین مرتبہ کلی بھی کی، ناک میں پانی

بھی دیا اور ناک جھاڑی بھی“

اور روایت کے الفاظ یہ ہیں:

”فمضمض واستنثر لثا ثلاث مرات من غرفة واحدة“

ترجمہ: ”یعنی آپ نے ایک ہی چلو سے کلی بھی کی اور ناک بھی صاف کیا“

تین مرتبہ ایسا ہی کیا یہ حدیث قارئین کے سامنے ہے، صحیح ہے، صاف ہے ایک ہی چلو سے کلی بھی کرے اور ناک میں بھی پانی دے۔ لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا چنانچہ ”ہدایہ جلد اول، ص ۶“ میں ہے:

”کیفیتھما ان یمضمض لثا یا خذ لكل ماء جدید

ثم یستنشق کذا لک“

ترجمہ: ”یعنی الگ الگ ایک ایک چلو پانی سے تین مرتبہ کلی کرے

اور پھر اس کے بعد اسی طرح تین مرتبہ ناک میں پانی دے“

شرح وقایہ میں ہے:

”والمضمضة بمیاء والاستنشاق بمیاء“

ترجمہ: ”یعنی کلی اور ناک میں اپنی کے لئے الگ الگ پانی لے“

میں کئی مرتبہ لکھ چکا ہوں پھر بھی تحریر ہے کہ میرا مقصود اس مضمون سے یہ دکھانا ہے کہ حدیث ہے صحیح ہے لیکن چونکہ حنفی مذہب کی فقہ کی کتابوں میں اس کے خلاف

ہے اس لئے اور محض اس لئے اس حدیث پر لاکھوں حنفیوں میں سے ایک بھی عمل نہیں کرتا۔ بلکہ مذہب کی مضبوط اور پابندی کرانے والی بیڑیاں اسے حدیث پر عمل کرنے کی اجازت ہی نہیں دیتیں۔ یہ وصف اہلحدیث ہی میں ہے کہ اگر کسی کام کے کئی طریقے صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں تو ان کے نزدیک سب جائز ہیں۔ پس اسے حنفی بھائیو! آپ سے بھی التماس ہے کہ ان حدیثوں کو رد کرنے کا کیا عذر اللہ کے سامنے پیش کر دے؟ کیوں آج ہی تم ”بخاری مسلم“ کی اس حدیث پر عمل شروع نہ کر دو حنفیت کو چھوڑ دو اور حدیث کی طرف آ جاؤ۔ یہ نہ کہو کہ حنفی مذہب سچا ہے اور حدیث کا مذہب غلط۔

اونٹ کی قربانی میں ایجاد:

(۱۱۸) مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۳۸ باب فی الاضحیہ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے وہیں عید الاضحیٰ آگئی تو ہم میں سات آدمی گائیں میں شریک ہوئے اور اونٹ میں دس دس آدمیوں نے شریک ہو کر قربانی کی۔ یہ حدیث ترمذی، نسائی، اور ابن ماجہ موجود ہے۔ لفظ یہ ہیں ”وفی السبعین عشرۃ“ لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا ”ہدایہ جلد چہارم ص ۴۲۸ کتاب الاضحیہ“ میں ہے ”او بدنة عن سبعة“ یعنی اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں، اس سے زیادہ نہیں۔ پس حدیث میں دس کی شرکت، حنفی مذہب اس کا منکر اب ہمارے حنفی بھائی بتلائیں کہ وہ دس پر خوش ہیں یا سات پر مگن ہیں؟

قربانی کی وسعت میں تنگی:

(۱۱۹) ”مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۲۹ باب العتیرہ“ میں مروی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے اپنے عرفات کے خطبے میں حجۃ الوداع والے سال فرمایا:

”علی اهل البيت فی کل عام اضحیۃ النحر“

ترجمہ: ”یعنی ہر گھردالوں پر ہر سال ایک قربانی ہے“

حاکم میں عبد اللہ بن ہشام سے مروی ہے کہ آپ اپنے تمام گھردالوں کی طرف ایک بکری کی قربانی کیا کرتے تھے لیکن حنفی مذہب اس کا منکر ہے ”ہدایہ جلد ۴ ص ۲۲۸ کتاب الاضحیۃ“ میں ہے:

”ویذبح عن کل واحد منهم شاة النحر“

ترجمہ: ”یعنی اپنے گھردالوں میں سے ہر ایک کی طرف سے ایک

بکری کی قربانی کرے“

اب دیکھتے ہیں کہ موجودہ حنفی حکم حدیث کو لیتے ہیں یا حکم فقہ کو؟

حدیث کے نقل کو واجب کر دیا:

(۱۲۰) سند احمد اور مستدرک حاکم میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ:

”ثَلَاثُ هَنَ عَلَي فَرَائِضٍ وَهَنَ لَكُمْ تَطَوُّعُ الْوُتَرِ

وَالنَّحْرُ وَصَلَاةُ الضَّحَى“

ترجمہ: ”یعنی تین کام ہیں جو مجھ پر تو فرض ہیں لیکن تمہارے لئے نفل

ہیں وتر قربانی اور نماز ضحیٰ“

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ باوجودیکہ میں تم سب سے زیادہ مالدار ہوں لیکن پھر بھی قربانی کو چھوڑ دیتا ہوں اس لئے کہ کہیں تم اسے

واجب نہ جانے لگو۔ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔ لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے ”الاضحیۃ واجبة“ یعنی قربانی واجب ہے ”ہدایہ جلد ۴ ص ۴۷ کتاب النحر“۔ کہو حنفی بھائیو! اب تم نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کی مالو گے یا حنفی مذہب کی؟

سفر میں نماز جمع کرنے کا مسئلہ:

”(۱۲۱) عن ابن عباس قال كان رسول الله ﷺ يجمع بين صلاة الظهر والعصر اذا كان على ظهر سیر ويجمع بين المغرب والعشاء“
ترجمہ: ”یعنی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر میں راستے ہی میں ہوتے تو ظہر عصر کو اور مغرب عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھتے تھے“ (رداۃ البحاری، مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۱۸ باب صلوٰۃ السفر)

لیکن حنفی مذہب اس کا قائل نہیں وہ کہتا ہے:

”ولا يجمع فرضان في وقت بلا حج“

ترجمہ: ”یعنی حج کے موقع کے سوا کسی اور وقت دو فرض نمازیں جمع کر کے نہیں پڑھنی چاہئیں“ (شرح وقایہ جلد اول ص ۱۲۴ کتاب الصلوٰۃ)

کہو خفیو! رخصت دین اور آسانی اسلام کو تم قبول کرو گے یا اپنے اگلوں کی طرح اسے دھکے ہی دو گے؟

مونڈھوں تک رفع الیدین کا انکار:

(۱۲۲) سیدنا ابو جمید ساعدیؒ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت میں دعویٰ کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا تم سب سے زیادہ میں حافظ ہوں:

”اذا کبر جعل یدیه حدآء منکبیه الخ“

ترجمہ: ”جب آپ تکبیر اولیٰ کہتے تو رفع الیدین کرتے اپنے مونڈھوں تک ہاتھ اٹھاتے“

لیکن حنفی مذہب اس حدیث کا منکر ہے وہ لکھتا ہے:

”یرفع یدیه حتیٰ یحاذیٰ بابہا میہ شحمة اذنیہ“

ترجمہ: ”یعنی رفع الیدین اس طرح کرے کہ انگوٹھے کان کی لوتک برابر ہو جائیں“

ملاحظہ ہو ہدایہ جلد اول ص ۸۴ باب صفة الصلوة - حنفی دوستو! اجازت دیجئے کہ میں یہاں کچھ آپ کو سمجھاؤں، دیکھو ہدایہ کے مصنف اس حدیث کو لائے ہیں جسے ہم نے یہاں وارد کیا ہے پھر کہتے ہیں یہ حدیث شافعی مذہب کے لئے ہے اور ہمارے لئے حدیث ہے جس میں کانوں تک ہاتھ اٹھانا مروی ہے۔ ہم کہتے ہیں یہ تقسیم کیسی؟ یہ کونسا باپ دادے کا ورثہ بٹ رہا تھا کہ یہ میرا اور یہ تیرا، اس کے کیا معنی؟ کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث پر تو شافعی عمل کریں، حنفیوں پر اس پر عمل کرنا حرام اور دوسری پر حنفی عمل کریں شافعی کو اس پر عمل کرنا حرام۔ اے حنفیوں اور اے شافعیو! تم امت رسولؐ ہو کیوں اللہ کے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہو؟ کیوں حدیث کے حصے کرتے ہو؟ کیوں سنت کی تقسیم کرتے ہو؟ کیوں کسی کا کفر کر

کے کسی پر ایمان لاتے ہو؟ کیوں نہیں کہتے یہ بھی سنت ہے اور یہ بھی سنت یوں کرے خواہ یوں کرے۔

عورت مرد کی نماز میں تفریق:

(۱۲۳) اور لطف کی بات سنئے خفیوں کا فیصلہ ہے ہدایہ شریف کے اسی صفحے میں ہے:

”والمراة ترفع یدہا حذاء منکبہا“

ترجمہ: ”یعنی عورت اپنے موٹھوں تک ہاتھ اٹھائے“ (کیوں)

خفی بھائیو! تم نے ابھی اوپر پڑھا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے موٹھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے تو کیا آپ کی سنت عورتوں کے لئے لائق عمل اور مردوں کے لئے قابل ترک؟ پھر ہم کہتے ہیں یہاں تم نے اس حدیث کے خلاف کیا جو مشکوٰۃ شریف ص ۵۷ جلد اول باب صفۃ الصلوۃ میں بحوالہ بخاری مسلم بروایت سیدنا مالک بن حویرث منقول ہے کہ:

”کان رسول اللہ ﷺ اذا کبر یرفع یدہ حتی

یحاذی بہما اذنیہ“

ترجمہ: ”یعنی رسول ﷺ رفع الیدین کرتے ہوئے اپنے ہاتھ

کانوں تک اٹھاتے تھے“

کیا اے خفیو! نبی کریم ﷺ تمہارے نزدیک ایک عورت تھے؟ نعوذ باللہ! نبی کریم ﷺ سے دونوں باتیں مروی دونوں باتیں ثابت دونوں فعل صحیح لیکن تم نے خاصی تقسیم کی۔ گھر بیٹھے حصے بخرے کر لئے۔ ایک مردوں کو دی ایک عورتوں کی، اور بیچ میں وہ حد فاصل کھڑی کر دی کہ یہ اس کی حد میں نہ جائے اور وہ اس کی

حد میں نہ آئے۔ عورت کا نوں تک ہاتھ نہ اٹھائے مرد موٹھوں تک نہ اٹھائے۔ سنت تو ہے لیکن اس سنت پر عمل فقط وہی کر سکتا ہے جو خفی ہو کر مرد بھی ہو، اور دوسری چیز بھی سنت تو ہے لیکن اس پر عمل وہی کر سکتی ہے جو خفن ہو کر عورت بھی ہو۔ تقلید کے شیدائیو! تم اس سنت رسول ﷺ کے پھریوں ٹکڑے بھی کیئے کہ خفی تو کانوں تک رفع الیدین کرے اور شافعی موٹھوں تک۔ بس کرو شخصی تقلید کی فدائیوں! اللہ کے رسولؐ کو پورا مانو، نہیں تو صاف انکار کر جاؤ۔ کیوں مسلمانوں میں نئی نئی راہیں نکالتے ہو؟ کیوں اللہ کے دین کو تنگ کر۔ تم ہو؟ یوں سنت کا بڑا رہ کرتے ہو؟ کیوں ایک کو مان کر ایک کو دھکے دیتے ہو؟ اللہ سے ڈرو اللہ کے پورے دین کو مان لو۔

عورت مرد کی نماز میں فرق:

(۱۲۴) یہی حال سینے کی حدیث میں بھی کیا ہے کہ خفیوں نے تو کہا سینے پر ہاتھ نہ باندھے بلکہ ناف تلے ہاتھ باندھے شافعیہ نے کہا سینے پر ہاتھ باندھے۔ لیکن مرد ہے تو ہرگز نہ باندھے۔ اب فرمائیے کہ اگر حدیثین دونوں ہیں اور دونوں ایک ہی قوت کی ہیں تو پھر شافعیوں اور خفیوں نے بڑا رہ کیوں کیا؟ اور اگر ایک گری پڑی ضعیف اور ناقابل عمل ہے جیسے ناف تلے کی روایت تو پھر اسے کیوں مانا؟ اور صحیح اور ثابت کو کیوں چھوڑا؟ اور پھر جب چھوڑا ہی تھا تو عورتوں کو ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کی ہدایت خفیوں نے کیوں کی؟ کیا حدیث پر عمل کرنے کے لئے عورت ہونے کی بھی شرط ہے؟ یا کیا ان حضرات نے نبی کریم ﷺ کی نسبت کوئی غلط رائے قائم کر رکھی ہے یا اس تقسیم کی کوئی اور دلیل ہے؟ کہ خفی مرد ناف تلے ہاتھ رکھے، اور خفن عورت سینے پر، حدیث میں تو صاف ہے:

”عن وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قال صليت مع النبي ﷺ فوضع يده اليمنى على
يده اليسرى على صدره“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے وقت اپنے بائیں ہاتھ پر
دایاں ہاتھ رکھا کرتے تھے اور ہاتھ سینے پر باندھا کرتے تھے“ (بلوغ المرام)

لیکن حنفی مذہب کہتا ہے: ”يعتمد بيده اليمنى على اليسرى
تحت السرة“ یعنی ہاتھ ناف تلے باندھے۔

ایسا ہی ایک اور فرق:

(۱۲۵) یہی رنگ اس حدیث میں بھی حنفی مذہب نے اختیار کیا ہے جو مشکوٰۃ
شریف کی پہلی جلد کے ص ۷۵ پر بروایت سیدنا ابو حمید ساعدیؒ سے منقول ہے کہ:
”فاذا جلس في الركعة الاخرة قدم رجله
اليسرى ونصب الاخرى وقعد على مقدمته“
ترجمہ: ”یعنی جس التیمات کے بعد سلام پھیرنا ہوتا اس میں نبی علیہ
السلام اس طرح بیٹھتے کہ بائیں پاؤں داہنی طرف نکال دیتے، دوسرا کھڑا کر
دیتے اور اپنی بائیں سرین پر بیٹھ جاتے“ (مشق علیہ)

حنفی مذہب اس کا ہے تو منکر لیکن پھر حنفی عورت کو تعلیم دیتا ہے کہ:

”جلست على ايتها اليسرى واخرجت رجلها
من الجانب الايمن“

ترجمہ: ”یعنی عورت التیمات میں اس طرح بیٹھے کہ اپنے دونوں

پاؤں دائیں طرف کو نکال لے اور اپنی بائیں سرین پر بیٹھے۔“

کیوں دو ستوا اس کے کیا معنی؟ کہ عورت ہو تو حدیث پر عمل کر لے اور مرد وہ جو حدیث پر عمل نہ کرے فعل رسول ﷺ عورت مرد دونوں کے لیے ہے۔ ساری امت کو فرمان رسول ہے کہ جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو تم بھی اسی طرح نماز پڑھو۔ پس ان تینوں مسئلوں میں اللہ جانے خفی مذہب نے جسے بخرے کیسے کئے ہیں؟ قرآن میں جاہلیت کے زمانے کی ایک قوم کا ایک رواج پڑھا کرتے تھے کہ وہ کہتے ہیں:

”ما فی بطون هذه الانعام خالصة لذکورنا

ومحرم علی ازواجنا الخ“

ترجمہ: ”یعنی ان مویشیوں کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ صرف مرد ہی

کھا سکتے ہیں یہ عورتوں کو حرام ہے“

پس مرد عورت کی تقسیم کی سند کہیں یہ آیت قرآنی تو نہیں؟

تکبیر بھی بدل دی:

(۱۲۶) مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۷ میں بخاری مسلم کی حدیث ہے کہ نبی

کریم ﷺ نے نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ با وضو قبلے کی طرف متوجہ ہو کر تکبیر کہے یعنی ”اللہ اکبر“ سے نماز شروع کر لفظ ہیں ”فکبر“ مسلم کی حدیث میں ہے کہ:

”کان یستفتح الصلوة بالتکبیر“

ترجمہ: ”نبی کریم ﷺ ہمیشہ اپنی نماز لفظ اللہ اکبر سے شروع کرتے تھے“

متفق علیہ حدیث میں ہے بخاری شریف میں ہے:

”کان اذا دخل فی الصلوة کبر“

ترجمہ: ”نبی کریم ﷺ نماز کو اللہ اکبر سے شروع کرتے تھے“

متفق علیہ حدیث میں ہے ”اذا قام الى الصلوة يكبر“ نبی کریم ﷺ جب نماز کو کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے۔ ایک حدیث میں ہے ”تحريمها التكبير وتحليلها التسليم“ (ابوداؤد) نماز شروع ہوتی ہے اللہ اکبر سے اور ختم ہوتی ہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ پر ان تمام حدیثوں کو حنفی مذہب کی فقہ نہیں مانتی ”ہدایہ ص ۸۴ جلد اول، صفحہ الصلوۃ“ میں ہے ”فان قال بدل التكبير الله اجل النخ“ یعنی اگر کسی نے اللہ اکبر کے بدلے اللہ اجل کہا یا اللہ اعظم کہا یا الرحمن اکبر کہا یا لا الہ الا اللہ کہا یا اور کوئی نام اللہ لیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے پھر آگے چل کر لکھتے ہیں ”فان افتتح الصلوة بالفارسية النخ“ یعنی یا وجودیکہ کسی کو اچھی طرح عربی آتی ہو پھر بھی اگر وہ فارسی سے نماز کو شروع کرے اور فارسی میں ہی قرآن کا ترجمہ پڑھے تو یہ بھی جائز ہے۔

سلام کے بدلے گوز مارنا:

(۱۲۷) مندرجہ بالا حدیث میں آپ نے پڑھا ہے کہ نماز کا آخری رکن جس سے انسان کی نماز فرمان رسول ﷺ مطابق ختم ہوتی ہے ”السلام علیکم النخ“ کہہ کر سلام پھیرنا ہے لیکن حنفی مذہب اسے بھی نہیں مانتا وہ کہتا ہے:

”وان تعمد الحدث فی هذه الحالة او تکلم او

عمل عملا ینا فی الصلوة تمت صلوۃ“

ترجمہ: ”یعنی تشہد کے بعد اگر کسی نے جان بوجھ کر (مثلاً گوز مار کر)

اپنا وضو توڑ دیا، یا باتیں کرنی شروع کر دیں یا کوئی اور کام ایسا کیا جو نماز کے

خلاف ہے تو اس کی نماز پوری ہوگئی“ (ہدایہ مع القدر)

سنا آپ نے شروع کرے یہ کہہ کر ”اللہ بزرگ است“ ختم کرے پیچھے کے راستے سے ہوا نکال کر تو بھی نماز ہوگئی۔ حالانکہ حدیث میں ہے کہ نماز شروع صرف اللہ اکبر سے اور ختم صرف سلام پر۔ کہو بھائیو! آپ کو کیا اچھا لگتا ہے، حدیث شریف کا حکم یا فقہ حنفی کا؟

حج بدل کا مسئلہ:

”وعن ابن عباس قال ان رسول الله ﷺ سمع رجلا يقول لبيك عن شبرمة قال من شبرمة قال اخ لي او قريب لي قال احججت عن نفسك قال لا قال حج عن نفسك ثم حج عن شبرمة“

ترجمہ: ”یعنی رسول ﷺ نے سنا ایک صحابی ”لبیک عن شبرمة“ کہتے ہیں تو آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ شبرمة کون ہے؟ اس نے کہا میرے بھائی ہیں یا میرے اور کوئی قریبی رشتہ دار ہیں۔ میں ان کی طرف سے حج کو آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم نے اپنا بھی حج کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں کیا، آپ نے فرمایا اولاً اپنی طرف سے اپنا حج کرو پھر حج بدل کرنا“

(رواہ الشافعی و ابوداؤد و ابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۲۳، کتاب الناسک)

یہ حدیث صاف دلیل ہے کہ دوسرے کی طرف سے حج کرنے والے کے لئے شرط ہے کہ اس نے پہلے اپنا حج کر لیا ہو۔ لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا۔ ملاحظہ ہو ہدایہ کی سب سے اعلیٰ شرح فتح القدیر جس میں حج بدل والے کے لئے حج کیئے ہوئے ہونا شرط نہیں مانتا بلکہ افضل بتایا ہے اور امام شافعی کا چونکہ مذہب اس کے

مطابق ہے اس لئے اسے خوب رد کیا ہے (فتح القدیر باب الحج عن الغیر) در مختار باب الحج عن الغیر ص ۲۶۱ جلد ثانی میں ہے ”جاء حج الضرورة“ یعنی جس نے حج نہ کیا ہو وہ بھی حج بدل کر سکتا ہے۔

زبردستی کی دھینگا مشتی:

مسئلہ نمبر (۱۲۹-۱۳۰) ”مکتوۃ شریف جلد دوم ص ۲۸۴ باب الخلع والطلاق“ میں ہے:

”عن عائشة قالت سمعت رسول الله ﷺ لا طلاق ولا اعتاق فی اغلاق رواه ابو داؤد وابن ماجه قيل معنى الاغلاق الاكراه“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس شخص پر اکراہ زبردستی کی جائے وہ اپنی بیوی کو طلاق دے، اور جس سے زبردستی غلام آزاد کرایا جائے تو نہ وہ طلاق واقع ہوگی اور نہ یہ غلام آزاد ہوگا“

لیکن حنفی مذہب میں ہے کہ یہ طلاق بھی واقع ہو جائے گی اور یہ غلام بھی آزاد ہو جائے گا“ ہدایہ جلد ۳ کتاب الاکراہ ص ۳۳۴“ میں ہے:

”وان اکره علی طلاق امراته او عتق عبده ففعل وقع ما اکره علیہ“

ترجمہ: ”یعنی کسی پر زبردستی کی گئی اور اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی یا اپنے غلام کو آزاد کیا تو یہ طلاق بھی ہو جائے گی اور یہ غلام بھی آزاد ہو جائے گا“

کہو دوستو! فقہ وحدیث کے اس مقابلے میں آپ کے حق کہیں گے اور کسے ناحق؟

ریشم حلال کر دیا گیا:

(۱۳۱) آپ جانتے ہو گئے کہ ہماری شریعت میں ریشم مردوں پر حرام ہے۔ مشہور مسئلہ ہے ”مکھوۃ شریف جلد دوم ص ۳۷۷ کتاب اللباس“ میں ہے:

”عن حذیفۃ قال نہانا رسول اللہ ﷺ

.....وعن لبس الحریر والد یباح وان نجلس علیہ“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ریشم پہننے سے اور ریشم پر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا دیا“

ابوداؤد ونسائی کے حوالے سے اسی مکھوۃ میں ہے رسول ﷺ فرماتے ہیں

”لا تרכبوا الخز“ ریشم پر نہ بیٹھو۔ یہ حدیثیں صاف ہیں کہ ریشم پہننا بھی حرام

ریشمی فرشوں پر بیٹھنا، لیٹنا اور تکیہ لگانا بھی حرام ہے۔ لیکن حنفی مذہب اسے نہیں

مانتا ”ہدایہ جلد ۴ کتاب الکراہیۃ ص ۴۴۰“ میں ہے:

”ولا باس بتوسدہ والنوم علیہ عند ابی حنیفہ“

ترجمہ: ”یعنی ریشمی تکیہ لگانے اور ریشمی بستر پر سونے میں کوئی حرج نہیں“

دیکھیں اب ہمارے بھائی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں یا مذہب کو؟

سجدہ سہو کا وقت بدل دیا:

(۱۳۲) ”مکھوۃ شریف جلد اول ص ۹۳ باب السہو“ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو ایک مرتبہ ظہر کی نماز پڑھائی، پہلی دو رکعتوں کے بعد بھول سے التعمیات میں نہ بیٹھے اور سیدھے کھڑے ہو گئے لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے

جب چار رکعتیں پوری ہو گئیں تو لوگ منتظر تھے کہ اب آپ سلام پھیریں گے کہ:
 ”کبرو ہو جالس فسجد سجد تین قبل ان یسلم
 ثم سلم“

ترجمہ: ”آپ نے بیٹھے ہی بیٹھے اللہ اکبر کہا اور سلام پھیرنے سے
 پہلے دو سجدے سو کر کے پھر سلام پھیرا“ (خلق علیہ)

اس سے ایک صفحہ پہلے یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب
 تم میں سے کسی کو اپنی نماز کی رکعتوں کے تین یا چار ہونے میں شک ہو جائے تو جس
 طرف زیادہ اطمینان ہو اس گنتی کو لے کر شک کو چھوڑ دو پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو
 سجدے سو کر لے۔ یہ حدیثیں صاف ہیں کہ سجدہ سو سلام پھیرنے سے پہلے کرے لیکن
 حنفی مذہب اسے نہیں مانتا ”ہدایہ جلد اول ص ۱۳۶ باب سجود السہو“ میں ہے:

”یسجد للسہو فی الزیادة والنقصان

سجد تین بعد السلام ثم یتشهد ثم یسلم“

”یعنی سجدہ سو سلام کے بعد کرے الخ“، کہو حنفی بھائیو! اب عمل حدیث پر

ہوگا یا فقہ پر؟

نماز نبی باطل کر دی:

(۱۳۳) ”مشکوٰۃ ص ۹۲ جلد اول باب السہو“ میں ہے:

”عن عبد اللہ بن مسعود ان رسول اللہ ﷺ

صلی الظهر خمساً فقیل لہ ازیل فی الصلوۃ فقال وما

ذاک قالوا صلیت خمساً فسجد سجد تین“

☆ شایع رحمہ اللہ کی تردید و تنقید یہاں صرف اس پر ہے کہ حنفیہ نے صرف بعد السلام پر عمل کیا ہے۔ واللہ اعلم، ناصر

ترجمہ: ”بخاری مسلم کی یہ حدیث ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ سہو سے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھا دی جب لوگوں سے معلوم ہوا تو آپ نے دو سجدے سہو کر لئے“

لیکن حنفی مذہب اس کے برخلاف فتویٰ دیتا ہے کہ:

”وان قید الخامسة بسجدة بطل فرضه عندنا“

ترجمہ: ”یعنی اگر کسی نے بھولے سے پانچویں رکعت مع سجدہ ادا کر لی تو اس کی وہ ساری فرض نماز باطل ہوگئی“

کہو بھائیو! فقہ سنی اور رسول اللہ ﷺ کی نماز باطل؟ یا فقہ باطل اور رسول اللہ ﷺ کی نماز صحیح؟ مسئلہ شریعت کا یہ کہ ایسے وقت صرف دو سجدے سہو کے کر لینے حدیث کے مطابق کافی ہیں یا یہ کہ فقہ کے مطابق ساری نماز نئے سرے سے پڑھے؟ جواب دیتے وقت فقہ و حدیث کا فرق سامنے رہے۔ گورو محشر سوال قہار و جبار بھی سامنے رہے۔

سجدہ سہو کا مسئلہ:

(۱۳۴) ”””” مشکوٰۃ ص ۹۲ جلد اول باب السہو“ میں ہے:

”عن عطاء بن یسار عن ابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ اذا شک احدکم فی صلوٰتہ فلم یدر کم صلی ثلثا او اربعا فلیطرح الشک ولیین علی ما استیقن ثم لیسجد سجدة ین قبل ان یسلم الخ“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کو اپنی

نماز کی رکعتوں کی گنتی میں شک پیدا ہو جائے کہ نہ معلوم تین پڑھیں یا چار تو چاہیئے کہ شک چھوڑ دے اور یقین پر بنا کرے پھر سلام سے پہلے دو سجدے کر لے“ (رداءِ مسلم)

لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ اس کے بالکل برعکس کہتا ہے:

”ومن شك في صلوته فلم يد راثلثا صلى ام

اربعاً وذلك اول ما عرض له استأنف“ (ہایم ۱۴۰، ج ۱، باب تہواہو)

ترجمہ: ”یعنی جسے اول اول دفعہ اپنی نماز کی رکعتوں کی گنتی میں شک

پیدا ہو جائے کہ نہ معلوم تین پڑھیں یا چار تو اسے چاہیے کہ نئے سرے سے دوسری نماز پڑھے“

کہو میرے بھائیو! رسول اللہ ﷺ کی بات شریعت؟ یا جو آپ کے خلاف کہے اس کی بات شریعت؟ وہ تو گئے جو کر گئے اب تم بتاؤ کیا کر دگے؟

ہمارا مشورہ تو آپ کو یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرو حدیث ہی کو اپنا مذہب سمجھو اور یہی فرمانِ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے فرماتے ہیں ”اذا صح الحديث فهو مذهبي“ جو کچھ صحیح حدیث میں ہے وہی میرا مذہب ہے پس تم بھی سچے حنفی اسی وقت بنو گے جب وہ لو جو حدیث میں ہے۔

فطرے کا مسئلہ:

(۱۳۵) ”مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۶۱ صدقۃ الفطر“ میں ہے:

”واما فقير کم فيرد عليه اكثر مما اعطاء“

ترجمہ: ”یعنی صدقۃ الفطر مسکین بھی ادا کریں اللہ تعالیٰ انہیں اور وہ

سے اس سے بھی زیادہ دلوائے گا“ (ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ فطرہ ادا کرنے کے لئے مالدار کی شرط نہیں ہے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا ان کی فقہ کی کتاب ”ہدایہ ص ۱۸۸ جلد اول باب صدقۃ الفطر“ میں ہے:

”اِذَا كَانَ مَا لَكَ الْمَقْدَارَ النَّصَابَ“

ترجمہ: ”یعنی فطرہ اس وقت واجب ہوگا جب زکوٰۃ کے واجب ہونے کے برابر مال کا وہ مالک ہو“

کہو حنفی بھائیو! پیغمبر ﷺ کی مانو گے یا فقہ کی؟

غیر مسلمان کو مسلمان کی جگہ کر دیا:

(۱۳۶) اسی فطرے کی حدیث میں صاف یہ لفظ ہیں ”مُسلِمٌ“
 المسلمین“ اور ”علیٰ کل مسلم“ وغیرہ ملاحظہ ہو ”مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۶۰ باب صدقۃ الفطر“ اس سے ظاہر ہے کہ فطرہ مسلمان کی طرف سے ہے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ نہایت آزادی سے اس قید کو مہمل قرار دیتے ہوئے حکم دیتا ہے کہ:

”وَيُؤَدِّي الْمُسْلِمُ الْفِطْرَةَ عَنْ عَبْدِهِ الْكَافِرِ“

ترجمہ: ”کسی مسلمان کا کوئی کافر غلام ہو تو اس کی طرف سے بھی اسے فطرہ ادا کرنا ضروری ہے“

فطرے کے مسائل میں قلابازیاں:

مسئلہ نمبر (۱۳۷ تا ۱۴۳) حدیث میں موجود ہے کہ فطرہ غلام پر بھی ہے لفظ

ہیں ”علی العبد والحر“ بخاری مسلم کی حدیث ہے مشکوٰۃ کے باب صدقۃ الفطر ص ۱۶۰ پر موجود ہے۔ لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا ہدایہ میں ہے ”ولا یخرج عن مکاتبہ... ولا المکاتب عن نفسه... ولا یخرج عن ممالیکہ للتجارۃ... والعبد بین شریکین... وکذا العبدین اثنتین“ بلکہ ہدایہ کے اسی ص ۱۸۹ باب صدقۃ الفطر میں تو یہاں تک ہے کہ ”ولا یودی عن زوجتہ“ یعنی جس غلام نے تحریر آزاد لکھوالی ہے اس کی طرف سے فطرہ ادا نہ کرے، خواہ ایسا غلام اپنا فطرہ آپ بھی نہ دے۔ تجارت کے طور پر بھی جو غلام ہوں ان پر بھی فطرہ نہیں، شریکوں کے درمیان جو غلام ہو اس پر بھی فطرہ نہ دیں، دو شخصوں کے درمیان جو غلام ہو اس کا بھی فطرہ نہ ادا کیا جائے۔

برادران! دونوں چیزیں آپ کے سامنے کر دینا اتنا کام تو میرا تھا، آگے کسے مانیں گے نہ مانیں یہ آپ خود فیصلہ کر لیں آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمان ہونے کی قید حدیث میں تھی تو فقہ نے اڑادی، غلام جب مسلمان ہو تو عام طور پر اس کی طرف سے فطرے کی ادائیگی کا حکم تھا تو فقہ نے اس کی کئی کئی صورتیں بنا کے ان کو فطرے کے حکم سے الگ کر دیا، بلکہ یہ بھی تحریر فرما دیا کہ بیوی کی طرف سے بھی اس کے میاں کے ذمے فطرے کا ادا کرنا نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی لکھ دیا ”ولا عن اولادہ الکبار وان کانوا فی عیالہ“ یعنی بڑی اولاد کو اس کی عیال داری اور پرورش میں ہو ان کی طرف سے بھی اس پر فطرے کا ادا کرنا ضروری نہیں اب آپ سمجھ لیجئے! حدیث مانیں یا فقہ؟ آپ کو اختیار ہے۔

صبح کی نماز کا وقت چھوڑ دیا:

(۱۴۴) مشکوٰۃ شریف باب المواعیت میں بحوالہ صحیح مسلم بروایت سیدنا

عبداللہ بن عمرو مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

”وقت صلوٰۃ الصبح من طلوع الفجر ما لم تطلع الشمس“

ترجمہ: ”یعنی فجر کی نماز کا وقت صبح صادق کے طلوع ہونے سے

آفتاب کے طلوع ہونے تک ہے“

اس کے بعد کی حدیث میں ہے کہ نماز کے وقتوں کو جو سائل پوچھنے آیا تھا اس کے سامنے رسول اللہ ﷺ نے پہلے دن صبح کی نماز صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی پڑھی لفظ ہیں ”فاقام الفجر حين طلع الفجر“ اور آخری وقت بتانے کے لئے آپ نے دوسرے دن صبح کی نماز اسفار کر کے پڑھی لفظ ہیں ”وصلی الفجر فاسفر بها“ اس کے بعد کی حدیث میں جبریل کی امامت صبح کا وقت ان لفظوں سے بیان ہوا ہے:

”وصلی بی الفجر حين حرم الطعام والشرب

علی الصائم“

ترجمہ: ”مجھے جبریل نے صبح کی نماز اپنی امامت سے اس وقت

پڑھائی جب روزے دار پر کھانا، پینا حرام ہو گیا“

یہ اول وقت تھا اور آخری وقت بتانے کے لئے مجھے اسفار کر کے نماز پڑھائی، الفاظ ہیں ”وصلی بی الفجر فاسفر“ صفحہ ۶۰ پر بخاری مسلم کے حوالے سے روایت ہے اس میں ہے ”والصبح بغسل“ یعنی رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز غس میں پڑھتے تھے یعنی اس وقت جب کہ اندھیرا موجود ہوتا تھا۔ اسی صفحہ کے آخر میں حدیث ہے کہ کھانا پینا صبح صادق کے دیکھتے ہی بند کرتے تھے پھر نماز فرض شروع کرتے تھے اس کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ کوئی پچاس

آیتیں پڑھ لے۔ اور حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے افضل عمل نماز کو اول وقت میں پڑھنا ہے (ترمذی وغیرہ)۔ لیکن ان تمام صحیح اور صریح حدیثوں کے برخلاف ان کی پرواہ نہ کر کے حنفی مذہب کہتا ہے ”وہیستحب الاسفار بالفجر“ یعنی فجر کی نماز اسفار کر کے پڑھنا مستحب ہے۔ اسفار کرنا صبح کی نماز کا آخری وقت ہے جیسے اوپر کی حدیثوں میں ہے اور غلّس میں پڑھنا فعل رسول ﷺ ہے۔ لیکن فقہاء حنفیہ کا کتب فقہ کا فرمان اس کے برعکس ہے وہ کہتے ہیں کہ غلّس میں نہ پڑھے لیکن اسفار میں پڑھے یہی مستحب ہے۔ اب ہمارے حنفی بھائی بتلائیں کہ صبح کی نماز کو اول وقت غلّس میں سنت کے مطابق ادا کرنا وہ پسند کریں گے؟ یا آخری وقت اسفار میں فقہاء پر عمل کر کے پڑھنا پسند فرمائیں گے؟

امام کے نوافل اور مقتدی فرض ☆:

(۱۴۵) ”عن جابر قال کان معاذ بن جبل یصلی مع النبی ﷺ ثم یاتی قومہ فیصلی بہم“

ترجمہ: ”یعنی سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز

عشاء ادا کر کے پھر جا کر اپنی قوم کے لوگوں کو امامت کراتے“

(متن علیہ، مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۰۳، باب من صلی صلوٰۃ مرتین)

لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے:

”ولا یصلی المفترض خلف المعتقل“

ترجمہ: ”یعنی فرض نماز اس شخص کے پیچھے نہیں ہوتی جو قفل پڑھ رہا ہے“

پس حدیث میں تو ہے کہ سیدنا معاذ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے فرض ادا کر کے اپنی قوم کی امامت کراتے تھے لیکن حنفی مذہب کہتا ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے

یہ اس مسئلہ پر شیخ ندیم احمد رحمانی رحمہ اللہ کی کتاب ادارہ العلوم الاثریہ نے شائع کی ہے بڑی ہی بہترین کتاب ہے مطالعہ کرنا

نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ اب دیکھیں ہمارے زمانے کے خفی حضرات اس حدیث کو مانتے ہیں یا اس مذہب کو؟

آدھا سجدہ:

(۱۴۶) ”مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۷۶ باب صفۃ الصلوۃ“ میں سیدنا ابو

حمیدؓ دالی حدیث میں ہے کہ:

”ثم سجد فامكن انفه وجبهته الارض الخ“

ترجمہ: ”یعنی سجدے میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی ناک اور پیشانی

دونوں زمین پر ٹکائی“ (رداء ابو داؤد)

لیکن خفی مذہب کہا ہے:

”فان اقتصر على احدهما جاز عند ابی

حنيفة“ یعنی اگر کوئی شخص صرف پیشانی ٹکائے ناک زمین سے نہ لگائے یا

صرف ناک ٹکائے پیشانی نہ لگائے تو بھی جائز ہے اب فرمائیے کیا ارادہ

ہے؟ نماز محمدی ہوگی؟ یا نماز خفی؟

سود کا جواز:

(۱۴۷) ”مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۴۴ کتاب البیوع باب الربو“ میں ہے:

”عن عبادة ابن الصامت قال قال رسول الله

ﷺ الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر

والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل

سواء بسواء یدا ابیدا الخ“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گیہوں گیہوں کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے، نمک نمک کے بدلے، مقدار میں بالکل برابر اور نقد ہونا چاہیے (ادھار اور کمی بیشی سود ہے) (رواہ مسلم)

یہ حدیث صاف ہے کہ کھجور کو کھجور کے بدلے برابر ہونا چاہیے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا ”ہدایہ جلد ۳ کتاب المبیوع باب الربو“ میں ہے:

”ویجوز... التمرۃ بالتمر تین“ یعنی ایک کھجور کے بدلے دو کھجوریں لینی جائز ہیں کیسے حنفی دوستو! اب آپ فقہ مان کر اس تجارت کو، جائز قرار دینگے یا حدیث مان کر اس سودی تجارت کو حرام قرار دیں گے؟

بوٹی کے بدلے بکرا:

(۱۳۸) ”مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۲۴۵ کتاب المبیوع باب الربو“ میں ہے:

”عن سعید بن المسیب مرسل ان رسول اللہ ﷺ نہی عن بیع اللحم بالحيوان الخ“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے گوشت کو جانوروں کے بدلے بیچنا حرام فرمایا ہے“ (رواہ فی شرح السنۃ)

لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا چنانچہ ”ہدایہ جلد سوم ص ۵۶ کتاب المبیوع باب الربو“ میں ہے ”یجوز بیع اللحم بالحيوان“ یعنی گوشت کو جانور کے بدلے بیچنا جائز ہے۔ اب دیکھیں ہمارے زمانے کے احناف اس حرام بیع کو فقہ سے حلال

کرتے ہیں؟ یا حدیث کے مطابق حرام ہی کہتے ہیں؟ اس نے تو اس مثل کو اصل کر دکھایا کہ بوٹی دے کر بکرا لے لو۔

سودی بیچ:

(۱۴۹) ”مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۲۴۵ کتاب البیوع باب الربو میں ہے:

”عن سعد بن ابی وقاص قال سمعت رسول اللہ ﷺ مثل عن شری التمر بالرطب فقال اینقص الرطب اذا بیس فقال نعم فنهاہ عن ذلك“

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا خشک کھجوروں کو تر کھجوروں کے بدلے بیچ سکتے ہیں؟ آپ نے پوچھا کہ کیا تر کھجوریں خشک ہونے کے بعد وزن میں کم ہو جاتی ہیں؟ جواب ملا جی ہاں، تو آپ نے اس سے منع فرمادیا“ (رداء مالک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

لیکن حنفی مذہب اسے بھی نہیں مانتا ”ہدایہ جلد ۳ کتاب البیوع باب الربو ص ۶۷ میں ہے ”یحوز بیع الرطب بالتمر مثلاً“ یعنی تر کھجوروں سے خشک کھجوروں کی بیچ جائز ہے۔ کہو خفیو! حدیث مانو گے یا فقہ؟ ممنوع تجارت کرو گے یا مشروع؟

کھیت اور باغ کی شرکت:

(۱۵۰-۱۵۱) ”مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۲۵۷ کتاب البیوع باب

المساقاة والمزارعة“ میں ہے:

”عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ دفع

الى يهود خيبر نخل خيبر وارضها على ان
يعتملوها من اموالهم و لرسول الله ﷺ شطر ثمرها“
ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے رہنے والے یہودیوں کو خیبر
کی زمین دی یہ ٹھہرا کر کہ وہ اپنا مال لگا کر خود ہی کام کاج کریں اور جو
پیداوار کھجور کے باغ کی ہو اس میں آدھا ان کا اور آدھا آپ کا اسی طرح
وہاں کی کھیت کی زمین بھی اس بنو ارے پر انہیں دی“ (رداء مسلم)

یہ حدیث صحیح ہے صریح ہے کہ مزارعہ اور مساقاة یعنی اس طرح کی شرکت کی
کھیتی اور اس طرح کی شرکت کے باغ شرعاً جائز ہیں لیکن ہدایہ میں ہے:
”قال ابو حنیفۃ المزارعة بالثلث والرابع باطلۃ“
ترجمہ: ”یعنی اس طرح کھیت کرنا ناجائز ہے باطل ہے“
(ہدایہ جلد ۴ کتاب المزارعہ ص ۴۱۵ اور کتاب المساقاة میں ہے)
”قال ابو حنیفۃ المساقاة بجزء من التمر باطلۃ“
ترجمہ: ”یعنی اس طرح کھجوروں کے باغات کی بنواری بھی ناجائز اور باطل ہے“
کہہ دو ستوا! حنفیت کا اصول تو یہ تعلیم دیتا ہے کہ۔

فلعة ربنا اعداد رمل

علی من رد قول ابی حنیفۃ

جو امام صاحب کے کسی قول کو بھی رد کر دے اس پر ریت کے ذروں کے
مقدار کے برابر لعنتیں نازل ہوں۔ اب ان لعنتوں سے بچنے کے لئے یا تو ان
حدیثوں کو رد کر دیں اگر نہ کریں تو فرمائیے کہ کیا پھر کوئی ہے جو اتنی بے شمار لعنتوں کا
بوجھ اپنے ذمے لے سکے؟ آؤ میں آپ کو بتلاؤں کہ نہ آپ کو لعنت لینی پڑے نہ

حدیث چھوڑنی پڑے، وہ اس طرح کہ آپ اس تقلید کو چھوڑ دیں بس پھر آپ حدیث پر عمل کرنے کے لئے آزاد ہیں۔ سنئے! خود امام صاحب کے شاگردوں نے بھی امام صاحب کے ان دونوں مسئلوں کو نہیں مانا اسی کتاب میں ہے ”وقالا جائزۃ الخ“، یعنی یہ دونوں شاگرد امام صاحب کے اس مسئلے کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ مساقاة جائز ہے اسی طرح مزارعت بھی۔

برادران جس طرح ان دونوں مسئلوں میں امام صاحب کے قول کے خلاف حدیث پا کر چھوڑ دیا ہے اسی طرح اور جگہ بھی چھوڑ دیا جائے۔ اگر امام صاحب کے دونوں شاگردوں کے خلاف کے وقت امام صاحب کے قول کو چھوڑنے سے آدمی لعنتی نہیں بنتا تو پھر حدیث شریف کے خلاف کے وقت امام صاحب کے قول کو چھوڑ دینے سے انسان کیسے لعنتی بن جائے گا؟ بھائیو! سنو یہاں تمہارے اگلے پچھلے فقہا غیر فقہا جتنے بھی یہ تمام حضرات آپ کی نگاہوں میں بدنہیں بنے؟ تو آخر ان مٹھی بھر اہلحدیثوں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟ کہ جہاں انہوں نے امام صاحب کے کسی مسئلے کو چھوڑا اور اس کے خلاف کیا کہ آپ کے ہاں صف ماتم بچھ جاتی ہے اور مل جل کر سیا پا ہونے لگتا ہے۔ سچ ایمان یہی ہے اسلام یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے خلاف جب اور جس کا قول ہو چھوڑ دیا جائے اور حدیث رسول ﷺ کو ہرگز کسی حالت میں کسی کے خلاف پر نہ چھوڑا جائے۔

دواذ انوں کو ایک کر دیا:

(۱۵۲) ”مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۲۲۵ میں رسول اللہ ﷺ کے

جۃ الوداع کے قصہ میں مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مزدلفہ پہنچے تو:

”فصلیٰ بہا المغرب والعشاء بآذان واحد
واقامتین“

ترجمہ: ”یعنی وہاں آپ نے مغرب عشاء کی نماز جمع کر
کے پڑھی اذان ایک ہی ہوئی اور اقامت یعنی تکبیر دو ہوئیں“

ملاحظہ ہو بخاری مسلم، لیکن حنفی مذہب اس سنت کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے:
”ویصلی الامام بالناس المغرب والعشاء بآذان
واقامة واحدة“

ترجمہ: ”یعنی مزدلفہ میں امام مغرب عشاء کی نماز ایک
اذان اور ایک اقامت سے پڑھائے“

مسکینوں پر تنگی:

(۱۵۳) ”مشکوۃ شریف جلد اول ص ۲۳۶ کتاب البیوع باب المخی عنہا الخ میں ہے:
”عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ارخص فی
بیع العرایا بخرصہا من التمر فی مادون خمسۃ او
سق او فی خمسۃ او سق، شک داؤد بن الحسین“
ترجمہ: ”یعنی جو لوگ غرباء کو چند درخت خرما کا پھل بہہ کر دیں تو اگر
وہ اندازاً پانچ وسق (۱۹ من) سے کم ہو تو ان کے لئے جائز ہے کہ ان کے
انداز اور انکل سے تیار کھجوریں لے لیں“ (متن علیہ)

لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا ان کی ہدایہ کے صفحہ ۳۶ جلد ۳ کتاب البیوع
میں اسے منع لکھا ہے بلکہ امام شافعی جو اسے مانتے ہیں ان کی تردید کی ہے اب

حنفیوں کو اختیار ہے خواہ وہ پیغمبر ﷺ کی بات کو لیں خواہ بعد والے کی؟

شراب و سود کی تجارت:

مسئلہ نمبر (۱۵۴-۱۵۵) دنیا جانتی ہے مسلمان بچے بچے کو علم ہے کہ اسلام نے شراب اور شراب کی تجارت حرام کر دی ہے ”مکھوۃ شریف جلد اول ص ۲۴ کتاب البیوع باب الکسب الخ“ میں ہے:

”عن جابر انه سمع رسول الله يقول عام الفتح وهو بمكة ان الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخمر والزوالصنام الخ“

ترجمہ: ”یعنی رسول ﷺ نے فتح مکہ والے سال اپنے خطبے میں فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب کی مردار کی سوڑ کی اور بتوں کی خرید و فروخت حرام فرمادی ہے“ (متفق علیہ)

لیکن حنفی مذہب کو اس حکم کے ٹالنے پر نہ ماننے پر اصرار ہے وہ ذرا گھما کر بیچ دے کر اسے حلال کر لیتا ہے یعنی ”ہدایہ جلد ۳ کتاب البیوع ص ۴۱ باب البیع الفاسد“ میں ہے:

”واذا امر المسلم نصرانيا ببيع خمر او بشرائها ففعل ذلك جاز عند ابي حنيفة“

ترجمہ: ”یعنی اگر کسی مسلمان نے کسی نصرانی کو شراب بیچ ڈالنے یا خرید لینے کا حکم دیدیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ جائز ہے جو حکم شراب کا وہی حکم خنزیر کا بھی ہے“

چنانچہ اس سے آگے ہے ”وعلیٰ هذا الخلاف الخنزیر“ یعنی اس طرح خنزیر کی خرید و فروخت نصرانی مسلمان نصرانی وکیل کے ذریعے کر سکتا ہے۔ کہو حنفی دوستو! کیا ارادے ہیں؟ اس جواز کے ماتحت شراب کے پیٹھے اور سواری کی تجارت بواسطہ عیسائی وکیل شروع ہو جائے گی؟ یا زیر فرمان رسول ﷺ یہ دونوں تجارتیں حرمت کی حالت میں ہی رہ جائیں گی۔ اللہ ہمیں اپنے نبی ﷺ کا تابع و دار بنائے۔

وقف کا مسئلہ:

(۱۵۶) بخاری مسلم میں حدیث ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی زمین بنام شمع صدقہ کرنی چاہی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا ”تصدق باصلها لاتباع ولا توہب ولا تورث“ کہ اسے وقف کر دو اصل تو نہ بک سکے نہ بخشی جا سکے نہ وہ کسی کے ورثے میں آئے ہاں اس کی پیداوار سب اللہ کے راہ کے مستحقین میں جائے۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جہاں کسی نے اپنی کوئی چیز وقف کی کہ وہ اللہ کی ملکیت ہو جائے گی، اب اس شخص کی ملکیت اس پر باقی نہ رہے گی، اور یہ کہ وقف کرنا شرعی امر ہے اور بہت بڑے ثواب کا کام ہے لیکن ”ہدایہ جلد دوم ص ۶۱۶ کتاب الوقف میں ہے:

”قال ابو حنيفة لا يزول ملك الوقف عن

الوقف الا ان يحكم به الحاكم الخ“

ترجمہ: ”یعنی وقف کرنے والے کے وقف کرنے سے اس کی ملکیت

زائل نہیں ہوتی جب تک کہ حاکم کا حکم نہ ہو جائے“

حنفیوں کی غیر مقلدی:

اس کے معنی صاف یہ ہیں کہ وقف کرنا ہی امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں چنانچہ مبسوط کے الفاظ یہی ہیں کہ ”لا يجوز الوقف اصلا عنده“ یعنی امام صاحب کے نزدیک وقف کرنا ہی سرے سے جائز نہیں۔ کہو حنفی بھائیو! یہاں تو ناممکن ہے کہ تمہارے علما امام صاحب کی تقلید نہ کریں کیونکہ اس صورت میں ہزار ہا کا وقف ہاتھوں سے نکل جائے گا اس لئے سب نے مل کر یہاں امام صاحب کی تقلید چھوڑ رکھی ہے۔ فقہ کی کتاب کے تمام مصنفین اس مسئلے میں اپنے امام کی نہیں مانتے۔ اگر یہ اس لئے نہیں مانتے کہ امام صاحب کا یہ فرمان خلاف حدیث ہے تو مہربانی فرما کر اور مسائل بھی جو ایسے ہیں انہیں چھوڑ دیجئے۔ یہی اہلحدیث ہوتا ہے یہی اہلحدیث کا مذہب ہے اسی کی طرف وہ تمہیں دعوت دے رہے ہیں اگر واقعی امام صاحب کو ایک امتی مانتے ہیں تو یہی سلوک ان کے ساتھ ہونا بھی چاہیے کہ جو بات ان کی حدیث کے مطابق ہو سر آنکھوں پر جو خلاف ہو وہ رد۔ یہی امام کو امام ماننا ہے، خلاف حدیث باتوں کو بھی نہ چھوڑنا اور ان کی تمام باتوں کو ان کی باتیں ہونے کی حیثیت سے شرعی مسائل ماننا یہ تو انہیں نبی بنانا ہے جو حرام ہے اسی تقلید نے آج ہم مسلمانوں کو جدا کر دیا ہے اللہ کرے جیسے اس مسئلے میں ہمارے بھائیوں نے امام صاحب کی ماننی چھوڑی ہے ان تمام مسائل میں بھی چھوڑ دیں جو خلاف حدیث ہیں تو آج یہ تقلید کی سد سکندری ٹوٹ جائے اور ہم سب مسلمان ایک ہو جائیں۔ اللہ توفیق فرمادے

تحقیق و تقلید پر ایک نظر بطور خاتمہ کے

مذہب امام صاحب کے متعلق غلط فہمی کا ازالہ:

اگر تقلید کا کوئی نقصان بھی اس کے سوا نہ ہوتا کہ انسان قرآن و حدیث پر عمل کرنے کے لئے اس کے بعد آزاد نہیں رہ سکتا تو یہی نقصان حرمت تقلید کی اعلیٰ تر دلیل بننے کے لئے کافی تھا لیکن ہمیں حیرت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تقلید کی فرضیت مانی جا رہی ہے۔ دوسری طرف صحیح حدیثوں کو ٹکاسا جواب مل رہا ہے، حدیث و فقہ میں صاف مقابلہ ہونے کی صورت میں بھی حدیث کو چھوڑا جا رہا ہے اور فقہ کو پکڑا جا رہا ہے۔ میرے بھائیوں ان فقہ کی کتابوں میں جو ہے اسے آپ اگر امام ابوحنیفہؒ کے احکام سمجھ کر مان رہے ہیں تو یاد رکھیے کہ یہ امام صاحب کے فرمان کا مجموعہ ہرگز نہیں ہے۔ اس میں تو بلا مبالغہ بہت سے بزرگوں کے اقوال مجموعی طور پر درج ہیں۔ اس میں تو یہاں تک ہے کہ امام صاحب کے صریح قول کو چھوڑا گیا ہے اور دوسروں کے قول کو لیا گیا ہے۔ پس یہ سمجھنا تو کسی طرح بھی حق بجانب نہیں کہ اس میں جو تحریر ہے امام صاحب کے مسائل ہیں ہرگز نہیں۔ اب ایک طرف سے دنیا کے کانوں میں ڈالا جا رہا ہے کہ جو حلال حرام ان کتابوں میں لکھا ہے اسے اسی طرح مان لینا خفی بننا اور مسلمان ہونا ہے لیکن ہماری طرف سے دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ صرف قرآن و حدیث کا ماننا مسلمان ہونا ہے۔ ان کتابوں کے مسائل کو قرآن و حدیث پر پرکھنا چاہیے مطابق ہوں تو قابل قبول۔ مخالف ہوں تو ہرگز اس درجے کے نہیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وہ مذہب نہیں جو فقہ کی ان موجودہ کتابوں میں ہے بلکہ آپ کا مذہب وہ ہے جو آپ نے فرمایا

ہے ”اذا صح الحدیث فھو مذہبی“ یعنی صحیح حدیث میں جو ہے وہی میرا مذہب ہے (شامی)

دم پھڑک جائے جسے سنتے ہی تقریر یہ ہے
دیکھے تو جی ہی بہل جائے نگہ تیر یہ ہے

منکر حدیث منکر امام بھی ہے:

میں نے آپ کو صحیح حدیثیں دکھا دی ہیں اور امام صاحب کا یہ فرمان خود آپ کے مذہب کی معتبر کتاب ”شامی“ میں موجود ہے۔ پس امام صاحب کا درحقیقت ان مسائل میں وہی مذہب ہوا جو ان صحیح حدیثوں میں ہے، پھر جو ان صحیح حدیثوں کو نہ مانے اور ان کے خلاف مسائل کو مانے اس نے نہ صرف ان احادیث کا ہی خلاف کیا بلکہ خود امام صاحب کا بھی خلاف کیا پس یہ خیال کہ امام صاحب کا مذہب وہ ہے جو ان فقہ کی کتابوں میں ہے، غلط خیال ہے۔ نیز یہ خیال کہ ان فقہ کی کتابوں میں جو ہے حق ہے اور یہی قرآن و حدیث کا مغز، عطر اور گودا ہے غلط ہے۔ بلکہ درحقیقت امام صاحب کا مذہب اصولی طور پر وہ ہے جو اہلحدیث کا ہے امام صاحب کا سچا ماننے والا وہ ہے جو ہر صحیح حدیث کو قابل قبول اور واجب العمل مانے۔ جو شخص حدیث و فقہ کے علانیہ خلاف کے وقت حدیث کو چھوڑ کر فقہ کو لے وہ حدیث کا بھی منکر ہے، وہ امام صاحبؒ کے مذہب کا بھی اصولی طور پر منکر ہے۔ پس میں اپنے موجودہ سمجھ دار خفی بھائیوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ کھلے بندوں حدیث کے ماننے والے بن جائیں۔ ساری فقہ گو چھوٹ جائے کوئی غم نہیں لیکن اگر ایک صحیح حدیث چھوٹی تو یاد رکھو اللہ کے ہاں کوئی جواب نہ ہو سکے گا۔

درہ فاروقی:

ایک ثقفی شخص دربار خلافت فاروقی میں حاضر ہو کر کہتا ہے کہ جناب عالی حج کرنے والی ایک عورت نے بقرہ عید والے دن طواف زیارت تو کر لیا ہے۔ اب وہ حائضہ وہ گئی ہے تو کیا وہ طواف وداع جو آخر میں گھر جانے کی واپسی کے وقت کیا جاتا ہے اسے کیئے بغیر وطن کو واپس ہو سکتی ہے یا اس کے لئے ضروری ہے کہ مکہ میں ہی ٹھہری رہے اور حیض سے پاک صاف ہو کر طواف وداع کر کے ہی مکہ چھوڑے؟ آپ نے فرمایا وہ اس حالت میں ہرگز نہیں جاسکتی، طواف وداع کے لئے اسے ٹھہرنا پڑے گا، پاک ہو کر طواف کر کے پھر لوٹے۔ یہ سن کر سائل کہتا ہے کہ اے امیر المومنین میں نے یہی مسئلہ رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ یہ عورت بغیر طواف وداع کے جاسکتی ہے اس پر آپ سخت غضب ناک ہوئے اور ہنٹر لے کر اسے ادھیڑ دیا کہ جب تیرے پاس رسول اللہ ﷺ کی حدیث تھی تو پھر تو نے مجھ سے یہ مسئلہ کیوں پوچھا؟

آہ! آج فاروق اعظم کو کہاں سے لائیں؟ آج درہ فاروقی کہاں پائیں؟ آج تو ایک ایک مقلد ایک چھوڑ کئی کئی حدیثیں سن کر نہایت بے پرواہی سے کہہ دیتا ہے کہ میں تو حنفی مذہب سے ہوں میرے مذہب میں یہ مسئلہ اس طرح نہیں۔ آج اگر ہوتے فاروق اعظم ”یا ہوتا درہ فاروقی تو پھر دیکھتے کہ حدیث رسول ﷺ کے خلاف فقہ کی کتاب کوئی کیسے پیش کرتا ہے؟

تقلید کا شرک ہونا:

برادران! مندرجہ بالا ایک واقعہ ہی ہمیں اس نتیجے پر پہنچانے کے لئے کافی

ہے کہ حدیث رسول ﷺ مل جانے کے بعد پھر ادھر ادھر کے اقوال لینا صریح حرام ہے۔ رائے، قیاس، اجتہاد، استنباط سب تابع ہیں سردار حدیث ہے۔ اماموں اور بزرگوں کے اقوال سب ماتحت ہیں اور قول رسول ﷺ حدیث نبویؐ سب کے اوپر ہے حدیث کے خلاف کسی اور کی بات ماننا پھر اسے تقلید کہنا وہ تقلید ہے جسے شریعت نے حرام قرار دیا ہے جسے شرک کہا جاتا ہے جس سے بچنا مسلمان پر اتنا ہی فرض ہے جتنا کالی اور بھوانی کو نہ ماننا ہے یہ اصل اسلام ہے۔ میں نے آپ کو صاف صاف بتا دیا ہے کہ جس مذہب پر آپ مطمئن ہو کر بیٹھے ہیں اس نے بہت سی صحیح حدیثوں کو ترک کر رکھا ہے۔ اس لئے آپ ان حدیثوں کو سن کر ان کے خلاف جو مسائل آپ کے مذہب کی فقہ کی کتابوں میں ہیں ان سے دست بردار ہو جائیے اور اسے مانگئے جو حدیث میں ہے

پھر محبت میں مزا آتا ہے

کیوں نہ کھائیں ہمیں غم بھاتا ہے

مذہب اہلحدیث:

اگر آپ ک کان میں کسی شیطان نے یہ صور پھونک دیا ہو کہ اہلحدیث اماموں اور مجتہدوں بزرگوں اور نیکوں کے منکر ہیں تو ہم آپ سے کہیں گے کہ اس نے غلط کہا۔ ہم اہلحدیث اماموں کی، بزرگوں کی، مجتہدوں کی، محدثوں کی سب کی عزت کرنے والے ہیں، ان سب کی بزرگی مانتے والے ہیں انہیں اپنا سردار اور پیشوا مانتے ہیں لیکن اسے کیا کریں کہ خود انہیں ائمہ کرام نے ہمیں یہ فرما دیا کہ صحیح حدیث کے مقابلے میں ہماری نہ مانو اور نہ کسی اور کی مانو۔ پس ان کا ماننا اور ان

کی ماننا بھی یہی ہے کہ جو حدیث میں ہے مانیں جو اس کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دیں۔ اماموں کا جو دشمن ہو جو چاروں اماموں سے بغض و بیر رکھتا ہو ہم تو اسے ملعون مطرود اور شیطان کا چھوٹا بھائی جانتے ہیں۔ ہاں بے شک حدیث رسول ﷺ کے مقابلے میں کسی کے قول کو ماننا یہ خود ان چاروں اماموں کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اس لئے ہم چاروں مذہب کی فقہ کی کتابوں کے جس مسئلے کو خلاف حدیث پاتے ہیں اسے چھوڑ دیتے ہیں، یہ نہیں کرتے کہ اس کے مقابلے میں حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ اللہ کے رسول ﷺ کی صریح توہین حدیث کی اعلیٰ بے ادبی اور دین اسلام کا صریح خلاف ہے۔

یہ ہیں مندرجہ بالا ڈیڑھ سو حدیثیں، جو صریح ہیں صحیح ہیں، جن کے خلاف حنفی مذہب فقہ کی کتابیں ہیں۔ کیسے! ہم کیسے حدیثوں کو چھوڑ دیں؟ اور کیسے ان فقہ کی کتابوں کو لے لیں؟ انصاف ایمان اسلام تعلیم بزرگان اقوال ائمہ کا خلاصہ تو یہ ہے کہ ہم حدیث کو لیں اور فقہ کو چھوڑ دیں۔ پس یہی ہم چاہتے ہیں۔ واللہ الہادی۔

دل کہیں کھینچے لے جاتا ہے

دلولہ ناک میں دم لاتا ہے

خلاف مذہب حدیث کو چھوڑنا نفاق ہے :

قرآن کریم نے سورۃ نور میں ایک گروہ کا حال بیان فرمایا ہے کہ ان کا دعویٰ تو یہ تھا کہ اللہ رسول پر ہمارا ایمان ہے اور ہم قرآن و حدیث کو ماننے والے ہیں، لیکن یہ دعویٰ صرف زبانی ہوتا ہے اس لئے وہ اس کی سچائی کا ثبوت عملی طور پر دے نہیں سکتے وہ اللہ رسول کے بہت سے احکام سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ ہاں گران

کی حسب منشا کوئی حکم ہو تو سر جھکائے خاموشی سے بلکہ بے طوق شوق اسے مان لیتے ہیں۔ لیکن جہاں خلاف ہو یہ ایسے ہو گئے کہ گویا ان تکوں میں تیل ہی نہ تھا۔ یہ بیمار دل ہیں یہ مغرور ہیں انہیں اللہ رسول کی باتیں عدل و انصاف حقانیت و اطمینان والی نظر ہی نہیں آتیں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ بدترین عالم گردہ ہے۔ ملاحظہ ہو آیت ”وَيَقُولُونَ آمَنَّا“ سے ختم رکوع تک۔

اپیل:

ہمارے زمانے کی وہ جماعت جو فقہ کی موجودہ کتابوں پر آنکھیں بند کر کے جھک پڑی ہیں جس نے ایک امام کی تقلید کا پٹا اپنے گلے میں مضبوط ڈال لیا ہے آج ہم دیکھتے ہیں کہ تقلید نے ان حضرات کو اسی وصف پر لاکھڑا کر دیا ہے کہ ان آیتوں کا صحیح مصداق یہ ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بھی حدیث و قرآن کے دو حصے کر لئے ہیں۔ ایک وہ کے مطابق مذہب ہے ایک وہ جو خلاف مذہب ہے جو مطابق ہے اسے تو مان لیں گے لیکن جو مخالف ہے اسے ہرگز نہ مانیں گے۔ پس یہ نہایت برا وصف ہے ہم اپنے موجودہ بھائیوں سے پر زور اپیل کریں گے کہ اللہ وہ اس مہلک روش سے الگ ہو جائیں۔۔

رہش سے کیوں نہ جلع عیش کا خرمن اپنے

مخمل غیر ہو جب شمع سے روشن اپنے

تقلید کے معنی:

تقلید اور تحقیق آپس میں دو متضاد اور ایک دوسرے کے برخلاف دو جدا گانہ

حقیقتیں ہیں۔ تقلید کے معنی ہی بلا دلیل مان لینے کے ہیں، اور تحقیق کے معنی اس کے برخلاف دلائل سے ماننے کے ہیں۔ آج جو حضرات مقلد ہونے کے اقرار کے ساتھ دلائل پر نظر ڈالنے کی زحمت گوارہ کرتے ہیں۔ وہ دراصل اپنے منصب سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ اصول فقہ کی کتابوں میں بھی جو ان کے لئے تقلید کی چار دیواری قائم کی گئی ہے اس میں تحقیق کی ہوا کے آنے کا کوئی سوراخ بھی نہیں رکھا گیا۔ یہاں تک کہ ”مسلم الثبوت“ میں لکھا ہے کہ مقلد کو نہ خود دلیل لانے کا اختیار ہے نہ اس کے امام کی دلیل اس کے لئے دلیل ہے بلکہ توضیح و تلویح میں ہے کہ اس کی دلیل صرف اس کے امام کا قول ہے بلکہ صراحت سے لکھا ہے کہ قرآن و حدیث اجماع قیاس مقلد کی دلیل نہیں ہے۔

تحقیق و تقلید:

دنیا کا کوئی فرقہ آپ ایسا نہ دیکھیں گے کہ وہ اپنے تئیں دلیل پر نہ سمجھتا ہو گو واقعہ اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، لیکن مقلدین کی جماعت اور صرف مقلدین ہی کی جماعت وہ جماعت ہے جو علی الاعلان اپنا دلیل پر نہ ہونا ظاہر کرتی رہتی ہے بلکہ دلیل پر نگاہ ڈالنا اپنی جماعت کے لئے اتنا ہی خطرناک سمجھتی ہے جتنا خطرناک فعل روئی کے گالوں میں جلتی ہوئی دیا سلائی کا پھینک دینا ہے۔ اگر آپ آج کل کسی مقلد مولوی صاحب کو تحقیق کے سمندر میں غوطہ لگاتے ہوئے دیکھیں تو یہ خیال نہ کرنا کہ یہ تحقیق کرتے ہیں، نہیں نہیں نہ تحقیق ان کا منصب نہ تحقیق ان کے لئے مفید، نہ تحقیق سے انہیں کوئی واسطہ یہ تو صرف دفع الوقتی اور اپنے والوں کی تسکین کی خاطر کے لئے ایک بیرونی جھٹک ہوتی ہے ورنہ کیا مجال کہ دلیل کی طرف آنکھ بھی اٹھائیں۔ کسی مسئلہ میں آپ ایک چھوڑ کئی حدیثیں بھی ان کے سامنے رکھ دیں تو یہ تو

وہ کریں گے کہ ان سب کو توڑ مروڑ کر کچل کر دبوچ کر اپنے مذہب کے سانچے میں ڈھالیں۔ لیکن یہ کبھی نہ ہوگا کہ تقلید کی رسیاں توڑ کر تحقیق کی پرفضا وسیع میدان میں اطمینان کا ایک بھی سانس لیں۔

خاموشی میں یاں لذت گویائی ہے
آنکھیں جو ہیں بند عین بینائی ہے

مقلدین سے ایک کٹھن سوال:

اے مقلد بھائیو! میں ایک اور صرف ایک ہی چیز آپ سے سمجھنا چاہتا ہوں، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ خود بھی اسے سمجھیں اور پھر مجھے بھی سمجھا دیں؟ یہ تو ظاہر ہے کہ آپ مقلد ہیں، یہ بھی ظاہر ہے کہ اجتہاد کو ختم ہوئے صدیاں گزر چکی ہیں۔ اماموں کے زمانے کے بعد اجتہاد کی قوت اور شان کسی میں ظاہر نہیں ہوئی اور آپ نے اپنے ”علم غیب“ سے خبر پا کر اپنی کتابوں میں یہ فیصلہ بھی کر دیا ہے کہ آئندہ بھی کوئی مجتہد نہ ہوگا۔ تو کیا کرم فرما کر جناب یہ بتلائیں گے کہ ان چاروں مذہبوں میں سے ایک معین مذہب جناب نے کیسے اختیار کر لیا؟ حنفیو! آپ مجتہد نہیں ہیں بلکہ آپ میں کوئی مجتہد نہیں ہے، اماموں کے علم سے زیادہ علم آپ کو نہیں، پھر کیسے آپ نے معلوم کر لیا کہ باقی تینوں اماموں کے مسئلے غلط ہیں؟ اور میرے اس ایک امام کے مسئلے سچے ہیں؟ آپ ہیں مقلد قرآن و حدیث کو آپ نہیں سمجھ سکتے، جب تحقیق سے آپ کو لگاؤ نہیں تو آپ نے اتنے بڑے بڑے مجتہد مطلق چار اماموں کا امتحان کیسے لے لیا؟ کیوں جی مجتہدوں میں حلال حرام کا اختلاف تھا یہ جناب نے کیسے باور کر لیا کہ حق امام ابوحنیفہؒ کے ہاتھ میں ہے اور تینوں امام باطل پر اور ناحق پر ہیں؟ جناب کی عدالت سے ایک امام کو بچ اور تین اور اماموں کو جھوٹ کی ڈگری کیسے مل گئی؟

مقلدوں کی توہین امام:

حالت تو جناب کی یہ کہ ایک ایک پیسے کو محتاج لیکن پھر شنی یہ کہ فلاں بادشاہ کو تاج و تخت میرا دیا ہوا ہے۔ یوں تو جناب فرمائیں کہ ہم مقلد ہیں، قرآن و حدیث سے مسائل لینا مجتہدوں کا کام ہے، لیکن پھر جناب یہ فرمائیں کہ حنفی مذہب کا یہ مسئلہ سچا ہے کہ رفع الیدین نہ کرو۔ تینوں اور امام جھوٹے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ رفع الیدین کیا کرو؟ کیوں جناب یہ اماموں کے درمیان سچ جھوٹ کے تمیز کرنے کی قابلیت جناب کو کیسے حاصل ہو گئی؟ اور اگر اتنی قابلیت واقعی آپ میں ہے کہ مجتہد اماموں کے مسائل کو لے کر ان کے دلائل معلوم کر کے ان میں محاکمہ کر کے ان میں فیصلہ کر دیں کہ فلاں ایک امام سچا اس کا مذہب اچھا، فلاں تین امام باطل ان کا مذہب باطل۔ تو یہی قابلیت و ذہانت جناب نے براہ راست قرآن و حدیث سے مسائل کے لینے پر صرف کیوں نہ کی؟ اور مذمت تقلید کا کلنگ کا مصنوعی ٹیکہ اپنی قدرتی پیشانی پر کیوں لگا لیا؟

مجھے امید ہے کہ میرے بھائی اس ذرا سی تحریر کے رمز کو پالیں گے اور وہ غور و خوض کر کے تقلید کی موجودہ دلدل سے نکل بھاگنے کی کوشش کریں گے۔ تقلید شخصی کے تو صاف معنی یہ ہیں کہ تین اماموں کی تمام باتوں کے ہم منکر بن جائیں سارے دین میں صرف ایک امام کو حق پر مانیں تب تقلید شخصی ہو سکتی ہے ورنہ تقلید بن نہیں سکتی۔

رفعت کبھی کسی کی گوارا یہاں نہیں

جس سرزمین کے یہ ہیں وہاں آسمان نہیں

اس خرابی کو ذہن میں رکھتے ہوئے پھر اس خرابی پر نظر ڈال جائے جو مسلسل

طور پر آپ نے ابھی پڑھی ہے کہ تقلید شخصی کے پھیرے میں پھنس کر آپ نے سینکڑوں صحیح حدیثوں کو جواب دے دیا ہے۔

تقلید کی خوبصورت بلا کی ایجاد:

اخباری محمدی کے ٹائٹل پر جو آیت قرآن کریم ”فلا وربك النح“ لکھی رہتی ہے اسی کے مطابق صحابہؓ کرام عمل رہا۔ ان کے پاس سوائے قرآن و حدیث کے کوئی تیسری چیز عمل کے لئے نہ تھی۔ یہی پاک روش صحابہ کرامؓ کی رہی اسی طریقے پر تابعین عظام رہے، اور یہی تعلیم ائمہ اسلام نے دی۔ لیکن ان سب کے خلاف چار سو سال کے بعد مسلمانوں میں ایک نئی بدعت نے سر نکالا اور اپنے خوبصورت چہرے پر مسلمانوں کو کچھ اس طرح مٹھتو کر لیا کہ ایک ایک دودھو کر بجز ایک جماعت کے سب کے سب اس کی طرف جھک گئے اور یہ خوبصورت بلا انکے گلے کا ہار بن گئی۔ جوں جوں اس بد بلا کے جراثیم ان کے جسم میں اثر کرتے گئے، قرآن و حدیث کی روح پرور پاک صحت ان کی بگڑتی گئی۔ بالآخر بعض بزرگوں سے رائے قیاس کے مانگے ہوئے ٹکڑوں پر انہوں نے قناعت کر لی، اور زبانی دسترخوان کا من و سلوئی ان سے چھین لیا گیا۔ مگر گھر تقلیدی بھیک کے خشک ٹکڑوں کا ڈھیر نظر آنے لگا اور روحانی لذیذ غذا دیکھنے کو بھی باقی نہ رہی۔

صحابہؓ کا اختلاف اور اس کا فیصلہ:

مندرجہ بالا آیت کے حکم ماتحت صحابہ کرامؓ کے آپس کے تمام اختلافات کا فیصلہ صرف قرآن و حدیث سے ہوتا تھا۔ نمونے کے طور پر سنئے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی

اللہ عنہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ میں اس عورت کی عدت کے بارے میں اختلاف ہوتا ہے جو حمل سے ہو اور اس کے خاوند کا انتقال ہو جائے۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ تو فرماتے ہیں کہ چار ماہ دس اور اس بچے کا ہونا ان میں سے جو آخر میں ہو وہی عدت ہے، سیدنا ابوسلمہؓ نے فرمایا بچہ تو ہوتے ہی عدت پوری ہو جاتی ہے خواہ عدت کی مدت سے پہلے ہو جائے، یہاں تک کہ انتقال کے ایک دن یا ایک گھنٹے بعد بھی ہو تو اس کی عدت پوری ہو گئی اور اگر چار ماہ دس گزر جائیں اور پھر بھی بچہ نہ ہوا ہو تو جب تک بچہ نہ ہو تو وہ عدت میں ہے۔ سیدنا ابوبریرہؓ نے بھی یہی فرمایا کہ میں اپنے اس بھتیجے کے فتویٰ سے متفق ہوں۔ ہر ایک نے اپنے اپنے دلائل پیش کیے اور باقاعدہ مذاکرہ علیہ ہوا، محبت کے ساتھ مناظرانہ گفتگو ہوتی رہی مگر کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ مجلس نے طول کھینچا اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تو آخر یہ ٹھہرا کہ ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ کے پاس اس کا صحیح علم ہے۔ قاصد بھیج کر ان سے دریافت کیا جائے اگر کوئی حدیث رسول ﷺ مل جائے تو اس سے اس اختلافی مسئلے کا حل ہو۔ قاصد دوڑا ہوا گیا اور مائی صاحبہ سے عرض کی کہ صحابہؓ اس امر پر باہم مناظرہ کر رہے ہیں اور آپ کے پاس سب کے اتفاق سے میں بھیجا گیا ہوں، کیا اس بارے میں کوئی حدیث آپ کو یاد ہے؟ ام المومنینؓ نے فرمایا آؤ میں تمہیں حدیث سناؤں اسبیلہ رضی اللہ عنہا کے خاوند کا انتقال ہوا اس وقت یہ دو جیا تھیں، تھوڑے دن ہی گزرے تھے جو ان کے ہاں بچہ تولد ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اگر وہ چاہیں تو دوسرا نکاح کر لینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ پس یہ حدیث صاف دلیل ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔ قاصد خوش خوشی واپس آیا اور صحابہ کرامؓ کے مجمع میں یہ حدیث بیان فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ابن عباسؓ پر اپنی رضامندی کی

بارشیں برسائے آپ نے اسی وقت اپنے پہلے مسئلے سے رجوع فرمالیا اور صاف کہا کہ پہلے میں جو کہتا تھا غلط تھا میں اس سے اب رجوع کرتا ہوں غرض حدیث شریف کے پیش ہوتے ہی سارا اختلاف مٹ گیا۔ سب ایک ہو گئے، کل گردنیں حدیثیں رسول ﷺ کے سامنے جھک گئیں۔ سارے ہم خیال ہو گئے اور فرمان رسول ﷺ کو سر آنکھوں پر رکھ لیا۔ یہ تھی روش صحابہ کرامؓ کی اور یہی حکم ہے آیت مندرجہ بالا

”فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم“
 الخ“ بالفرض اس قسم کے واقعات نہ بھی ملیں تاہم آیت کے الفاظ روز روشن کی طرح صاف بتا رہے ہیں کہ ایمان نام ہی اس کا ہے کہ ہر اختلاف کا ہر پیش آمدہ مسئلہ کا فیصلہ قرآن و حدیث سے ہی ہونا چاہیے۔ جب ایمان و اسلام ہی کا نام ہے تو ہم کھلے لفظوں میں کیوں نہ کہیں کہ اس خلاف کا نام کفر و شرک ہے جو لوگ اختلافی مسئلہ کا فیصلہ تجھ مجھ سے لیں جو لوگ شرعی مسائل کسی امام کے فرمان پر موقوف رکھیں بالیقین یہ وہ ہیں جو قرآنی اصطلاح کے مطابق ایمان سے کالے کوسوں دور ہیں۔ تقلید شخصی میں اگر اس کے سوائے اور کوئی برائی نہ بھی ہوتی تاہم یہی ایک برائی اس کی بدعت اور حرمت کے لئے کافی بلکہ کافی ہے زائد تھی۔ چہ جائیکہ اس میں اس کے سوائے اور بھی بیسیوں عیب و نقصان ہیں۔۔۔

مجھ کو بھی کچھ حضور کے معلوم حال ہیں

میں سن چکا ہوں آپ بھی اہل کمال ہیں

خفیوں کے نزدیک اور سب مسلمان ملعون ہیں:

کیا آپ نے نہیں دیکھا؟ کہ ہر مذہب کا مقلد اپنے امام کے سوا اور ائمہ کے

فرمان کو کوئی وقعت نہیں دیتا۔ بلکہ فرمان رسول ﷺ کو بھی دلتا ہے۔ آیت قرآن کو توڑنے مروڑنے بیٹھ جاتا ہے اور اپنے ذمے سب سے بڑا فرض یہی سمجھتا ہے کہ جو اس کے امام نے کہا اسے حق سمجھے اسی کو مانے اور اسی پر عمل رکھے۔ یہاں تک کہ مقلدین امام ابو حنیفہؒ نے کہا۔

فلعنة ربنا اعداا رمل

علی من رد قول ابی حنیفہ

یعنی زیت کے ذروں کے برابر لعنتیں نازل ہوں اس پر جو امام ابو حنیفہؒ کے قول کو رد کر دے۔ قارئین کرام! مضمون آیت کو اور مضمون شعر کو ملا لیں تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ اللہ کے نزدیک مومن وہ ہے جو ہر مسئلے میں قرآن و حدیث کو لے اور ان کے نزدیک مومن وہ ہے جو ہر ایک مسئلے میں قول امام ابو حنیفہؒ کو لے۔ پس قرآنی فیصلے کے مطابق وہ ایمان سے خالی ہے جو اختلافات کا فیصلہ امام ابو حنیفہ کے قول سے لے اور ان مقلدین حنیفہ کے نزدیک جو اختلافات کا فیصلہ امام ابو حنیفہ کے قول سے نہ لے وہ ملعون ہے۔ اب قارئین کرام بتلائیں کہ ہم کیا کریں؟ سنو! ہم نے یہ کیا کہ شعر شعروا لے منہ پر دے مارا اور حکم ربی کو مضبوطی سے تھام لیا، اور جو کہا تھا وہ کیا تھا یعنی ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے سوا کوئی اطاعت کے لائق نہیں اسی کی دعوت ہم الحمد یث محمدی آپ حضرات کو دیتے ہیں کہ جو مسئلہ پیش آئے قرآن و حدیث سے اسے لو اور لعنت کرنے والوں پر ان کی لعنت رکھو۔ اللہ کے حکم پر چلنے والا مرحوم ہوتا ہے نہ کہ ملعون، ملعون وہ ہے جو ابوالقاسمؒ کے قول کو رد کر دے نہ وہ جو ابو حنیفہؒ کے قول کو رد کر دے۔

آپ کے سامنے ہے کہ کس طرح صحابہ کرامؓ مقابل حدیث رد ہو گئے تو کیا اے اسلامیو! مندرجہ بالا ۱۵۶ حدیثیں جو آپ کے سامنے ہیں ان کے بالمقابل جو اقوال فقہاء ہیں کیا آپ انہیں رد نہ کریں گے؟ اگر آپ کا فیصلہ رد نہ کرنے کا ہے تو فیصلہ ربانی جو رد ایمان کا ہے وہ بھی سامنے رہے۔ آئیے اب میں آپ کو دو چار واقعات اور بھی اسی قسم کے سناؤں:

حدیث پر فیصلہ فاروقی:

بنو زہرہ کے ایک شخص کو بلوا کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں کہ فلاں شخص کے بارے میں جو جاہلیت میں کا پیدا شدہ تھا اور نسب غلط ملط ہے تمہارا کیا علم ہے؟ اس نے کہا فراش تو فلاں کا تھا اور نطفہ فلاں کا۔ بات کی تحقیق ہو گئی لیکن سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ بچہ نطفے والے کا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ جس کا فراش ہے اسی کی اولاد ہے۔

خلافت کا فیصلہ خلاف حدیث اگر ہو مردود ہے:

مخلف بن خفافؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک غلام خرید کیا کچھ دنوں کے بعد مجھے اس کے ایک عیب کی اطلاع ہوئی تو میں نے جا کر دربار خلافت میں شکایت کی مجھے حکم ملا کہ میں اس غلام کو اسے لوٹا دوں جس سے خرید کیا ہے اور اس سے جو غلہ میں نے حاصل کیا ہے وہ بھی واپس کر دوں۔ میں یہ حکم سن کر چلا آیا جناب عروہ سے ملا اور جناب خلیفۃ المسلمین عمر بن عبدالعزیزؓ کا یہ فیصلہ ان سے بیان کیا، انہوں نے کہا سبحان اللہ شام کو میں ضرور جاؤنگا اور کہوں گا کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے کہ ایسے مقدمے کے فیصلے میں رسول اللہ ﷺ نے غلہ اسے دلوا دیا ہے

جس کی ضمانت ہو میں اگلے پاؤں دربار خلافت میں پھر پہنچا اور خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حدیث نقل کر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ نفع اس کا ہے جس کی ضمانت ہے اسی وقت جناب عمرؓ نے سر جھکا دیا اور خوش ہو کر فرمانے لگے واہ کتنا صحیح اچھا اور آسان اور عمدہ فیصلہ ہے۔ اے اللہ تجھے بخوبی علم ہے کہ میں نے اپنی طرف سے تو وہ حق سمجھ کر فیصلہ کیا تھا لیکن اب مجھے حدیث رسول ﷺ پہنچ گئی اس لئے میں اپنے فیصلے کو توڑتا ہوں اور تیرے رسول ﷺ کے فیصلے کو سر آنکھوں پر رکھتا ہوں۔ فرحمہ اللہ ورضی عنہ یہ ہے اسلام نہ یہ کہ حدیث کو چھوڑ فقہ کو لے خوش ہو گئے۔

جس گل سے کچھ مزاج ذرا بھی بدل گیا

اک شوخ اور پھانس لیا جی بہل گیا

قاضی صاحب کا خلاف حدیث فیصلہ کوئی چیز نہیں:

قاضی اسلام سیدنا سعد بن ابرہیمؓ کے پاس ایک مرتبہ ایک مقدمہ پیش ہوا آپ نے اس میں سیدنا ربیعہ بن ابو عبد الرحمن کی رائے سے فیصلہ کر دیا۔ اس کے بعد سیدنا ابن ابی ذئبؓ نے قاضی صاحب سے ایک حدیث بیان کی جو اس فیصلے کے خلاف تھی، یہ سن کر سیدنا سعدؓ نے ربیعہ سے فرمایا کہ دیکھو ابن ابی ذئبؓ جو ثقہ ہیں یہ حدیث بیان فرماتے ہیں اور حدیث میں فیصلہ سراسر اس کے خلاف ہے جو میں نے کیا ہے، ربیعہ نے کہا اب کیا ہو سکتا ہے؟ آپ نے تو اجتہاد کر کے فتویٰ دیدیا آپ کا حکم نکل ہی چکا بس وہ جاری رہے۔ سیدنا سعد اس جواب سے بڑے رنجیدہ ہوئے اور کہنے لگے واہ واہ! سعد کی ماں کے لڑکے سعد کا فیصلہ تو جاری ہے اور رسول ﷺ کا فیصلہ رد ہو جائے؟ استغفر اللہ! نہیں نہیں بلکہ سعد کا فیصلہ غلط اور نبی علیہ السلام کا فرمان سر آنکھوں پر جاؤ وہ کاغذات لاؤ جن پر میں نے جمعٹ لکھی ہے جب

وہ کاغذات لائے گئے تو آپ نے اس فیصلے کو چاک کر دیا اور اس کے خلاف فیصلہ حدیث کے مطابق لکھ دیا۔ اللہ ان پر رحم کرے انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔
مقلدو! اللہ سے ڈرو تم ان آجوں ان حدیثوں سلف کے ان روشن فیصلوں کے خلاف ہمیں لیجانا چاہتے ہو؟

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

امام شافعیؒ کے فرامین:

جناب امام شافعیؒ فرماتے ہیں لوگوں کا اجماع ہے کہ سنت رسول ﷺ حدیث نبویؐ جس کے سامنے آجائے وہ کسی کے قول پر اسے ترک نہیں کر سکتا۔ فرماتے ہیں جب میں کوئی حدیث روایت کروں اور خود اسے نہ لوں تو یقین کر لینا میری عقل جاتی رہی۔ فرماتے ہیں سنت رسول ﷺ کے بعد کسی کا قول کوئی چیز نہیں، تو اترے آپ کا یہ فرمان منقول ہے کہ اگر صحیح حدیث کے خلاف میرا کوئی قول پاؤ تو اسے دیوار سے دے مارو۔ اللہ اکبر! یہ فیصلے امام صاحب کے اور پھر بھی شافعیہ کا اس فقہ پر اڑے رہنا جو سراسر حدیث کے خلاف بہت سے مسائل بیان کرتی ہے کیا یہ تقلید ہے؟

سیدنا عبد اللہ بن مسعود کا رجوع:

سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ سے مسئلہ پوچھا جاتا ہے کہ ایک شخص نے ایک لڑکی سے اپنا نکاح کیا لیکن پھر وہ اس کی ماں سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس لئے اسے طلاق دے دیتا ہے تو کیا اس کی ماں سے اس کا نکاح کرنا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں

اس میں کوئی حرج نہیں چنانچہ اس شخص نے اس فتویٰ کے مطابق اس عورت سے نکاح کر لیا اور چونکہ آپ بیت المال کے افسر تھے تو چاندی کے ردی کلڑے لے کر انہیں صاف کھری چاندی کے بدلے بدلے لیا کرتے زیادہ دیتے اور کم لیتے۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے اور اصحاب رسول ﷺ سے ان دونوں مسئلوں کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ پہلے شخص کے لئے اپنی ساس سے نکاح حدیث کی رو سے جائز نہیں اگرچہ اس کی لڑکی کو جماعت سے پہلے ہی طلاق دے چکا ہے۔ اور جب چاندی کا چاندی سے تبادلہ ہو تو دونوں طرف برابر ہونا مطابق حدیث شرط ہے یہ سن کر آپ واپس پلٹے اور اپنے پہلے مسئلے کی غلطی بتلانے کے لئے اس شخص کو تلاش کر کے اس کے ہاں پہنچے لیکن وہ نہ ملا تو آپ نے اس کی قوم والوں سے فرمایا کہ میرا پہلا فتویٰ غلط تھا۔ صحیح یہ ہے کہ یہ شخص اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتا، پھر آپ صرافے کے بازار میں پہنچے اور وہاں اعلان کیا کہ پہلے جو میں کرتا رہا وہ خلاف شرع تھا چاندی چاندی کے بدلے برابر ہونی چاہیے وزن اگر یکساں نہ ہو تو تبادلہ حلال نہیں۔

نصیحت :

میں نے نہایت نیک نیتی سے اپنی مسلمان بھائیوں کے سامنے بطور مثال یہ مسائل پیش کر دیئے ہیں حدیثیں نقل کر دیں ہیں جو اپنے معنی اور مطلب میں بالکل واضح ہیں۔ اور ان کے بالمقابل فقہ کی عبارتیں بھی نقل کر دیں ہیں جو اپنے مطلب میں بہت واضح ہیں جو حدیث میں ہے اس کے بالکل برخلاف فقہ میں ہے اس فرق کی وضاحت کے بعد میں اپنے بھائیوں کی خدمت میں عرض کرنے کا حق رکھتا ہوں کہ نڈ غور کرو۔ فرمان رسول ﷺ کے مقابلے میں کسی اور کی نہ مانو، مسلمان ہونے کے معنی میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اللہ کے سوال کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور

محمد (ﷺ) کے سوا کوئی اطاعت کے لائق نہیں۔ یقیناً ہر مسلمان کا فرض اولین ہے کہ جس کسی کا قول خلاف قول پیغمبر ہوا سے ترک کر دے۔ نہ کہ کسی امام کے قول کے خلاف قول پیغمبر کو ترک کر دے۔

حدیث کو مقدم رکھنا ہی امام صاحب کا مذہب ہے:

اگر آپ میری یہ بات کڑی لگتی ہو تو آؤ میں آپ کو آپ اور اپنے امام کے مذہب کی معتبر کتاب اور آپ کے فقہاء کرام کا صحیح فیصلہ بھی اس بارے میں سنا دوں۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں:

”ان توجه لکم دلیل فقولو لبہ“

ترجمہ: ”یعنی جب تمہیں دلیل (یعنی قرآن و حدیث) مل جائے تو وہی

کہو جو اس میں پاؤ“ (در مختار)

یہ آپ کے مذہب کی معتبر کتاب در مختار میں موجود ہے اور شروع مقدمے میں ہے آپ کے مذہب کی معتبر کتاب رد المحتار شرح در مختار کا فیصلہ سنئے اس میں لکھتے ہیں:

”ان اسح الحديث و كان على خلاف

المذهب عمل بالحديث ويكون ذانك مذهب ولا

يخرج مقلده عن كونه حنفيا بالعمل به فقد صح عنه

قال اذا سح الحديث فهو مذهبي“

ترجمہ: ”یعنی جب کوئی مسئلہ صحیح حدیث میں آجائے اور ہو وہ حنفی

مذہب کی کتابوں کے خلاف تو ایسی صورت میں عمل حدیث پر کرنا چاہئے اور اسی

کو اپنا مذہب سمجھنا چاہئے ایسا کرنے سے انسان حنفیوں سے نکل نہیں جائے

گا، کیونکہ خود امام ابو حنیفہؒ نے فرمادیا ہے کہ جو صحیح حدیث میں ہو وہی میرا مذہب ہے۔“

حنفی، محمدی اتفاق:

حنفی بھائیو! کاش کہ آپ اس روایت پر عمل کر لیں بخدا یہ سارے جھگڑے مٹ جائیں گے اور مسلمانوں میں سے یہ تفریق کی سد سکندری بالکل دور ہو جائے۔ اللہ کی قسم! اہلحدیثوں کو امام سے عداوت و بغض نہیں، یہ تو وہی کہتے ہیں جو اماموں نے ان کو سبق دیا ہے کہ جب کسی کی بات خلاف اللہ و رسول ﷺ ہو تو اسے چھوڑ دو، مطابق اور موافق ہو تو اسے مان لو۔ اماموں کی تعلیم بھی یہی ہے بزرگوں کا فیصلہ بھی ہے اور اہلحدیث کا مذہب بھی یہی ہے۔ اہلحدیث جس تقلید کو حرام کہتے ہیں جس تقلید کو حرام بتلاتے ہیں وہ یہی تقلید ہے کہ انسان حدیث کے مقابلے میں کسی امام کی بات کو نہ چھوڑے۔ جب آپ ان جیسے اور خلاف حدیث مسائل کو جو فقہ کی ان کتابوں میں بکثرت سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں چھوڑ دیں گے اور امام ابو حنیفہؒ کی کچی ماتحتی میں ان کے خلاف جو حدیثیں ہیں ان پر عمل اور ایمان رکھیں گے تو یہی اہلحدیث ہوتا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہی حنفی ہونا بھی ہے، اللہ تمہیں اور ہمیں سمجھ دے اور اگر باوجود ان صحیح حدیثوں کے دستیاب ہونے کے پھر بھی آپ تقلید ائمہ کے پیچھے پڑ کر ان حدیثوں کا گلا گھونٹیں گے اور نہ ان پر ایمان لائیں گے نہ ان پر عمل کریں گے آپ خود سمجھ لیں کہ کس منہ سے اللہ کے رسول ﷺ سے شفاعت کی آرزو کریں گے؟ اوکس زبان سے میدان محشر میں آپ کے حوض کوثر کا پانی آپ سے طلب کریں گے؟ ایسا کرنے والوں کو حق ہی کب ہے؟ جو آپ کی امت کہلوائیں؟ دوستو! ذرا سے غور پر فیصلہ ہو سکتا ہے، حق نھر سکتا ہے، سچ جھوٹ میں

تمیز ہو سکتی ہے۔ بھائیو! دو پیسے کی ہنڈیا ٹھوک بجا کر لیتے ہو، پھر دینی معاملات میں باپ دادا کی روش، قوم کی چال، اگلوں کی تقلید اور بے تحقیق باتوں پر عمل کو کیسے روا رکھتے ہو؟ اٹھو، سوچو، اور سمجھو اور حق کی قبولیت میں عار نہ کرو کل اللہ کے سامنے جانا ہے اسی کا کام پڑتا ہے۔

سنو چاہے دنیا بدل جائے چاہے ماں باپ بدل جائیں، چاہے کنبہ قبیلہ ترک ہو جائے، چاہے برادری نکال دے، چاہے شہر بدر ہونا پڑے، چاہے مکمل بائیکاٹ ہو جائے، چاہے دنیا بھر کی مصیبتیں آجائیں، چاہے مقدمات اور کیس لگ جائیں، چاہے دنیا برا بھلا کہنے لگے سب منظور کر لو، لیکن حبیب خدا شافع روز جزا احمد مجتبیٰ محمد ﷺ کی حدیث آپ سنت آپ کے فرمان کو ترک نہ کرو

گستاخوں میں جا کر ہر ایک گل کو دیکھا
نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے
نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی رغبت یہی آرزو ہے

امام ابو حنیفہؒ کے فرامین:

میرے محترم بھائیو! مندرجہ بالا حدیثیں اور ان کے برخلاف فقہ کے فتوے بھی آپ کی نگاہوں کے سامنے ہیں میں اپنا مطلب واضح کر چکا ہوں کے آپ اپنے سچے عقیدے کے مطابق ان حدیثوں پر عمل و عقیدہ رکھیں، اور ان کے خلاف جو فقہ کے مسائل ہیں ان سے دست برداری کر لیں۔ اس سے جہاں ایک طرف اللہ کے رسول رسولوں کے سردار امت کے شافع ساقی کو شری علیہ وسلم ہم سے خوش

ہونگے وہاں دوسری جانب خود امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں:

”اذا رأيتم كلامنا يخالف ظاهر الكتاب والسنة

فاعملوا بالكتاب والسنة واضربوا بكلامنا الحائط“

ترجمہ: ”یعنی جب تم دیکھو کہ ہمارا کوئی کلام ظاہری طور پر قرآن و حدیث کے خلاف ہے تو تم عمل قرآن و حدیث پر ہی کرنا ہمارے اس کلام کو دیوار سے دے مارنا“ (میزان شعرانی)

آپ فرماتے ہیں:

”اياكم والقول في دين الله بالراى وعليكم

باتباع السنة فمن خرج عنها ضل“

ترجمہ: ”لوگو! اللہ کے دین میں رائے قیاس کی پیروی سے بچو۔
لوگو! سنت و حدیث رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کو لازم پکڑ لو۔ لوگو! سن رکھو
جو سنت و حدیث کی تابعداری سے جدا ہوا وہ گمراہ ہو گیا بہک گیا وہ بھٹک
گیا۔ اللہ تعالیٰ امام صاحب کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان پر اپنی رحمت کی
جھوٹی ہوئی بدلیاں برسائے“

اس سے زیادہ آپ کیا کر سکتے تھے کہ کھلے لفظوں میں اپنی تقلید حرام فرمادی

چنانچہ فرماتے ہیں:

”حرام على من لم يعرف دليلي ان يفتي

بكلامي“

ترجمہ: ”یعنی جسے میرے قول کی دلیل کی معرفت نہ ہو اس پر حرام
نہ کہ میرے قول پر فتویٰ دے“ (میزان شعرانی)

دوستو! جس تقلید کو اہلحدیث آج حرام کہتے ہیں اور تم لٹھ لے کر ان کے پیچھے پڑ جاتے ہو اسے خود امام ابوحنیفہؒ بھی حرام بتلاتے ہیں۔ پس اللہ غور کرو، بھیڑ چال چھوڑ دو، صحیح راہ اختیار کرو، تم حنفی بھی اسی وقت بن سکتے ہو جب حدیث کے خلاف ان کے اقوال کو دیوار سے دے مارو، اور اسی وقت محمدی بھی ہو جاؤ گے کیونکہ یہی مذہب محمدی ہے اہلحدیث جماعت کا۔ پس اللہ تفرقوں کو چھوڑو رسول ﷺ کے تابعدار بن جاؤ، اتفاق سے رہو سہو، ایک ہاتھ میں کلام اللہ دوسرے ہاتھ میں سنت رسول اللہ ﷺ لے لو۔ یہی اماموں کی راہ ہے اسی میں دین کا دنیا کا یہاں کا وہاں کا غرض دونوں جہاں کا بھلا ہے۔

مسک سنت پہ اسے سالک چلا جا بے دھڑک
جنت الفردوس کو سید ہی گئی ہے یہ سڑک

براءت امام:

برادران! میرا تو ایمان ہے کہ اگر آج امام ابوحنیفہؒ زندہ ہوتے تو یہ فقہ کے مسائل کو دیکھتے تو ان مسائل کو جو خلاف حدیث ہیں قطعاً نکال دیتے اور ان کی اصلاح کر کے مطابق حدیث لکھ دیتے اس لئے کہ آپ کا فرمان ہے:

”ما جاء عن رسول الله ﷺ فبالرأس والعين“

ترجمہ: ”یعنی رسول ﷺ کی حدیث سر آنکھوں پر ہے“ (ظفر الامانی)

آپ فرماتے ہیں:

”ضعيف الحديث احب الي من آراء الرجال“

ترجمہ: ”مجھے تو ضعیف سے ضعیف حدیث بھی ساری دنیا کے لوگوں کی

رائے سے زیادہ پسند اور محبوب ہے“ (حمداً للجوہر)

آپ سے سوال ہوتا ہے کہ جناب یہ جو آپ ہمیں رائے اور قیاس سے مسائل بخلا دیا کرتے ہیں کیا یہ سب آپ کے نزدیک برحق ہی ہوتے ہیں؟ آپ جواب دیتے ہیں:

”الباطل الذی لا شک فیہ“

ترجمہ: ”یعنی بہت ممکن ہے کہ یہ سب بالکل ہی غلط ہوں“ (جزء تاریخ خلیب)

میرے بھائیو! ہمارے امام صاحب ابو حنیفہؒ کا اللہ انہیں غریقِ رحمت کرے ہرگز یہ مذہب نہ تھا کہ حدیث کے خلاف کسی کی مانی جائے پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ نے آج یہ کہاں سے اور کیوں اور کس کی تقلید میں مان لیا؟ کہ ان کتابوں میں جو ہے ہم تو اسی کو مانیں گے؟ گو آپ کو صحیح اور صریح حدیثیں اس کے خلاف دکھا دی جائیں، میں تو سمجھتا ہوں کہ اس میں نہ صرف حدیث کی بے حرمتی ہے بلکہ خود امام صاحب کی بھی بے ادبی ہے اور پھر اسے امام صاحب کا مذہب بتلانا، یہ تو ان پر تہمت دھرنا ہے۔

امام صاحب سردار اہلحدیث ہیں:

سنئے امام ابو حنیفہؒ خود اپنا مذہب بیان کرتے ہیں ایسا کہ اگر آج وہ ہوتے اور یہ فرماتے تو شاید کٹر لوگ انہیں بھی غیر مقلد غیر مقلد کہتے کہہ کر زمین آسمان پر اٹھا لیتے سنئے فرماتے ہیں:

”أخذ بكتاب الله فما لم أجد فبسنة رسول الله

ﷺ فان لم أجد ففی كتاب الله ولا سنة رسولہ

ﷺ اخذت بقول اصحابہ“

ترجمہ: ”یعنی میں ہر مسئلے میں قرآن شریف کو لیتا ہوں اس میں ہو مسئلہ نہ پاؤں تو حدیث رسول اللہ کو لیتا ہوں اس میں بھی نہ ملے تو اقوال صحابہ پر عمل کرتا ہوں، پس ظاہر ہے کہ جناب الامام عالی مقام علیہ الرحمۃ والسلام عامل حدیث و قرآن تھے“

بھائیو! سچ ماننا، واللہ یہی میرا مذہب اور میری کل جماعت اہلحدیث کا مذہب ہے۔ پس صحیح معنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ یہی تعلیم امام صاحب کی ہے اور یہی مذہب آپ کا ہے پس ہم تمہیں امام صاحب کے اسی صحیح مذہب کی دعوت دیتے ہیں آؤ اختلافات کے پردے چاک کر دو اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ماننے میں ہم سب متفق ہیں آؤ مل کر آپ کی حدیث کے عمل پر بھی متفق ہو جائیں۔

الہی دے اثر ایسا مری بیتابی دل میں
چلے آئیں کلیجہ تھام کر وہ میری محفل میں

والدہ امام صاحب:

برادران! صرف میں ہی نہیں دنیا کے مسلمان مانتے ہیں کہ حدیث اور قیاس ہم پہلے چیزیں نہیں ان میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ قیاس جو حدیث کے خلاف ہو قطعاً چھوڑ دیا جائے گا مگر حدیث جو قیاس کے خلاف ہو ہرگز نہ چھوڑی جائے گی۔ پس آپ سے عرض ہے کہ مندرجہ بالا نقشہ پر دوبارہ نظر ڈال جائے اور جو مسائل قیاسیہ خلاف احادیث صحیحہ ہیں ان سے دست بردار ہو جائے۔ رائے کوئی وقعت کی چیز نہیں، خود امام ابو حنیفہؒ کی والدہ صاحبہ کو ایک مسئلے کے فتوے کی ضرورت پڑی

”فافتاھا ابو حنیفۃ فلم تقبل“ امام صاحبؒ نے بتلایا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ ملاحظہ ہو جز تاریخ خطیب بغدادی ص ۷۴۔

وصیت پیران پیر:

پیران پیر جناب شاہ عبدالقادر صاحب جیلانی رحمہ اللہ علیہ اپنی کتاب فتوح الغیب مقالہ ۳۶ میں لکھتے ہیں:

واجعل الكتاب والسنة امامك وانظر فيها بتامل
وتفكر ولا تغتر بالقليل والقال والهوس واعمل بهما فليس لنا
كتاب غيره فنعمل به وليس لنا نبي غيره فنتبعه ولا
تخرج عنهما فيضلك هواك والشيطان وبهما يرتقى
العبد الى درجة الولاية والبدلية“

ترجمہ: ”یعنی قرآن و حدیث کو اپنا امام بنالے اور غور و فکر سے ان کا مطالعہ کیا کر اور ادھر ادھر کی باتوں اور ہوس میں نہ پھنس صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرتا رہ۔ ایسے سمجھ لے کہ قرآن کریم کے علاوہ ہمارے پاس عمل کے قابل کوئی کتاب نہیں۔ اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا ہمارا کوئی نبی نہیں جس کی ہم تابعداری کریں۔ خبردار کبھی بھی قرآن و حدیث سے باہر نہ ہونا ورنہ خواہش نفسانی اور شیطان لعین تجھے سیدھی راہ سے بھٹکا دیں گے، یاد رکھ کہ انسان اولیاء اللہ اور ابدال کے درجے کو قرآن حدیث کی تابعداری سے ہی پاسکتا ہے۔“

بارگاہ ایزدی میں ہے وہی برتر عزیز
جس کے دل کو ہے حدیث ساقی کوثر عزیز

ایک عجیب لطیفہ:

حنفی حدیث کے اور امام کے دونوں کے منکر ہیں:

ایک عجیب لطیفہ بھی سنتے جائیے! الحمد للہ اگر امام ابو حنیفہؒ کا کوئی مسئلہ چھوڑ دیں تو غضب ہو جاتا ہے۔ ستم ٹوٹ پڑتا ہے۔ ہائی دہائی مچنے لگتی ہے، کانیں کانیں کانیں ہونے لگتی ہے کفر کے فتوے ڈھلنے لگتے ہیں۔ برادر ایوں سے خارج کر دیئے جاتے ہیں، بایکاٹ ہونے لگتے ہیں۔ غیر مقلد غیر مقلد کے ڈھول پیٹے جاتے ہیں اور اس مسکین کے خلاف قیامت قائم کر دی جاتی ہے۔ لیکن یہی جرم جب مقلد کریں، اگلے پچھلے سب مل کر امام صاحب کا مسئلہ چھوڑ دیں اس کی طرف التفات تک نہ کریں اس کے صریح خلاف مسئلہ جوڑ لیں۔ تو کہیں سے چوں کی بھی آواز نہ آئے، اور لطف یہ ہے کہ خاصے مقلد کے مقلد بنے رہیں، آپ خیال فرمائیں کہ نمبر ۸۹ اور ۹۰ کے مسئلے میں خود امام ابو حنیفہؒ کا فرمان حنفی مذہب کی اسی معتبر کتاب ہدایہ میں یہ ہے۔

”عن ابی حنیفۃ انه یقوم من الرجل بحذاء
رأسه ومن المرأة بحذاء وسطها لان النسا فعل
کذا لک وقال هو السنة“

ترجمہ: ”یعنی امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ امام مرد میت کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے اس کے سر کے مقابل کھڑے رہے، اور عورت کے جنازے کی نماز کے وقت اس کے درمیان کھڑا رہے۔ اس لئے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہی سنت طریقہ ہے“

آپ نے دیکھا؟ کہ امام صاحبؒ کا صاف فرمان ہے اس پر آپ نے سیدنا انسؓ کے فعل کو اور پھر اس فعل کے سنت رسول اللہ ﷺ ہونے کو دلیل میں پیش کیا ہے۔ لیکن حنفیوں نے اجماع کر کے امام صاحبؒ کے اس حق اور بادل دلیل مسئلے کا بالکل انکار کر دیا ہے۔ آج تمام حنفیوں کا عمل اس کے خلاف ہے۔ تمام حنفی مولویوں کا فتویٰ اس کے برخلاف ہے اور کتب فقہ کی تمام مصنفین نے بھی اس کے خلاف کیا ہے۔

الزام:

حنفی دوستو! اگر آپ اس طرح کسی مسئلہ کو چھوڑ دیں تو نہ دشمن امام ٹھہریں نہ تقلید کی حد سے نکلیں تو پھر اسی فعل پر اہلحدیث کے خلاف کیوں کانٹے بونے لگتے ہیں؟ اور ان پر کیوں برس پڑتے ہو؟ برا دران! اب میری منشا اس پوری بحث سے اور ساری کتاب سے یہی اور صرف یہی ہے کہ جس طرح آپ نے آزادی کے ساتھ آپ نے اس ایک مسئلے میں امام صاحبؒ کی تقلید کا پتہ اتار پھینکا اسی طرح اور مسائل جو صریح حدیث کے خلاف ہیں ان میں بھی یہی چال کیوں نہیں چلتے؟ اگر آج تم یہ روش چلو تو پھر حنفی اہلحدیث کے تفرقے کی سد سکندری بالکل ہی اٹھ جائے اور آپس میں ہم سچ و جھوٹ، بھائی بھائی بن جائیں جیسے اسلام کے شروع میں تھے اور جیسے منشاء شریعت ہے۔

ریچارک برکتب فقہ:

ہاں دوستو! واللہ! ابھی تک ہماری سمجھ میں یہ اندھیرا تو نہیں آیا کہ آخر فقہاء کرام نے ایسا کیوں کیا؟ کہ امام صاحبؒ نے جو حق مسئلہ بتایا اور اس کی دلیل صحابیؓ کے فعل سے پھر سنت رسول ﷺ سے دی۔ اسے تو پرے پھینک دیا، اور حنفی

مذہب میں ان کے بتلائے ہوئے صریح اور صحیح مسئلے کے خلاف مسئلہ گھڑ لیا، اور آج تمہیں تمہارے علماء نے یہ سبق دیا کہ فقہ کی ان کتابوں میں جو ہے وہ امام صاحبؒ کا بتلایا ہوا ہے اور ان کا مذہب اور یہی قرآن و حدیث ہے۔

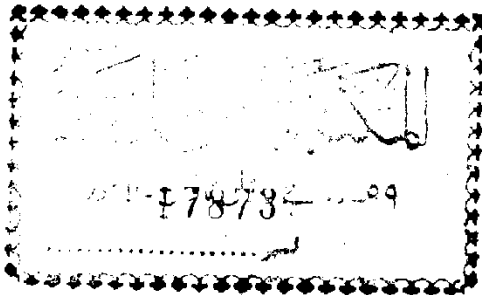
دوستو! اللہ کی قسم جس طرح یہاں پردے اٹھ گئے ہیں اور حقیقت ظاہر ہو گئی ہے۔ اسی طرح میرا تو ایمان ہے کہ اکثر و بیشتر مسائل میں ہوا ہوگا، بلکہ ہوا ہے نہ ان کتابوں میں صرف امام صاحب ہی کے مسائل ہیں نہ یہ کتابیں امام صاحب کی ہیں نہ ان کے مسائل حقیقی معنی میں حنفی مذہب کہوانے کے مستحق ہیں۔ واللہ ان میں تو وہ شرمناک مسائل بھی ہیں کہ ایک بھلا انسان کبھی بھی ان مسائل کو امام صاحبؒ کے مسائل نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ ان کو سن کر بھی شرمانا اور جھینپنا پڑتا ہے۔ وہ مسائل تہذیب انسانیت کے بھی خلاف معلوم ہوتے ہیں، طبیعت پر بوجھ پڑنے لگتا ہے پس ہمارا مسلک جو ہے اور جس پر آپ کو بھی ہم لانا چاہتے ہیں یہی کہ ان کتابوں پر اندھا دھن عمل چھوڑ دو عمل کے لائق کلام اللہ اور کلام الرسول ہے۔

امام صاحبؒ کا صحابہؓ کا اور حدیث کا خلاف:

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے بھائیوں نے ترک تقلید کی مثال پیش کر دی لیکن واللہ نہایت ہی بھونڈی مثال پیش کی ہے۔ وہاں امام صاحب کو چھوڑا ہے جہاں نہ چھوڑنا چاہیے۔ امام صاحبؒ مسئلہ بیان کرتے ہیں صحابیؓ کا عمل پیش کرتے ہیں پھر سنت رسول ﷺ ہوتا بیان کرتے ہیں مگر واہ رے حنفی مذہب کے فقیہو! اور اپنے تئیں حنفی کہلوانے والوں! تقلید کو فرض بتلانے والو! نہ حدیث رسول ﷺ مانی، نہ فعل صحابیؓ کو وقعت دی، نہ قول امام کی پیروی کی۔ سب کو آنکھوں کے سامنے

دیکھتے ہوئے بڑی بے دردی سے پامال کرتے ہوئے اپنی طرف سے غلط مسئلہ گھڑ لیا اور بے چارے تمام ناواقف خفیوں کو اسی پر لگا دیا۔

برادران دیکھو تو سہمی! تم نہ محمدی رہے نہ خفی رہے نہ سنی رہے نہ فقہی رہے۔
 اللہ جانے کہاں سے کہاں یہ رو تمہیں بہا لے گئی؟ یہ تو الٹی چال تم چلے۔ تم نے الٹی
 گنگا بہائی، تم نے دریا پہاڑوں پر چڑھا دیئے۔ پس اللہ غور کرو تنہائی میں بیٹھ کر سوچو
 ، الحمد للہ تمہارے حقیقی خیر خواہ ہیں الحمد للہ ہی اماموں کے ماننے والے ہیں وہی
 ان کی بھی قدر کرنے والے ہیں وہی ان کے سچے اور صحیح اصول پر قائم ہیں۔ یہ تقلید
 جو آج تم میں پھیلائی گئی ہے اس سے اماموں کو روحانی صدمہ ہوا ہے ہم تمہیں
 ان شاء اللہ بروز قیامت دکھا دیں گے کہ اس اندہی تقلید سے امامان دین کس طرح
 بیزاری ظاہر کرتے ہیں؟ اور ساتھ ہی آپ دیکھ لیں گے کہ اللہ کے نزدیک اماموں
 کے سچے تابعدار کون ثابت ہوتے ہیں؟



دعا

اللہ العالمین تیرے ایک غلام سے یہ کام تو تو نے کرادیا کہ اس نے تیرے بندوں کے سامنے ایک آئینہ رکھ دیا جس میں وہ دونوں راہیں الگ الگ دیکھ لیں اور دونوں دریاؤں کا درمیانی حجاب اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں، اب التجا ہے کہ اسے قبول فرما اور اس سے اپنے بندوں کو فیض پہنچا

آمین یا رب العالمین وصلى الله
تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله واهل
طاعته اجمعين فقط

محمد عفی عنہ (میں جو ناگڑھی)

اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه

شیدائیان قرآن و سنت اور حق کے متلاشیوں کے لئے

خوشخبری

ادارہ اشاعت قرآن و حدیث کا علمی خدمت میں ایک اور قدم خطیب الہند، عالم شہیر، محقق و نقاد جے سی

علامہ محمد جونا گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

کی کتب کی اشاعت خاص

- سیفِ محمدی : قرآن و حدیث کے خلاف مروّجہ فقہ کے چودہ سو مسائل کی نشاندہی
- شمعِ محمدی : قرآن و حدیث اور مروّجہ فقہ کا تقابلی مطالعہ
- ہدایتِ محمدی : مروّجہ فقہ کی اہم کتاب ”ہدایہ“ تحقیق و روایت کی کسوٹی پر

المشتہر : مکتبہ اسماعیل نیننی تال والہ

گلی نمبر 1، برنس روڈ، بھام بلڈنگ، شاہراہ لیاقت، کراچی

فون : 021-2214799

شیدائیان قرآن و سنت اور حق کے متلاشیوں کے لئے

خوشخبری

ادارہ اشاعت قرآن و حدیث کا علمی خدمت میں ایک اور قدم خطیب الہند، عالم شہیر، محقق و نقاد جے مش

علامہ محمد جوننا گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

کی کتب کی اشاعت خاص

- ۱۔ سیف محمدی : قرآن و حدیث کے خلاف مروجہ فقہ کے چھ سو مسائل کی نشاندہی
- ۲۔ شمع محمدی : قرآن و حدیث اور مروجہ فقہ کا تقابلی مطالعہ
- ۳۔ درایت محمدی : مروجہ فقہ کی اہم کتاب ”ہدایہ“ تحقیق و درایت کی کوئی پر

المشتہر : مکتبہ اسماعیل نینی تال والہ

گلی نمبر 1، برنس روڈ، بھام بلڈنگ، شاہراہ لیاقت، کراچی

فون : 021-2214799